

ما شاء الله لا قوة الا بالله

الحمد لله الذي جعل في كتابه منافع لا تعد ولا تحصى وهدانا لهذا الكتاب العظيم

کارتان فصا

۱۱ ۱۳

حسب فرمايش سيد رستم علي و سيد حسين تاجران کتب

در مطبع يوسفي دہلي طبع نموده شد



بعد حمد خدا و نعت رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ خاکسار
 نورۂ ہیمقدار بنید رستم علی ابن سید ششم علی صاحب مرحوم تاجر کتب ساکن
 ہند و ستان حال وار دشمرہ فرخندہ بنیاد حیدر آباد دکن - بخد مت ہر ایا پرکت
 شاعران نازک خیال و واقفان رموز ہیشال ہر شہر و دیار میں گذارش کرتا ہے
 کہ ایک مدت مدید اور عرصہ بعید سے ہر ایک شخص شتان اور ملاشی اس امر کا
 کہ شاعر نازک خیال جناب مرزا سیتا بگ صاحب مرحوم لکھنوی المتخلص بہ شمسے شاگرد
 رشید جناب خواجہ حیدر علی صاحب مرحوم المتخلص بہ آنش صاحب کی تصنیف کہیں نہ
 کہیں سے ہمارے ہاتھ آجائے لیکن باوجود اس اشتیاق کثیر کے سب محروم رہے
 کیونکہ جناب منتھے صاحب نے غدر سے پہلے لکھنؤ میں جب قدر تصنیف فرمایا تھا وہ کل
 تصنیف جب غدر میں تلف ہو گئی تو بعد تارا جی لکھنؤ صاحب بوصف شہر باندہ تشریف
 لے گئے والی باندہ نے بہت قدر و منزلت فرمائے اور زمرہ مصاحبین خاص میں جگہ دی

قد ر می اطمینان ہوا پھر تصنیف پر دل راغب ہوا تیس جہز تصنیف فرمائے تھے کہ یک بیک شہر مذکور پر بھی آفت آسانی ازاں ہوئے مجمع درہم و برہم ہو گیا و تصنیف بھی تلف ہو گئی پھر تو صاحب موصوف کشان کشان رونق افروز حیدر آباد دکن ہوئے اور سرکار جناب سٹاٹ علی القاب فیض بخش فیض رسان عالم و عالمان قدر افزائے شعرائے مکتہ سبحان جناب شہر یار الملک بھادر غفور مین ملازم ہوئے اور بعد اسکے جناب نواب فیض آباد کو کب عالم تاب سپہ فضل و کمال شہاب پر انوار تہمائے جاہ و جلال یکہ تاز عرصہ جرات و شجاعت قدر انداز معرکہ رفعت و بنا عت معدنِ جود و سخا تخمین نصف دستا اعنی نواب میر خیرات علی خان در التخاص بہ سخی فرزند آغوشی روشن الدولہ بھادر مغفور برادر رئیس حیدر آباد دکن بڑی دھوم دھام کے ساتھ صاحب موصوف کے شاگرد ہوئے اور ہاموار بھی قرار واقعی معین فرمائے اور اکل و شرب بھی صاحب موصوف کا نواب صاحب ممدوح کے ہمراہ قرار پایا ابکی مرتبہ تو صاحب موصوف کو دیکھی کامل طور کی حاصل ہوئے طبیعت تصنیف کی طرف مائل ہوئی صاحب موصوف ایسے نیز طبع تھے اگر چاہتے تو ایسے اطمینان پر چند عرصہ میں مضامین نو کے انار لگا دیتے لیکن سبب پیرانہ سالی کے عرصہ دس سال میں تیس جہز تصنیف فرمائے تھے کہ موت سدراہ ہو گئی یک بیک اس نیاے فانی سے جانب ملک جاودانی رحلت فرمائے ہر چند کہ نواب صاحب ممدوح بھی باعث انکی تلمذی اور صحبت کے فن شاعری میں کامل و اکل ہو گئے تھے لیکن ایسے استاد شفیق نازک خیال پر گو کہ انتقال کرنے سے بیدل ہو گئے اور انکی تصنیف کی طرف اعتنا نہ فرمائی تمام تصنیف انکی کرم خردہ ہو گئی جب شائقین نے بہت اصرار کیا اور اس کتیرین نے بھی تقاضائے شد ید کیا تو بدرجہ مجبوری نواب صاحب ممدوح نے سب کا

معروضہ قبول فرمایا اور جب قدر مسودے صاحب مرحوم کی تصنیف کے اُنکے کتب خانہ میں سے دستیاب ہوئے نواب صاحب مدد و مدد نے ہزار سعی و جانفشانی سلسلہ اُڑات کر کیے واسطے طبع کرانے کے مرحمت فرمایا۔ لہذا اس کترین نے بصر فزیر کثیر صاحب مرصوف کا دیوان طبع کرایا ہے گوئی صاحب اسکے طبع کا قصد نہ فرمائیں بامید نفع و نقصان نہ اٹھائیں جس کو حق قدر جلدین و کارہوں اس کترین سے طلب فرمائیں فقط

لہ جستی

بلکہ حقوق طبع اس دیوان کے محفوظ ہیں اور حسب رابطہ جستی کرا دی گئی کوئی صاحب صاحبان مطابع وغیرہ سے طبع فرمائیں فقط

سید نسیم علی و سید حسین تاجران کتب
شہر امد وہ بہ محلہ بڑا لہذا و ضلع مراد آباد

اطلاع

اسکام طبع دیوان جناب شمس صاحب جناب سید نسیم علی تمام و کمال کا بیان راقم کو دکھائیں ہیں اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو سہو کا ہے یا قصور نظر راقم ہے کیونکہ بعض اشعار نظری مصنف ہی ہوگا جسے گھڑ گئی ہیں فقط

الراقم
میر خیرات علی گئی تلمیذ شمس صاحب دیوان
فقط



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نورِ حق دل میں اگر جلوہ کنان ہو جائیگا
 التجائے اہل دنیا شکرِ تِ ابلدیس ہے
 پاک کرتا ہے کدورت آبِ باران بر ملا
 تاب کیا خورشیدِ محشر کی ملاوی مجھ سے کہہ
 اُس حین کی سیر کرنے ہے مجھے بھی زارِ ادا
 گوش و چشم و دست و پاؤں سبے مٹ جائیگے
 باغِ جنت اُسکے ہی ہوگا نظر کے سامنے
 شمعِ بزمِ راستی ہر ستخوان ہو جائیگا
 گر خدا ہے مہربان کل مہربان ہو جائیگا
 اشکِ باری سے غبارِ دل نہان ہو جائیگا
 ابرِ رحمت اُسکا مجھ کو سائبان ہو جائیگا
 جس حین میں ہر صد سالہ جوان ہو جائیگا
 راہیے ملکِ عدم یہ کاروان ہو جائیگا
 سری جانب کو جو تجھ سا باغبان ہو جائیگا
 لطف اُٹھے گامنے و عشق کا اُٹھی مٹھی

گر شفیقِ حال وہ پیرِ معان ہو جائیگا

کششِ عشق پہ تا در جو مرا دل ہوتا
 مہربانِ تجھ نہ وہ حورِ شمائل ہوتا
 فاشِ پردہ ترا اے صاحبِ محل ہوتا
 اے دل زار اگر تو کسی قابل ہوتا
 آئینہ گر نہ ترے رخ کے متقابل ہوتا
 چشمہٴ ناف میں گریار کے اک تل ہوتا
 مجھ سے بڑھ کر نہ جان میں کوئی عاقل تھا
 ناصی ملکِ خود نکاح میں عامل ہوتا
 کیشِ عشق پہ تا در جو مرا دل ہوتا
 مہربانِ تجھ نہ وہ حورِ شمائل ہوتا
 دعویٰ کیا کیوں کر ترا باطل ہوتا
 صورتِ دیدہ بینا نظر آتا جھکو
 دل نہ دیتا میں جبینوں کو اگر ادا صح
 گہ بیانِ نظر آتا نہ کسی کا دامن

دیکھتا یا رجو دزدیدہ نگہ سے سر نہم
نیم بسمل کوئی ہوتا کوئی بسمل ہوتا
ملک الموت پھٹکتا نہ مرے کو چے میں
مہربان مجبیہ اگر وہ مرا قاتل ہوتا
تربت پاتا جو پھلو میں مرے طفل حسین
تھا ہلال آج وہ بڑھ کر مکمل ہوتا
مجھے محروم ازل جو کوئی دریا دل ہر
خشک کیونکر نہ جہان میں لبِ ساحل ہوتا

بات میں معرکہ عشق منم سر کرتا
منٹھے فضل خدا اگر مرے شامل ہوتا

حال حسین سے سنا ہے قیس کا فرما دکا
جانتا ہوں عشق بازی کام ہے آزاد کا
مری آمد سن کے مخمور دشت سے چلتا ہوا
خوف ہوتا ہے بڑا سا گرد کو استاد کا
ذبح لجا کر کیا صحن جن میں باغبان
مری گردن پر بڑا احسان ہے صیا دکا
مادر گیتی ستاتی ہے مجھے کسو اسطے
باپس ہوتا ہے نہایت ساس کو داماد کا
جو ہر تنیع زبان جہدم کروں میں شکار
بند ہو دم ایک دم میں خنجر فولاد کا
اس لب شیرین کا جہدم شہر میں شہرہ آؤ
سنتا ہوں نگلا ہے دیوالا ہر اک فنا دکا
آہ آتشاک دل سے کیچتا ہوں اس گھڑی
جل نبجھے جلدی آملی جھوٹا صیا دکا
سخت جانی پر مری جہدم بڑی اسکی نظر
بانی بانی ہووے زہر خنجر فولاد کا
شعر گر ما گرم شکر اسکے جلتے ہیں عدو
نام جو آتش ہے دنیا میں مرے آسا دکا
بڑھ چلے ہیں گیسوئے شگون زنج محبوب کے
حال ہووے یگا پریشان طرہ شمشاد کا
گھیرتی ہے جس گھڑی فرج غم فرقت مجھے
اے اجل مشتاق رہتا ہوں تری ادا کا
عشق بازی گویا ہے سینے دنیا میں فروم
یا خدا جلدی بڑا ہو اس ستم ایجاد کا

دیکھ لے وہ منٹھے نیرنگ حسن یا رکو
جسے دیکھا ہونہ نقشہ عالم ایجاد کا

برابری ترے گیسو کی کالہ کیا کرتا
مقابلہ شرفا کا رزالہ کیا کرتا
فقیروں میں ازل سے در توکل کا
گدا سے شہر کا پیکر پیا لہ کیا کرتا
قبائے گل کے گڑے وہ کس لئے لیتا
پہٹی ہوئی تری بگڑی میں

مینِ خوانِ عشق کا جھوٹا نوالہ کیا کرتا
مینِ ایسے زہر کا کھا کر نوالہ کیا کرتا
جس داغِ مہر کے آگے اوجا لایا کرتا
جگر بہ داغ نہ کھانا تو لالہ کیا کرتا
مینِ اس چین کا نہ لیتا قبالہ کیا کرتا
چراغِ زیست کا اُسمین اوجالہ کیا کرتا
بزرگِ بلبِل شیدا مینِ مالہ کیا کرتا
مینِ لیکے آج شہابِ دوسالہ کیا کرتا
دُمانِ گور کا اسکو نوالہ کیا کرتا
فلک پہ ماہ کے ہمراہ لالہ کیا کرتا
مینِ صبحِ شیر کا پیکر بیالہ کیا کرتا

گلیمِ فقر اگر منتھے کے ہاتھ آتے

تمہیں کھوکھو لیکر دوتا لکھا کرتا

صنمِ عینِ نے مال مارا تمھارا
کہا جبکہ مرتا ہے شیدا تمھارا
بڑے اوج پر ہے ستارا تمھارا
بھینِ اسمینِ نامِ صبحِ اجارا تمھارا
قیامت ہے پیارے اشارا تمھارا
نہانِ راز ہے آشکارا تمھارا
ستم ہے ستم ہے نظارا تمھارا
ہے صبر و تحمل سہارا تمھارا
یہ قدرتِ تمھاری یہ یارا تمھارا
نہ اُٹھے گا یہ بارِ بیجا تمھارا

پسندِ طبع نہ تھا میرے یار ہر جائے
زبانِ تلخ پہ مینِ کس طرح عمل کرتا
حضورِ دانعِ جگر اپنے شمع کیا جلتے
جودِ دیکھتا رخِ رنگین پہ خال کو تیرے
غریزِ خطِ رُخ یا رکیون نہ دل کرتا
ازل کے دن سے جو تھا جادہ سہیجی
سنے نہ اُس گلِ خوبی نے ایک دن میرے
نہ وہ صنم تھا نہ عہدِ شباب تھا ساقی
دکھاتا کوئی محبت کی راہ کیا دل کو
جو دیکھتا خطِ مشکین کو گردِ رنکے تیرے
صفاتِ عالمِ پیری نہ کس طرح لکھتا

مرا نقد و صلت کا لوٹا تمھارا
کہا انا مٹ نہیں نہیں کے اُس نے
کہا جامِ مے دے کے اُس ہوش نے
دیا نقدِ دل اپنا جی چاہا جس کو
نگہ کا اگر تیر پیکرِ اجل ہے
بھینِ لالہ و گلِ چین مینِ کھلے ہیں
غضب ہے غضب ہے پکا دیکھ لینا
قدمِ بجا الفت مینِ رکھتا ہون بھکر
ہوا طالبِ وصل اُس سے تو بولا
نہ فرمائے ضبطِ آہ و فغان کو

دلا عہد پیری میں جو شش محبت
وفا دار ہم، مین جفا کار تم ہو
کیا بعد مدت کے آباد ہم نے
بہکنا ہمارا خوشی آپ کے ہو
چھٹا منصفے دامن وصل جسے
ہوا جو صلہ پھر دوبارہ تمہارا
یہ خصلت ہماری وہ شیوا تمہارا
میان قیس سونا تھا صحرا تمہارا
سٹری بن ہمارا تماشا تمہارا

جو بن بت سفاک کا ڈہل جا تو اچھا
طفل دل بد خو جو بغل میں ہو ہمارے
آجائے کسی بت پہ دل صاف ہمارا
وہ تیغ کہین کچھ کے رہ جائے اٹھی
اوڑ جائے مرے دل سے قد یا رکاسوا
ہو موم تپ عشق سے دل یار کا یارب
نقد دل و دین دیکے کہین وصل ہوگون
وہ جنبش ابرو دل شیدا کا کر و کام
یہ وار بھی عشاق پہ چل جائے تو اچھا

میں دیوانہ کروں گے شور دل سے آہ و افغانا
بہار گل گئی آئی گلستان سے کئی باری
نگاہ یار میں سرسہ کا ڈورا آج کھینتا ہے
گڑنا، شکو لازم ہو شکست اسکو ضرورت ہو
نہ وہ منصور نے دیکھا نہ وہ واق کو ممکن تھا
نہایت دیوانہ ہے نیزنگ حسن یار کا لہن
نہ سنبھل کا ہو وہ عالم نہ کاکل کا وہ نقشہ ہو
لے آیا جذبہ دل کی پیکر اس شوخ پرفن کو
بزرگ کا غدا بادی ہو عالم سقف زند انکا
وہی عالم ہے دانا انکا وہی عالم گریبا انکا
خدا حافظ ہونا صبح آبرو سے تیغ برا انکا
مگر طرف گلی سے کم نہیں جو جسم انا انکا
نمونہ ہے دل ویران ہمارا افس پایا انکا
تاشا دیکھتا ہوں ایک شیشہ میں پرتا انکا
اگر لکھوں تو دفتر ہو سری حال پریشا انکا
نگہبان دیکھ کر سنہ ریگیا اسوقت دربار انکا

جیسے مین بوجھا ہوں جو پرستش کا پانی
نہ وہاں ہندو کا رقبہ جو نہ رہے سلا مانکا
عروے حرف زن رو باہ خلعت بھاگ چکا
سر پر خامہ کیا جو مہمہ شیر نشا لکا

بزرگ بیل گزار اس کا ز عالم بین
رہیگا نام باقی منتھے سے بھی غم لکا

تا کر گیسوئے جانان دیکھا
نصف طول شب بھراں دیکھا
چشم عشاق کو گریبان دیکھا
حضرت نوح کا طوفان دیکھا
دن کو چہ چار ما بالون کا ترے
رات بھر خواب پریشان دیکھا
بکھنہ مٹھرا ترے رنکے آگے
بارہا سوئے گلستان دیکھا
حسن نیرنگ کا سنا دل میں خیال
خواب میں ایک گلستان دیکھا
یار پر دانے کے جل جانے پر
رات بھر شمع کو گریبان دیکھا
گر شمع آکھو سنے گھائے چمن
جسگڑی وہ لب خندان دیکھا
یار و اغیار کو باہم مہنے
صفت گبر و مسلمان دیکھا
نہ ڈوبو یا خط وقت بد افسوس
تجکواے دیدہ گریبان دیکھا
حرف اُلفت نہ پڑا یا اسکو
بس بچھے پر دبستان دیکھا
روح کو جابہ نن کے اندر
زادہ صورت مہمان دیکھا

منتھے سا بھی زمانے کہیں

گبر و یکسا نہ سلمان کیا

ہگشہ ماتھے پہ شیخ جی کا
کرہے دامن جو اس پری کا
کپڑے دامن جو اس پری کا
اتنا بھینہ عہد مسکسی کا
جینک کہ رہا شباب اپنا
کپا کیا رہا لطف زندگی کا
ہٹ مٹ کے وہ مجھ سے پٹتا ہے
کر کر کے بہانہ گدگدی کا
گیسوئے صنم سے دل لڑاؤ
ہے سامنا آج کس بی کا
اپنی اپنی پڑی ہے سب کو
کوئی نہیں پر جان کسی کا

عاشق ہر شیر ہے تری کا
الیا میں کو کا ہے تری کا
دیوانہ یوں نشینے کی پری کا
طالب کھوٹو سے ہوں کھری کا

ہر رند ہے میکہ سے کا ناں
عاشق کا کس ہے چشم نم
شیدا ہوں دخت رز کا ناں
ہے چشم امید جھاڑو سے

خدیجہ اُفت نے روکا در نہ
دل لے ہی چلا تھا مٹھنے کا

سفر عدم کا لگا ہے بند ہی کہ رکھنا
خفا وہ کہ مخو حکمو اُنکا ڈر رکھنا
کیسکی ہو نا دلا یا کسی کو کر رکھنا
گرہ باندھو کے مضبوط یہ گھر رکھنا
تفس ہو تنگ تو انکے نہ پاں دھر رکھنا
تفس میں پھر مجھے صبا دھر پھر رکھنا
بہار آتی ہے قابو میں دلو کو رکھنا
ضرور موسم گل میں مرے خبر رکھنا
ہر عیب منہ پہ جو ان مرد کو سر رکھنا
چھپائے دامن شب میں رخ سحر رکھنا
قدم پہ بار کے میری طرف سو سر رکھنا

جہان کی بحر میں نخل صبا بگھر رکھنا
جفا کرے نہ کرے وہ جھکائے سر رکھنا
لگانا یار کو یا آپ اس سے لگ چنا
ندینا داغ محبت کو ہاتھ سدا رکھنا
اسیر کر کے ہمیں حکم دے گیا صبا
دکھا دے سیرچین ابکی گر کر دنا مالہ
صبا ہر ایک مرے ہمسفر سے رکھنا
تفس میں چھوڑ کے تنہا چلا تو صبا
گدا سے دہر کے خاطر داغ نقش سجود
فلک وہ شام سو ہی بے حجاب جلو مز
بیان کر کے ہر اک کا کہا سنا فامد

بتاؤ کس نے تجھے مٹھنے بتا دینا
قدم کو کوئے محبت میں پستیر رکھنا

پھولا ہوا چمن میں گل آفتاب تھا
جام بلور صورت چشم پر آب تھا
معلوم یہ ہوا کہ ہمیں سے حجاب تھا
ٹوٹا ہوا فتح آفتاب تھا

لہر نہ نرم یار میں جام شراب تھا
باقی کا مجھ وصل میں جسم عذاب تھا
غیر دن کے ماتھ میں ترا بند نقاب تھا
بیسکا رہا ہر یار میں جام شراب تھا

سامان عیش ہجر کی شب میں غلاب تھا
 نہ کھین دکھا رہی تھی ادھر وحشتِ دلی
 دل میں بھری ہوئی تھی ہوسِ عز و جاہ کی
 بے یار شدیہ شگِ کلامت تھا بزم میں
 چکنا نہ اسکو در و کشون نے ہزار حیف
 پہلو میں رعبِ حسنِ صنم سے خبیثِصال
 یہ سر وہ ہو کہ حسین بھری تھی ہوائِ خوش
 زخمِ جگر تھے اس میں کہ تھی نقدِ داغِ دل
 پوچھے جو صحبت می و معشوقِ خیر میں
 یہ دل وہی ہے جو کہ رہا غرقِ بحرِ عشق
 برسوں ہی دل میں مصروفِ بکار رہا جو دنیا
 لٹکے تھے پاؤں گور کے اندر شب وصال
 ساقی تھا اور کثرتِ گھماؤ باغِ بھی
 دیکھا ہے مینے جو کہ تماشا جہان کا
 لپٹ و بلند بحرِ جہان یارِ نامہا
 بُھٹتا تھا شیخِ بادہ کشون سو ہا بڑ

کالی بلا سا اپنی نظر میں سحاب تھا
 پھولا ہوا اودھر کو چمن میں گلاب تھا
 دفتر میں اپنے لاکھ طرہ کا حساب تھا
 بے باوہ جامِ صورتِ چشمِ حباب تھا
 نشیہ میں اس فقیر کے اچھا گلاب تھا
 یہ دل زبانِ گنگ کا گویا جواب تھا
 یہ دل وہ ہے کبھی جو ملک کا جواب تھا
 سر کا رشتن سے جو ملا بحساب تھا
 کھہ دو لگا آبِ ہی کا دیا یہ شباب تھا
 یہ وہ حبابِ ہر جو کبھی زیرِ آب تھا
 دابی ہوئے بغل میں خدا کی کتاب تھا
 اپنا سمندِ عمر کا باد رکاب تھا
 بندہ اور یہ دل خانہ خراب تھا
 دھوکا واپس تھا تو ہم تھا خواب تھا
 اپنے نظر میں صورتِ سحرِ حباب تھا
 آتش سے مے کی مریخِ مصلّا کباب تھا
 کیا چپ ہوئے ہیں کر کے نگہ میں گفتگو
 یہ مٹتے بھی ایک ہی حاضر جواب تھا

ساقی شرابِ ناب سے دو جام بھر گیا
 دامنِ مری نگاہ کا پھولونے بھر گیا
 اک جن چڑا ہوا تھا کہ سر سے اتر گیا
 فارون کے ساتھ مالِ زمین میں اتر گیا
 ہونا تھا ہوا وہ گداز گداز گیا

تا نیرِ عشقِ گبر و مسلمان پہ کر گیا
 نہستا جو سامنے سے وہ گداز گداز گیا
 اچھا ہوا شباب کا عالم گداز گیا
 کیونکر نہ ہو محبتِ دنیا یہ اعتقاد
 طغی گئی شبابِ مٹا پیری آگئی

میں نے بھی کہا ہی کام کیا جھٹ گیا
 مونہ مویٹوں سے کوئی مرا آج بھر گیا
 کٹوں کے سامنے مرا تحت جگر گیا
 آخر عینم فراق مرے دل جگر گیا

اس جوشش شباب کا عالم نہ چھوڑ
 اک موج بچتا ادھر آیا ادھر گیا

شمع مانند بزم یار گھرا اپنا ہوا
 اس خراب آباد میں کیونکر گذرا اپنا ہوا
 شکر ہے خالق کا کیسے گھر میں گھرا اپنا ہوا
 آہ بی تاثیر نالہ بے اثر اپنا ہوا
 نالہ چاکلہ کوئی کارگر اپنا ہوا
 بل لگا کرنے جنوں رنگ دگر اپنا ہوا
 شاعر و بحر غزل میں جب گذرا اپنا ہوا
 دیکھنے کی بات پر آنکھوں میں گھرا اپنا ہوا
 بھرستی میں جاب آسا گذرا اپنا ہوا
 عکس کے صورت سے آئینے میں گھرا اپنا ہوا
 بھرستی کے تلے ناس کو سراپا ہوا
 آئینک کوئی نہ ایسا راہبر اپنا ہوا
 دشت کی جانب کو بھر غم سفر اپنا ہوا
 دیکھ لینا جب کوئی اہل نظر اپنا ہوا
 مدحی جانا ریگا مدحی رہا ریگا
 شہل گرو کا فلہ بھی بڑا رہا ریگا

اظہار عشق سے اُہنین آیا جو میں غرور
 مصروف ہے زبان دردندان کے صغیر
 ناہمیں میں بڑا مرا دیوان ہزار حیف
 کس درجہ رفتہ رفتہ کیا کام عشق نے

بل نہ لکھا اسکے گیسو کا نہ وہ سید ماہو
 خطِ شوقیہ بھی آیا ہے پیام وصل بھی
 بڑھ چلا چاک گریبان اوڑھ لی بادبہا
 سوچکے مانہ نیچ و تاب میں کی ہر بسر
 بعد مدت کے جڑ ہے نظر و نیا اُس عیار کے
 آنکھ کے کھلتے ہی سیر میں بھر گئی بادِ فنا
 اکدم کو جائے اسکے دل شفاف میں
 ساتھ کھالائے تھے کیا سمراہ اپنے لیے
 لیکے جان نزل پیر مغان تک جو زمین
 پھر بار آئی جس میں پھر ہوا جوشِ جنون
 منتے ضایع نہ ہو ونگے ڈر مئے ترے
 عجز اور عاجیگا کہ ان آتش راہِ جانیگا
 دشتِ لہریں قدم چکا ڈرا رہا بیگا

خشک ہو جائیگا چشمہ ماجرا رہ جائیگا
 شیخ جی کا سا قیامت دعا رہ جائیگا
 دیکھ لینا پست کے دامن صبا رہ جائیگا
 طاقِ نسیان پر تراشیدہ دہرا رہ جائیگا
 بوریا رہ جائیگا تاج و لوا رہ جائیگا
 کیا بگر جائیگا اپنا اور کیا رہ جائیگا
 آشنا رہ جائیگا نا آشنا رہ جائیگا
 اور میرے بعد کوئی دوسرا رہ جائیگا
 یونہی بچا بوریا اس فقر کا رہ جائیگا
 ماتمہ قبضے پر تراخا دم دہرا رہ جائیگا
 لوحِ دل پر نقشِ حرفِ مدعا رہ جائیگا

وہ بیک وقت عاشق کو کرے گاتختی

یہ خبر وہ ہے کہ جسکا سبدا رہ جائیگا

آخر میں عندلیب ہوں کس گلستان کا
 مانند بوزمین کا نہ ہوں آسمان کا
 تنکا نہیں بچا ہے مرے آشیان کا
 میں جانتا ہوں فرق زمین آسمان کا
 باندہ ہوا ہر اک ہو اسی رسیان کا
 کس سے پتالنگاؤں میں منع کی دکا کی
 ہر ایک نام یا رکی ہے آستان کا
 چکا نہیں جھپٹے گا ہمارے زبان کا
 نقل ہے ہر ایک مری داستان کا
 لشکر میں جس طرح سے ہوا قی نشان کا

ذکرِ روزِ نیکا مرے بعد فنا رہ جائیگا
 فصلِ گلہیں دیکھ کر دستِ جنون کے فیض کو
 اپنے آہونکے چلین گے جبکہ جھونکے ٹہن
 بزمِ مین اس چشمِ محموری کے آگے سا قیا
 کچھ گدا و شاہ کے ہمراہ جائیگا نہیں
 پاس ہے جاہ و شتم اپنے نہ ہر کچھ ملکِ مال
 ایک دن ہونی ہے وہ درپیشِ نثرلِ حیکم
 ایک دم غالی نہیں رہنے کا کوچہ عشق کا
 آج میں تھیا ہوں کل بٹھے گا کوئی اور یا
 عاشقِ جاننا زبجو دیکھ کر مر جائیگا
 آرزو رہ جائیگی ہکو وصال یا رکی

کیونکہ نہ زور شور ہو میری زبان کا
 رہنے کی کہیں نہ ٹھکانا مکان کا
 بادِ خزان اوڑھی چمن روزگار سے
 رُوحِ رواں مجھ کے اے دل مقام سے
 انسان کی زلیت آمد و رفتِ نفس سے
 منصور ہے نصیب نہ فرما دو کو ہمن
 کعبہ و دیرِ خلد و ارمِ جنتِ النعم
 شیرینی کلام نہ جائیگی عسمر بھر
 مرغِ چمن ہو اس میں کہ ہو بلبلِ مقس
 منصور یوں ہے دار سے عالمِ مین نامور

تا ئید آسمان ہے حراک اہل دل کے گشتِ بندہ ہے طائران بلند آشیان کا
 بے قدردان لباسِ نہیں آبرو و مخین اپنا کمال حال ہے مفلس جوان کا
 چھایا ہوا ہما ہے سگِ یار گر دہے بھوکا ہے کون کون مرے استخوان کا
 ذکر تھے دو کھلے ہوئے راز و نیاز کے

قاصد سے ایسے فرق تھا دکھان کا

در پہ اس شوخ کے جب جا بیٹھا
 نحوئی قسمتِ قاصد دیکھو
 ہے حبابِ لبِ دریا انسان
 ضعفِ پیری سے بنا نقشِ قدم
 صورتِ بادِ رُخِ سرگردان
 پاؤں پہلے جو ترے کوپے میں
 بحرِ ہستی میں جا بون کی طرح
 کب سے تیرا فلکِ شبدہ باز
 سامنے کس کے جھکا یا سر کو
 نہ تو نالہ ہے نہ افغانِ ابدل
 خوابِ سیرِ چینِ عالم ہے
 دامنِ دل پہ لگا داغِ خون
 نقدِ دل تھا جو بضاعتِ میمِ می
 جو گیا ملکِ عدم کو وہ گیا
 دکھو ہے جذبہٴ آلفتِ شاید
 یک بار ہے جو اکیلا بیٹھا

چل بسی منتی سب یار ترے

تو بھان کرنا ہے اب کیا بیٹھا

دل میں اک نور کا جلوہ دیکھا بندہ اس قطرے میں دریا دیکھا

دل میں نیرنگ ممتا را دیکھا
 دل میں پوشیدہ تھا اُسکا جلو
 ہم نے اس خاک کے تیلے میں جان
 نہ ہوا مقصد دل زریب کنار
 حرم و دیر میں سینچا نے یہ من
 ساکن دیر و حرم سے پوچھو
 لطفِ گلزار و حسرتِ ابی چمن
 قاصدا تجھ کو بلا کر تنہا
 آئینہ تھا قدم آدم کو یا
 ترے بازار جہان میں گردون
 دل دیا جان بھی دیدی اُسکو
 ہوشیار اُسکو جہان میں پایا
 نہ کیا مردہ دلون کو اچھا
 دیکھ کر لوٹ گیا شیخ اُسکو

منتہی اوڑ گھیا دل یار کے پاس

پھر گیا گود کا بالا دیکھا

کیم تیشہ نظر آیا مرا ماتھا سخن کا
 دُور بھی ہوئے کیم بوجھ مری گردن کا
 نقشِ حب نگیا تو نہ میرے مدفن کا
 دل نہ بچھڑا ہے ابنا نہ جگر آہن کا
 نہ یہ محتاجِ گریبان کا نہ کچھ دامن کا
 آسکی پشیمانی پہ ٹپکا تو نہیں چمن کا
 بے خبر حن سے ہیں وقت ہے الزمِ پین کا

جب سے احوال سنا کو ہن اک ہم فن کا
 کاٹ بھی لے سر آما دہ سودا شک
 فاتحہ خوانی کے حیلے سے حسین نے ہیں
 نالہ و آہ کے ذرات اٹھائیں چوئین
 جائے تن بھی بنایا ہے عجب مانع نے
 پھلوئی ماہ میں مجھ کو نظر آتا ہے سہیل
 کبھی کھل جاتا ہے سینہ کبھی پھلو کبھی سر

ہو نہ تری طفلی کا ہلال گر دون
ابر ہے باغ ہے سبز ہے حسین بہن می ہے
یار و انخار کے گھر میں وہ چلے جلتے میں
منہی معرکہ عشق میں رکھے جو قدم

اس قدر وصلہ رستم کا نہ ہے ہمیں کا

اشک کو تاثیر دے اچھا کیا
شریت و صلت پلا یا یار نے
قامت رعنہ دکھا کر یار نے
بھرنان در در پھر یا حیف ہے
دل دیا تجھے بہت سفاک کو
وعدہ دیدار رکھا حشر پر
انتظار یار میں بستر پہ شب
دستخط دکھلاؤں گا فردِ جہین
نقدِ دل دیکر عظیم الفت لیا
حشر میں یہ تو کھون لگا بر ملا
آئینہ ہمنے مقابل کر دیا

معنی تحریر قسمت منہی

زندگی جب تک رہی بھائی

رسن گھٹا یا رکاتب وصل ہمارا ٹھرا
محتسب ٹھرا نہ زاہد کہنی اسجا ٹھرا
نہ اٹھا کوسے تو کل سے نہ دریا
پوش کر ہوش جنوں فصل بہا آہنجی
آبرو راز محبت کی ڈبو دیتا ہے
جنس جب چھٹ گئی اسوقت یہ سودا ٹھرا
بزمِ رندان میں جو ٹھرا تو یہ مینا ٹھرا
حرمِ جمیعہ وہ نہ مجھو سگ دنیا ٹھرا
جا مرے رہنے کے خاطر کوئی حرا ٹھرا
قطرہ اشک نہ ٹھرا کوئی دریا ٹھرا

عاشقی ٹھہری کہ اتنے تقاضا ٹھہرا
 سامنے یار کے کس روز میٹھا ٹھہرا
 ایک دو دم کے لئے میں بھی بیان آٹھرا
 یہ تو بتلائے کوئی مال یہ کس کا ٹھہرا
 آدمی میں نہیں ٹھہرا کوئی پٹیا ٹھہرا
 شیشہ آنکھوں میں جاباب لب دریا ٹھہرا
 تیلیوٹکا مری آنکھوں میں تماشا ٹھہرا
 دل نظر نہیں ٹھہرا کوئی دریا ٹھہرا

دل دیا اتنہ کیا مال دیا آہ نہ کی

منقہ تو بھی فن عشق میں کیٹا ٹھہرا

جام مے الست بھرا تھا چمک گیا
 شاعر ہون میرا مصرعہ ثانی ٹک گیا
 ساتی ترے کرم سے ہر اک یار چمک گیا
 خارچین سے دامن دل یہ اکٹ گیا
 منزل قریب تھی کہ مسافر بہک گیا
 ایک ڈھیر آگ کا تھا ہوا سے دھک گیا
 نہ آف تھا کہ پنہ میں دھنک گیا
 شاید چین میں برگِ خرابی کھرک گیا
 شب کو ہمارا اختر طالع چمک گیا
 ایسا ہی گل کھلا کہ زمانا تھک گیا
 خورشید کی طرح سے یہ ذرہ جھک گیا
 بارشجر ہوا وہ مڑ جو کہ پک گیا
 دامن کے پیار نے میں کہو اٹھرتک گیا

ہر گھڑی بو چھتے ہو ہیا رہیں کر لیتے
 اس سے کس دن ہوا بجا رحمت کا علاج
 چل کے آیا تھا بڑی دور سے تھکرا پھر
 پرورش پہنے کیا دلو گیا یار کے پاس
 لئے جاتی ہے ہر اک سمت ہوائے دنیا
 مے کے دریا یہ بھی رات کو مینخانے میں
 ان جینوں کا طلسماتِ جہان کے اندر
 ایک دم بھی نہیں اسکو کسی عالم میں قرار

منصور پیتے ہی مے الفت بہک گیا
 پیری ہوئی شباب سے اتر اٹھک گیا
 مجھ زند پاک کا کبھی جلو نہ بھردیا
 میں لوٹ ہو گیا ہوں خط سبز رنگ پر
 پریمین دل دیا بت بیرجم یار کو
 بھڑکا یا دل کو تذکرہ حسن یار نے
 چہرہ شراب عشق کا منصور سے کھلا
 ببل ہے پیپنیم سحر بھی خموش ہے
 جامِ بلور سے کا بھرا یار نے دیا
 تو وہ حسین ہوا کہ ہوئے تجھ پہ فیض
 رتبہ ترے کرم سے ہوا خاک رکا
 سو دے سے جو بھرا وہ ہیر و مالِ دوا
 لگتا ہار گل میں گریبان کا کیا پتا

وہی رہا جو زمانہ میں نیک نام رہا
 شراب جام سے برنیز اپنا جام رہا
 خزان کے آتے ہی مینا رہا نہ جام رہا
 دہن میں یا رکے حجت رہی کلام رہا
 یہ آب و دانہ ہمیں عمر بھر حرام رہا
 حباب دار کوئی دم بہان مقام رہا
 خزان کے آتے ہی دانہ رہا نہ دام رہا
 گھسی اک عمر پہ فقہ یہ ناتمام رہا
 نبی رہا نہ چنان میں کوئی امام رہا
 نہ فکرِ صبح نہ سودائے قوتِ تمام رہا
 سمندرِ ناز تر یا ربے کجام رہا
 جنونِ نچتہ کے خاطر خیالِ خام رہا

رہا شباب کا جب تک کہ ولولہ باقی

ہر اک حسین کا بدل منتھی غلام رہا

مٹ گیا لطفِ زندگانی کا
 ہے مرقعِ تری جوانی کا
 لطف کس کو ہے اس کہانی کا
 ملک ہے عمر جاودانی کا
 وصل ممکن ہے یا رجائی کا
 پرکنا مرغِ آسمانی کا
 ہو بُرا مرغِ آسمانی کا
 شور ہے میری جان فثانی کا
 اُتھ کا بنے ضرور مانی کا

اُسکی بات اُسی کا یہاں مقام رہا
 خیالِ دل میں معانِ یہاں مدام رہا
 بہار جاتے ہی کسکے چن سے پنچہ و گل
 عدم کسی نے کہا پہنے نقطہ موہوم
 اثر پذیر نہ ہرگز ہمارے اشک ہوئے
 مسافرانہ ہم آتے تھے بحرِ ہستی میں
 نو دخط کی ہوئی قدر زلف و خال گھٹی
 نورِ رقم نہ ہوا جبک حسن و عشق کا حال
 جو حالِ پیرِ خسرا بات پوچھتے جھکے
 دہرا ہے جب سے قدم کو پہ توکل میں
 ہمیشہ وار رہا بندِ نقاب صاحب کا
 کھلا نہ رازِ محبت بہت تلاش رہی

ٹل گیا وقت کیا جوانی کا
 جسکو کہتے ہیں یا رہِ تمام
 سن کے بولے مرا فسانہ غم
 کیا بیانِ رتبہ شہادت ہو
 کیا کروں کا میں دولتِ کونین
 گم ہوا دل سے نالہ جا بجا
 اُوٹھ گیا صبح یار پھلوڑ
 دہوم ہر سمت ہے سخن کی سرے
 کھنچے اس برق و شمس کی گر تصویر

سُرمہ زیبِ نگاہ کرتا ہے بُلِ مِثا تیغِ اسفہانی کا
زمزمے منتقی کے گرسن لے

و دم گھٹے مرغِ بوستانی کا

دہیان آیا جگمھی اُسکے رُخ پر نور کا
عشق میں موئے کمر کے اسقدر ہونہو توں
ہو رسا ایسی کمند فکر میری اندون
شیخ وزا ہدسا جہان میں کوئی خود مطلب ہیز
ساقیا لا جلد تو جامِ شہاب لالہ گون
خاکسارانِ جہان کے واسطے فرشِ زمین
ہے قدر انداز ایسا خاتمہ مضمون تراش
نمانِ محبت کا نہیں دہیان اسکو ہے نانِ جوین
پاسِ وئی ماہِ وُشس کے دیکھ کر خالِ سیاہ
پھر گیا آنکھوں میں جلوہ صاف برقِ طور کا
ہاتھ میں میرے عصا ہمارے ہے پائے نور کا
پاس آ جانا ہے کچنکر مرغِ مضمون دور کا
کی عبادتِ خوب ہی لایج جو پایا حور کا
دہیان آیا ہے کسی کے دیدہ محمور کا
مرتبہ رکھتا ہے ایدلِ مسندِ فقور کا
تا کتار بتاتا ہے ہر دم یہ نشانہ دور کا
دل ہے کشلِ گدا کا نہ نہیں نفور کا
دل بکرا ہے ہی دودہ چہرا غِ طور کا

منزلِ ہستی میں آٹھرا ہے دودن کے

منتقی ورنہ مسافر ہے نہایت دور کا

سودا ہوا ہے سرمیں بہت عز و جاہ کا
ماران ہوں شیفۃ ہوں اُسی کی نگاہ کا
دیوانہ وار کوئی بتان میں جو میں گیا
میری طرف سے جا کے کہو آسمان سے
پیرِ مغان نے کوچہ آفت دکھا دیا
ہر رنگ میں ہے جلوہ جانانہ آشکار
دم بھرتا ہے اُسی کا ہر اک شیخ و برہن
صوفی صفا پذیر ہیں رند پاکباز
جو کچھ کہ کھد یا تھا ازل میں وہی کیا
پشتارہ دوشس پر ہے ہمارے گناہ کا
مالک جو ہے جان میں سفید و سیاہ کا
رتبہ تمام مجھ پہ کھلا لا الہ کا
بتا ہے کیوں سپر تو مرے تیرا راہ کا
ہاتھ اگیانِ شان مجھے سید ہی راہ کا
پر دابہ میں رہا ہے ذرا اشتباہ کا
کب طالبِ ثواب ہو مور دگناہ کا
مالک ہے ایک ایک ہر اک اپنی راہ کا
اس سے گھٹے بڑھے تو ہوں مور دگناہ کا

بے حکم آپ کے نہیں رکھا ہے اک قدم
نفسِ حریص بھی ہے توکل کے گھات میں
نماق کا بوجھ سر پہ مرے ہے گناہ کا
دشمن ہوا ہے اور سنو جو رشاہ کا
جو یا ہوں اس جہان میں اور راہ کا
کیا اُمتی نہیں میں رسالت پناہ کا
روشن ہے جب سے شمع ہدایت جہان میں

باقی نہیں ہے نام ہی روزِ سیاہ کا
ہو گیا عاشقِ شہید بتِ مرجانی کا
خاک میں مل گیا دعویٰ مری دانائی کا
حیف سودا نہ گیا میتس سے سودائی کا
دائع اچھا نہ ہوا لالہ صحرائی کا
جب سے نازک کمر یار کی کبھی تصویر
ہو گیا شصہ میں شہرہ مری بنیائی کا
مید آیا ہمیں عالمِ شبِ تنہائی کا
سجد تیرہ میں جو وقت گذرا پناہ کا
باز ہے مجھ کو گم یار کی رسوائی کا
آسمان سر پہ اٹھا لون میں کروں وہ کا
ہے بجایا رکھو دعویٰ مرے یکتائی کا
حرم و دیر میں نانی نہیں پانا اسکا
قطع ہے جسم پہ جامہ ترے زیبائی کا
کبھی عاشق نہ ہوا انسان بتِ ہرجائی کا
مدتوں کام رہا آبلہ فرسائی کا
پاؤں پر یار کے ہے قصدِ حسین سائی کا
حرم و دیر میں غل ہے تری رعنائی کا
منتظر رہتا ہوں میں آمدِ بالائی کا
مٹ گیا آج تو دعویٰ تری یکتائی کا

منتہی روزِ جزا ہو نہ فیضِ یارب

متحل نہیں بنو ترا رسوائی کا

متبلا یہ دل ہوا جب یارِ رنگا ہو گیا
گر پڑے عشاق اسکی تیغِ خون آشام پہ
شمع بے پردہ ہوئی قربانِ تنگ ہو گیا
کُل شہادت کے طلبگاروں کا رنگ ہو گیا

دفن کر کے فاتحہ پڑھ کے مرا بولا وہ شوح
 بزم میں جل کر کیا شبِ اُلفت آشکار
 گر کے اسکے کو پہ تار یک میں نکلا نہ دل
 وصف دیر و کعبہ کا مہنے جدا گانہ کیا
 بڑھتے بڑھتے اپنا طول زندگانی کم ہوا
 خوشنما ہے اس رخ روشن پہ کیا خال سیاہ
 شاہ ہفت اقلیم سے ایدل گدائی دہر گنت

آج بیمار محبت مرا چٹکا ہو گیا
 شمع کے مانند پروانہ بھی ننگا ہو گیا
 پیچ زلف یار کا مجھ کو اڑنگا ہو گیا
 ایک ہی مضمون تھا فقرہ دور لگا ہو گیا
 گہٹے گہٹے جانہ ہستی اوٹنگا ہو گیا
 زریب گلزارِ رام کا لا بھنگا ہو گیا
 ڈرنگ سے آیا دامن سے یہاں کدھنگا ہو گیا

یوں کہیں گے یار اقلیم سخن میں اندون

منہس ہی ایک ہی کٹا دینگا ہو گیا

حال میری بزم کا بہ نئے نئے جانانہ تھا
 بزمِ عشق یار میں غافل تھا یا فرزانہ تھا
 یہ ہوا ثابت مجھے اسے ساتی روزِ ازل
 روزِ آرایش یہ تھی آہوں بھر اسکی نمیں
 روبرو سے اسکے آئینہ جدا ہوتا تھا
 نیمِ رات ہی چشمِ وقتِ خواب اس منجھواری
 دیکھتا ہوں اسکری حشر کیا سو کھلک
 سمجھا حارث غزل دنیا کی خوش ایلو بک
 اہل دنیا زن پرستوں کو نہ سمجھا میں بھی
 تھا خیال ساتی مہوش سے دل روشن مرا
 کھوکھو کے نورِ حُسن کو خط سیہ خود رہ گیا
 چشمِ اشک آو دے ہلکے بھی ثابت ہوا
 کونسا دل تھا مے وحدت سے جو مٹو تھا
 فیض کھنا تھا مجھے زاہد برہمن بت پرست

آہ سوزِ ان شمع تھی دل صورتِ پروانہ تھا
 اپنے اپنے حوصلہ میں ہر کوئی دیوانہ تھا
 آدمِ خاکی شرابِ عشق کا پیسا نہ تھا
 دنگو آئینہ تھا شب کو زلف تھی یا شانہ تھا
 شیفہ آئینہ تھا اپنا آپ وہ دیوانہ تھا
 لیے خبر ساتی پڑا تھا وادیرِ میا نہ تھا
 جب کوئی کتا ہے ہم تھے یار تھا پیسا نہ تھا
 کون تھا سنا راسکا کون صاحبِ خط نہ تھا
 اسقدر بھگو خیالِ بہتِ مردانہ تھا
 ساغرِ مے رات کو لینے چراغ خانہ تھا
 خط نہ تھا آخری ہوئی جاگیر کا پروانہ تھا
 مردِ مِ آبِ کی بھی ہمراہ آبِ ودانہ تھا
 ساتی گردوں دو کتا کیا جہانِ مخمنا نہ تھا
 کونسے جانتی جان میرا نہیں افسانہ تھا

جس قدر وہ مجھ سے بڑا عین بن گیا اس قدر
 وہ ہوا خاکی سے باہر میں بھی بنگا ہو گیا

روبرو میرے رہا جب تک کے دم میں دم نہ
پائے خم پر سر تھا گا ہی گاہ تما سا عریف

جھا گیا خوابِ عدم محپر یکا یک منقہ

یہ نہیں معلوم اسبا کون افسانہ تھا

دیکھئے کھانی ہے سرس کس کس خیف و زار کا
جا بجا چرچا ہے میری طبعِ طرار کا
ہونا ما بین مژدہ چشمِ سیاہِ یار کا
چار سو شہرہ ہوا بتو بولے زلفِ یار کا
جسمِ خاکی چھوڑ کر اکدن بکھائیگی روح
بادشاہی دو جہان کی دی مجھے کر کے شہید
دیر کو جاتا ہے گا ہی گاہ کبے کی طرف
بادشاہوں کو مبارک چتر زرین ہو مدام
تندرستوں سے زیادہ جانتا ہوں کشت
راہ جاتی ہے نہیں دل ترے اغیار کی
مرتے ہیں اغیار اسکی خوش بیانی کو کھنکھار
اسکی آہِ آتش سے چائے ایدل حذر
جمع کرتا ہے جو مال دنیوی کو روڑوڑ

جو کیا اچھا کیا جو کچھ کر لیا خوب

دم نہ مار و منقہ موقع نہیں تکرار کا

پھر فراقِ بار کا بارالم پیدا ہوا
روزِ فرقتِ مر کے کاٹا تھا شبِ ہی بھر کی
میں نہیں پیدا ہوا پیدا ہوا رنج و طال
سختِ غم دن رات بٹاتا جہان کے کاٹھن

جس دل ڈرتا تھا میرا پھر وہ غم پیدا ہوا
وہی غم بھولا نہ تھا یہ اور غم پیدا ہوا
نہیں پیدا ہوا جو دستم پیدا ہوا
مثلِ انفساںِ جدیدہ دمِ دم پیدا ہوا

نالہ دل کثرتِ آہ و فغانِ داغِ جگر
عشق کی راہوں سے شیخ و رہمن ہیں بھیر
کر رہا ہوں سیرِ عالم کی مین اسیمینِ رُوزِ ب
دے گئے صدے پہ صدے ہکو یا رِ وِ گان
شیخ سوزانِ کیطح اس نرم عالم میں مام
یہ ہماری واسطے جاہ و حشم پیدا ہوا
دیر کیوں پیدا ہوا بھر کیوں حرم پیدا ہوا
دل بخل میں اپنا گویا جامِ جسم پیدا ہوا
ان کے قانون سے ہمیشہ غم پہ غم پیدا ہوا
جو کوئی پیدا ہوا با چشمِ نم پیدا ہوا
روحِ دم دل پر کیا لگا تیغِ فراقِ یار کا

منقہ اک جاوہ ملک عدم پیدا ہوا

تیغِ خزانِ جسم کھینچی خالی گلستان ہو گیا
کثرتِ جو داغِ دل کی تھی پیر میں نرم دہوئی
خطِ سیمہ پیدا ہوا کیا اوس پر ی کے گردِ
اسے کاتبِ اعمال تم منہ دیکھ کر تم بجا و گر
دیکھا ہے تو نے کیا کہیں بختِ دلِ عشاق کو
گرمی تھار و حُسن کی یہ تو فگنِ جدم ہوئی
وا ہو گیا عشقِ نھان آنکھیں سوہنِ غنچہ نشان
سمجھامینِ سند شاہ کی اس بوریائے فقر کو
آنی تھی جو امی قضا جو وقت تھا اسکا بند
وصفِ نظِ رویِ صنم و رودِ زبانِ دیدم
دیکھا بھارِ جسک جب یار کھل اندام کے

تیغِ نگاہِ یار کا جب نہا مجھے بڑا

یہ جائے تن منقہ ہر شکلِ کتان ہو گیا

الف کا تخمِ زرِ عہ دل میں جو بویا
دلی صفا کو خواہش دینا کھو دیا
سرگرم نرم یا ر میں دیکھا جو غیر کو
ہکو کمالِ عشق نے دنیا سے کھو دیا
تردا مہنی نے جائے تن کو بھو دیا
جب بس چلا نہ کچھ صفتِ شمعِ رو بویا

شبِ نیم نے شب کو حالِ پیکر کے جو رو دیا
دارِ فنا میں اسکو عبث توئی ہو دیا
ساتی کا شکر کر کے لیا ہکو جو دیا
تا تو نے اپنے کیا دُرُ شہوار کھو دیا
اب بقاءے دامن عصمت بھگو دیا
موتی تھا خوب ہال کے اندر پرو دیا

کیا جائے گزری کیا گل و لالہ پہ عیب
منصورِ نخلِ باغِ شہادت تھا باغبان
جامِ شرابِ نابے یا پاکہ جامِ درد
دل کی صفا کو حرص ہو اسے مٹا دیا
عاصی کیا فقط مجھے طولِ حیات نے
سوئے میانِ یار کو دل سا صفا دیا

اچھا کیا دیا جو زرو مال منتھی

یہ تو تباؤ دکھو کھان تنے کھو دیا

کسی رند کو پہنچے بیجا نہ پایا
جو ہوشیار تھا اسکو دیوانہ پایا
کبھی حبِ دُخواہ سودا نہ پایا
کھین بارِ ترا تھکانا نہ پایا
دمِ امتحان کوئی ہما نہ پایا
کوئی آفتک ایسا صحرا نہ پایا
کوئی ایسا مضبوط پایا نہ پایا

حرم کی طرف روئے میخانہ پایا
تری بزم میں پہنچے او عشقِ کامل
ملا عشقِ کامل کا کب کوئی کامل
ملا سیکدہ میں نہ ذیر و حرم میں
زبان سے تھے جانبازا اس کی کتنے
سمائی مرے وحشتِ دل کی ہوتی
مڑے ملکِ کونین کے ہم اور تاتے

حرم میں رہا گاہ گہ سیکدہ میں

کبھی منتھی تجھ کو بیجا نہ پایا

جو کمین اسکا ہے وہ راحتِ جان کسکا
کس کا ہے آفتِ جانِ راحتِ جان کسکا
تم مجھے نہیں اتنا کہ زبان ہے کسکا
نیکل آئید یہ دل بھر نگران ہے کسکا
مجھ کو معلوم نہیں وہم و گمان ہے کسکا
صورتِ عجبہ تصویرِ دامن ہے کسکا

دل مرے بھلو کے اندر یہ مکان کسکا
نہ کھلا کچھ نہ کھلا وہ بتِ سفاک حسین
قتل پر عاشقِ شیدا کے جو باندہی ہو کر
جو عینِ خلدِ برینِ و نظر ہے اپنے
نقطہ ہے تنگ و بین ہو سکا ہر ایک کسکا
کس کا ہے غیرتِ گل ہے عینِ عالم میں

غیرت لالہ و گل کس کے ہیں یہ عاشقِ خم
روح خوش ہوتی ہے دل کھلتا ہے مثل گلِ تر
گھنگھو کرتا ہے واعظ سرِ منبر کس کی
یار کا یار تو ہو کوئی محبت میں تو جا
یہ کسی عاقل و فرزانہ سے پوچھوں ملک
ایسا خوشبو صفتِ غنچہ دمان ہر کس کا
آجکل نام مرے درِ زبان ہے کس کا
نغمہ بلبل گزار بیان ہے کس کا
پھر تو یہ خلدِ برین باغِ خان ہر کس کا
راز کس کا تھا نہاں آج عیان ہر کس کا
منتہی یارِ گل اندام ہے بر میں اپنے

آج کی شب صفتِ خلدِ مکان ہر کس کا

ہر اک شرمین نظر آتا ہے جلوہ یارِ جانی کا
مناوَنِ فصلِ گلِ مینِ دُورِ جوشِ جوانی کا
بیان کس نغمہ سے ہو صدِ نہ فراقِ یا یابی کا
نہ صحرائے کو بھاتا ہے نہ گلشنِ ہی خوش آتا ہے
مہجبانِ ہر زمانہ کا وہ مہرِ خوش لقا اپنا
شگفتہ گل کوئی جب دیکھتا ہوں جاوِ گلشنِ
نظر آتی ہے جب ستفِ فلک پر کثرتِ انجم
آتا راسِ مراثن سے بیکباری مجھے بخشے
تو ہی ہے لطنِ مادرِ مین ہمارا پالنے والا
جنازہ پر جنازہ اُسکی کوچے سے نکلتا ہر
ریخِ رنگین کی آرایشِ مین از حدِ غل ہو چکو
شہیدِ تیغِ ناز اپنا کیا تنے نہ اڑتا تُل
سیرِ زلفِ صنم کا ہونہ کوئی تبلا ہر گز
عطا کی عقلِ بخشِ ہوش آئے منتہی جھکو
بیان کیا کیا کروں اللہ کی مینِ مہربانی کا

بی طلبِ کہینِ مری آری گیا بارِ اپنا
خوب بیدار ہو اطلاعِ بیدار اپنا

آپ کا کارہے وہ اور ہیہ کار اپنا
اندون خوب ہی گلزار ہے گلزار اپنا
قطع ہو جائیگا دینا سے سر کو کار اپنا
بند کر ماہِ فلک دیدہ بیدار اپنا
خوب ہی اچلیگا سودا سرا بازار اپنا
بند کر یا ہر اک روزن دیوار اپنا
آگیا یاد مجھے دیدہ خونبار اپنا
کام جو کر نیکا تھا کر گیا سب بار اپنا
اب نہ مونس ہے کوئی اور نہ غمخوار اپنا
ایک دن ہوئیگا جینا تھے دشوار اپنا
راز دل لب پہ نہ لانا تو خبر دار اپنا
کیون نہیں کرتے اچھا کوئی بیمار اپنا
ہوئیگا ابر کرم دامن کسار اپنا
سمجھا ہے نقل ہما سایہ دیوار اپنا

دیکھ بھر کوئے قناعت میں خفا کی قدر
منقی توڑ تو پھلے بتِ پندار اپنا

کلے کارون و نی کا دیوالہ
ہے نظر سوئے عالم بالا
اک زمانا کیا تہ و بالا
کاٹ کھائے گاناگ ہے کالا
سرگی چشم کا وہ دُنِ بالا
بھر گیا مجھ سے گود کا بالا
ما فلک پھونچے گا مرا نا لا

عاشقی صبر و تحمل ستم و جور و جفا
یار پر رنگ جوانی کا نہایت ہے کرم
ہاتھ جس روز کہ پڑے گا جنون کا مل
بام پر پردہ نشین یا گر پھلو میں مرے
فضل گلِ شور پہ ہے زور پہ ہے جوشِ جنون
دور میں چشمِ نبی ہے ترے نظارے کو
وصل میں جامِ مے سُنخ کا چھلکا جدم
منزلِ عشق بنا ہے دماغ و دلمین
جگر و دل کو میں رو بیٹھا ہوں مدت گزری
تین نہ کھتا تھا دلا کوئی حسیان میں بجا
آسمان سر پہ کھڑا ہے ترے چلو صبا
نکمو اے یار سیجائے زمان کھتے ہیں
خفق ہوئیگی مرے جرم جنون کے ہاتون
ایک عاشق کو پھٹکنے خدین دیتا شبہ حسن

لاچکی یار سے پڑے پا لا
دل ہے جو یا بلند مضمون کا
مگر دیش چشم نے ترے پارے
گیسوئے یار کو نہ چھیرا بدل
تیرے داو ہے پئے عاشق
سوئے دنیا ہوا دل محزون
دلِ جہت بلند رکھتا ہوں

کج ناک ہو میرا مصرعِ شعر
سردِ محروم لئے اس زمانیکے
فکر کو نین کی جو رکھا ہوں
اشک گر ہوں پسند یا رمر
دیدہ صاحبِ قناعت میں
ہمنے تیغِ شکیبے کب کا
دکلی سا پنچے میں ہے اُسے ڈالا
کشتِ امید پر پڑا پا لا
پیتا ہوں میں شرابِ دلا
موتیوں کا بکھی نہ لون مالا
دُرِ یکتا ہے صورتِ نازا
نفسِ سرکش کو مار ہی ڈالا
بعد مرنیکے منہ تیرے

ماورِ گیتی پھنے رنڈ سا لا

راز اس دل کا جُدا ہے لبِ لہار جدا
تینے کو کھینچے کھڑا ہے بُتِ خو خوار جدا
بتلا اسکا میں ہوں وہ ہومرا دیوانہ
اہلِ دنیا ہن جدا طالبِ عقبی ہر جُدا
حلقہ گیسوے مشکین کو وہ کٹا تا ہے
کم نھین ہوتے طلبگارِ شہادت اس کے
خوابِ غفلت نہ مری آنکھوں میں آیا تا ریت
نقشِ دنیا ہے جدِ نقشِ محبت ہر جُدا
دل کے خواہاں میں جین لکے ہن خواہاں عشق
اُسکی ہر کم سخن باعثِ شیرین سخن
دور ہے منزلِ مقصود سے ہر ایک شبر
اتنی وسعت پہ اسی بخشی ہے کیا کیا حدت
ایک دہے گئے دے سے جبر و شکیب
ہین جدا پردہ نشین مردم باز جدا
سر جھکائے ہوئے بیٹھ میں گنگار جدا
وہ گرفتار جدا میں ہوں گرفتار جدا
بواہوس لوگ جُدا عاشقِ سرشار جدا
مارے ہوتا ہے ہوشیارِ سرا جدا
روزِ سرتن سے وہاں ہوتے ہن دُچار جدا
مجھ سے اکدم نہ ہوا طالعِ بیدار جدا
سکے دانع جدا سکے دینار جدا
اسکے طالب ہن جدا انکے طلبگار جدا
کیا گلہ اسکے نہ ہو گو لبِ اظہار جدا
بچھے پاتا ہوں زمانیکو میں او بار جدا
خانہ دل کا گروہ ہے کوئی معار جدا
ایک دہے ہوئے ہن مرے غمخوار جدا

دیدہ دل سے جُدا کیوں نہ ہو چشمِ جانان

منہی رقت ہے پیار سے ہزار جدا

مکان کو چھوڑ گیا صاحب مکان تنہا
 تمام عمر را اپنا آشیان تنہا
 پھرا ہوں زلیست میں اپنی کہاں کہاں تنہا
 میں کیا کہوں کہ رہا ہوں یہاں وہاں تنہا
 مری طرح سے جو پھرتا تو آسمان تنہا
 نہ پیر ہو کوئی تنہا نہ نوجوان تنہا
 یہ وہکان ہے جس میں ہے میرزاں تنہا
 جو گوشتِ دل سے سنے سیری دہستان تنہا
 نہ چھوڑا مجھے پیری میں اوجوان تنہا
 چلا ہے بوکا گلستان سے کاروان تنہا
 جلیں ہیں شمعِ صفت میرے آفتوان تنہا
 مری نظر میں جہنم ہے گلستان تنہا
 جہاز کچھ لکے لانا ہے بادبان تنہا

دکھا کے فردِ عمل منتھی بروزِ جزا
 چلے گی صورتِ مفروضہ یہ زبان تنہا

گاہ داسن نہ ہوا گاہ گریبان نہوا
 حیف ہے قبضہ قدرت میں پستان نہوا
 جنگڑی درد ہوا اسگرہی دربان نہوا
 حسبِ خواہ ہمارے کوئی جانا نہوا
 سامنے آسکے کبھی ہوسم نسیان نہوا
 مجھ سے کس روز جنون دستِ دیگر بان نہوا
 ایسا ہندو نہ ہوا ایسا مسلمان نہ ہوا
 اب جنون کب میں ترے مانوسے عریان نہوا

نکل کے روح گئی تن سے بیگان تنہا
 لانا نہ دل کو کوئی مرغِ خوش بیان تنہا
 کبھی عدم میں رہا کہ وجود میں آیا
 عدم میں کون تھا اپنا وجود میں ہر کون
 تمام حال تری سرکشی کا کھل جاتا
 کسی بشر کی نہ مٹی خراب ہو یا رب
 سوائے روح نہیں کوئی جسم کا مالک
 نہ زمزم سے وہ سنے عندلیب کے تارِ نسیت
 دمِ سحر نہ مرے پاس سے تو اٹھ جانا
 اوڑا ہے نرم سے اس گنجلار کا شہرہ
 لپٹش سے آتش گل کی بہار میں بیل
 نہ یار ہو وے نہ مے ہو نہ ہو جو تو ساتھی
 کشش سے اپنی دل یار کھینچ کے آئے گا

کب میں یاد ستِ جنون بے سرو سامان نہوا
 حسنِ نیرنگِ صنم سے میں متقابل کرتا
 خواہشِ وصل ہوئی جب ہوا وصلِ نصیب
 مال کیا مال ہے نقدِ دل و جان تک دیتا
 صدقِ چشم نے جس دم کہ گرائے دُشمنک
 تنگ کہ سن کیا وحشتِ دل نے جھگو
 راستی راہِ حقیقت کی دکھاتا وہ مجھے
 کب نہ لٹے لٹے پونشاک کتے میرے ظالم

عشق کے راز کو میرے نہ چھپا یا چھپا
تجھ سے کام اتنا مرا دیں گے یان نہوا

منہی دیر کی خواہش نہ حرم کی بھگو

دہرین تجس کوئی گبر و سلمان نہوا

پُر اثر زور پہ چہ بدن مرا نالہ ہوگا
فتنہ ہے طفل کوئی دن کو قیامت ہوگا
پاؤں پھلا کے مین بھینو لگا کسی صحرا میں
تسخ کھینچے جوئے جاتا ہے وہ سجدہ کثیف
کبھی کونین کا جھگڑا نہ چھٹے گا ایدل
عشق کا راز چھپے گا نہ خون کے ہاتھوں
عشق کا روگ مٹا دی کوئی ایسا ہوکیم
سیر گوشت دنیا سے ہے منعم تو آج
خوشنما خط سیدہ گر رنج یار جو جو
پاس رہنے نہیں وہ خط سیدہ دے
زیب رنج ہوگا کبھی خط سیدہ نام سے
طیش عشق سے اس بحر لطافت کے لئے
وعدہ دیدار کا رکھا ہے دم شرانے

منہی اسکا تو شاینی کوئی مردا ہوگا

جد سے وقت ہوگا چار عنصر کی مدد لیا
تو کل پیشہ ہوں بہت مجھ وہ دی ہو جائے
ہر اک شاہ و گلا اس شاہ سے روزی کا لایا
ہوا کب وصل ممکن جیسے جی اس جو کا بھگو
رنگ گل ہوائے دہر نے بکری کے اٹکے
عجب محبوب با اطلاق سے تو بحر عالم میں
بھروسہ کر نہ ہرگز چار ذکی آشنا لیا
بسمت ہوں دل دست دعا کا تسہ لیا
جان کے دور کو سمجھا ہوں مین کا سہ لیا
رہا جنتک مین زہدہ عم را اسکی مدد لیا
جو لیکر آئے تھے ہمراہ بابہ پار لیا
ہر اکدم مار تا ہا یر تیری ہشتا لیا

قفص لودا ہوا مردہ ہو پیل کوربا نیکا
 کر نیگے یاد کیا ہم اسے خدا تیری خدا نیکا
 بنا ہے دین پنا مرا کا سہ گدا نیکا
 یہ آئینہ نہیں آلم ہے اسکی رونما نیکا
 ہوا ہے شوق دکو تیرے پار چہ سائیکا
 بیان کیونکر کروں میں روح و قالب کی جد نیکا

نہ کیونکر زبید میکش ہو دان جیسا ہو نیکا

یقین کر مٹھی ہر شیر عاشق ہر تریکا

بھڑا ہار سے بھر لے حوصلہ د لکا
 جدا ہے ایک زمانے سے مشغلا د لکا
 مجھے خراب کیا کیا بگڑ گیا د لکا
 چلے ہی آؤ کہ جاتا رہے گلا د لکا
 خدا کی شان ہے دیکھو تو حوصلہ د لکا
 پڑا دیو سیہ سے مقابلہ د لکا
 نہ خستہ کبھی ہوئے گا فیصلہ د لکا
 برا تو کیا کہوں ہوئے بہت بھلا د لکا
 کبھی تو جوشش پہ آئیگا ولولہ د لکا
 وہ کون ہے کہ جو سمجھے معاملہ د لکا
 چمن پہ روپ ہوا شور ہے خدا د لکا
 گنہ ز گھیا ہے فلک سے ہی مرتبا د لکا
 مجھے گما پھوٹے جس روز آ بلا د لکا

نوشہ از لی منتھی دکھا دینا
 مقابلہ ہو اگر اسس کریم عاد لکا

نخل اور رُوح تن میں ضعف پر یہیں لب
 نہ اپنا دل ہوا اپنا نہ اک صُبت پر رنما قابو
 طلبے ہستی ہے ہر دم دولت دیدار کی سکو
 صفا ہوتا ہے دل ہوتی ہے پیدا یار کی صفت
 چمن میں زیر سرو اسے بار سایہ جب دکھا
 فراق یار کا صدمہ زبان برلا نہیں سکتا

لگاؤ اس بُت یگین سے بھر ہوا د لکا
 کبھی ہے آکھی ہے فغان کبھی نا لہ
 یہ کچھ کچھ کے لے لے گیا ہون کی طرف
 مری طرف سے اسے قاصد ایہی کہنا
 کجا ہے جذب سے اُس بت کو اپنے قاتل
 شب فراق کے صدمے سے سامنا ہر دم
 نہ خشن و عشق کا جگر آئیگا عالم سے
 تلو سے تلکے مجھے کس غدا میں ڈالا
 کبھی تو ہوئے گی دیوانگی مری مشہور
 گیسے محال جو ہو خانہ خدا سے خبر
 بہا چن کے گرنے میں چھوٹے عاشق
 نیاں پردہ نشین یار نہیں رہتا ہے
 جھکو ہی دیو سے گا جھکا جا عہد

شمعِ روزِ یبِ انجمن نہ ملا
 اُس پر ہی کا چہ ذقن نہ ملا
 رتبہ فیش و کو ہمکن نہ ملا
 ایک بھی واقفِ وطن نہ ملا
 پھر کوئی ایسا پیرہن نہ ملا
 خاکِ مین اپنا بانگپن نہ ملا
 بننے ڈھونڈا تیرا دہن نہ ملا
 آج تک والے دکن نہ ملا
 جھکوا چھا ہوا کفن نہ ملا
 بلبلِ زار کو کفن نہ ملا
 گل کو بلبل کا پیرہن نہ ملا
 نہ ملا برگِ یا سمن نہ ملا

گل کوئی رونقِ چمن نہ ملا
 دل نے ڈھونڈا کمال ہو کر تنگ
 کوہ و نامون سگر کو ٹکرا یا
 اس دورِ اسی مین ملکِ ہستی
 جب سے پایا لباسِ عریانی
 چڑھ نہ اتنا دگان کے سہ ظالم
 خضر نے پایا چشمہٴ حیوان
 جذبِ دل کیا ہوا اثر کو ترک
 بارِ احسانِ جان کا ہوتا
 خوب تھے قدرِ دانِ اہل سخن
 اُس نے آغوشِ مین لپان نہ کھے
 باغبان اُس کے جسمِ نازک سے

مستحقِ مثلِ شہرِ یارِ الملک

آج تک واقفِ سخن نہ ملا

مڑھکان سائیکلہ کوئی چہ نہیں ملتا
 قابلِ مرے سو دیکھے کوئی نہیں ملتا
 ایسا کوئی گردانِ کبوتر نہیں ملتا
 کھتے تھے اکثر مرا ہمہ نہیں ملتا
 دے جو حالِ دلِ مضطرب نہیں ملتا
 ناچار ہیں یوسف سارا نہیں ملتا
 کس دن مجھے جامِ سے کوثر نہیں ملتا
 روشن ہوا آئینہ کو جوہر نہیں ملتا
 کھتے ہیں وہ تما نہیں کیوں نہیں ملتا

ابرو سا تو خوش خم کوئی خنجر نہیں ملتا
 دل دینے کے لائق کوئی دل نہیں ملتا
 ہدم کوئی قاصد نہیں ملتا تاجِ ہیرے
 جھٹ کر دیا آئینہ کو اس رنگے مقابل
 پوچھوں شہرِ روبرق کو نہیں ملتا
 پچھیں اُسے بے دام یہ ابنائے زمانہ
 کس دن دینِ پاک کا بوسہ نہیں دیتے
 دل صاف ہوا عقل دکھائی نہیں دیتی
 جو یا تو غافلِ ملامتی تو ہو دے

کچھ عقل میں آئے نہیں ابرو کے اشارے مطلب مجھے اس سبت کا اکثر نہیں ملتا

اے منتھی بستر کو مرے جھارتا ہوا

جس وقت کہ ڈبوئے تن لاغ نہیں ملتا

تو کر کے قتل بہت یار کو بکو آ یا
کھانسنے قاصد فرخندہ فال تو آ یا
چلی نہ منت وزاری تو بن گئی دم پر
کبھی نہ تو نے کبھی عاشقوں کی افواہ لم
ہمیشہ بھگور ہی ایشک پر انہر کی تلاش
دکھائی شکل کبھی صورت گل ولالہ
ہزار بار جہا میں لگا ہ قاتل میں
گہر کے کہنے لگا سن کے شبے فریاد
کہا یہ دیکھ کر آئینہ خط کے آنے پر
سما گیا گھی واسق میں گاہ غدار میں
بنا ہے جسم مرا اتفاقی عنصر سے
ہر ایک آیا ہر ایک کام کو زمانے میں
سکھ میں طوق جو منت کا پارے چھا
کھکے ضیق گل ولالہ چین میں عالم کے
بکھا تو چھاری چھیا تھا ای آخوان یہ ہے

عدم میں کس سے چھا غصی بتا دے

کہ اس جان میں روتا ہوا جو تو آیا

مرے وقار کو ہرگز نہ آسمان چھا
دماغ بیل گلشن نہ باغبان سمجھا
دماغ کو دور ملک ماہ و دان سمجھا
جان کو ملک عدم کا میں کاروان سمجھا
دماغ کا مضمون وہ مسابقت
مواحد شش اسے جو کوئی جان سمجھا

مزاج یار کا کسوقت میں کہاں سمجھا
صریرِ خامہ کو ببل کی داستان سمجھا
مگر یہ پیرِ فلک جھکو نوجوان سمجھا
زمینِ شمع کو مانندِ آسمان سمجھا
میں ایک حال کو تیرے کہاں کہاں سمجھا
دلِ شکستہ کو ٹوٹا ہوا مکان سمجھا
جس میں تنشِ گل کا اُسے دہوان سمجھا
برنگِ شمع نہ کوئی مرئی زبان سمجھا
عدم کے فافلے والوں سے رہ گیا چھٹ کر

میں منتہی کو پس گر دیکھا روان سمجھا

وشمنون کو میرے سودا ہو گیا
دیکھ لینا حشرِ برہا ہو گیا
گر عدم سے اب کی آنا ہو گیا
آج وہ بیمار ٹھنڈا ہو گیا
قطرۂ نا حسینِ دریا ہو گیا
اب ترابِ ٹھنڈا کیلجا ہو گیا
قطع جب دستِ ثنا ہو گیا
میں جان میں مفت رسوا ہو گیا
یار تھا اپنا تھا را ہو گیا
یارِ لطفِ جام و مینا ہو گیا
بیٹھے بٹھلائے مجھے کیا ہو گیا
یہ دل مرا ہندو کا مردا ہو گیا
دل مرا پھلون کا تنکیا ہو گیا

بوقتِ ذبح کھلا حال بیوفائی یار
رقم کیا جو کبھی وصفِ گھنڈاِ صنم
آٹھا کے بارِ محبت کا رکھ دیا سر پر
رقم ہوا جو کبھی وصفِ مہرِ عارض کا
حرم میں دیرینِ گلشنِ سیکدہ میں صنم
کبھی نہ یار نے اسپنِ کرم کیا شاید
نظر پڑا رینے رنگین کے پاس جب کیو
بیان حال کیا میں نے لاکھ رُو کو

عاشقِ زلفِ چلیپا ہو گیا
دو قدمِ جدم چلا وہ ناز سے
ان حینون سے رہو گنا دُرو
پہک رہا تھا جو کہ سوزِ سحر سے
انشک نے پیدا کیا حسنِ قبول
جل بجھا اپنا تبِ فرقت سے دل
پاؤں پھیلا کر میں سویا چین
کلمہ دیا تھا جو ازل کو وہ ہوا
دل نے کی ہے آپ کے پھلوں جا
پسے گلشن سے آج
دل دیا تجھ سے بتِ بیرحم کو
ان بتوں کی سوزِ فرقت سے جلا
داعِ حقیق لالہ رونے یہ دے

اُس پر پوش کا چارے واسطے
نکیر اکھل و شرابے آخر یہ دل
رات آئی دن گیا و ببح ہوئی
جب حقیقت سے ہوا میں آشنا
قتل کر کے مجھ کو وہ کہنے لگا
پھر صفائی اُس سچا ہوئی
پھر صفا ئی اُس سچا ہوئی

منتہی زندہ دوبار ہو گیا
آشکارا غم نہ جان نہ ہوا تھا سو ہوا
خونفشان پچھہ مرگان نہ ہوا تھا سو ہوا
عاشق کا کل پہچان نہ ہوا تھا سو ہوا
چھا گیا خط سیدہ فام رنج زیبا پر
دکھ و وحشت نے اُڑایا ہر خدا خیر کر
زور ہے کافر بیدین کا خدا حافظ ہے
کوئی نے پیوہ دہن کے ہے تبسم کا خیال
عورت ناخال سیدہ ہے رنج روشن پہ سر
صفت پرین گل ترے ہاتھ تو لے خون
حسنِ نیرنگِ صنم کا مرے دل میں خیال
جیسا دل دیکھے تجھے یار میں پتیا یا ہوں
دیکھ کر اُس بُت عیار کا رو نور روشن

کہتے ہیں بلبلین ہر دم جن عالم میں
منتہی سب بھی غزل خوان نہ ہوا تھا سو
دیکھ کر قاعد اُسے جاے سے باہر ہو گیا
ہاتھ میں ساتی کے جب لبریز ساغر ہو گیا
چشمِ افنون گرے دیوانہ کو تر ہو گیا
عکسِ رخے صورتِ رشک گل تر ہو گیا

تیز ناوک اپنے تھمیں خطِ ساغر ہو گیا
جام سے شاید مرے طالع کا انتر ہو گیا
آبِ گرہ یہ ورنہ اونچا سر سے اکثر ہو گیا
بھر فارونِ شمنِ جان دیکھ لے زر ہو گیا
خشکِ مرغان کا ہوا خون لعلِ تپھر ہو گیا
جب گئے زیرِ زمین یہ نع برابر ہو گیا
خنجرِ بَران مجھے بالِ کبوتر ہو گیا
دورِ دارا بھی گیا دورِ سکندر ہو گیا
مجلو زہرِ جاگندا کالے کانتر ہو گیا
رفتہ رفتہ خائے دل عشق کا گھر ہو گیا

اسی نہ رُویوں کی صحبت میں ہا ہر عمر بھر

مشتعل بھی اپنے طالع کا سکندر ہو گیا

ہو گیا مدا و امری آشفہ سہری کا
دیوانہ ہوں پیاسے تری کو تہ نظری کا
ہوشیار کہ دنیا ہے تماشا گدزی کا
موقعِ ٹھن ایدل ابھی کبھی کا چری کا
عالم نظر آتا ہے چراغِ سحری کا
قائل ہے یہ عاشقِ ترا حسنِ بصری کا
مشتاق نہ ہونا کبھی کھوٹے سے کہری کا
کوٹھن چلنے کا چلن کبکبِ دی کا
نقشہ مرے دل میں ہے عمیقِ شجری کا
ہر ایک ہو معقول مری خوش نظری کا
مورِ دج ہے بندہ تو خطائے بشری کا

سُحرِ ہم سے جو وہ نشہ میں دلبہر ہو گیا
رہتے ہے گردشِ اسے ہر وقت ہم پیر
تو نہ پھٹکا پاس مجھ تکیں کے او غفلتِ شمار
حسن کی دولت نکو عشاق سے پیارِ غیر
جب لبِ لعلین کا اُس بُت کے ہوا مشہور راز
رتبہ نشہ اور تھا حالِ گدایانِ اوتھا
ناامیدی وصالِ یار کی لایا جو خط
نام باقی رہ گیا مردوں کا زیرِ آسمان
وصفِ گیسوسن کے وہ ظالم ہوا دشمنِ مرا
ہوتے ہوئے ہو گئی صحبتِ حسینی کی پسند

منہ جا گیا گیسو اگر اُس رشکِ پری کا
بھایا ہے دلا خالِ بٹھے رشکِ پری کا
پابند نہ غافل ہو بہانِ بے بصری کا
سے ہے نہ وہ گل ہے نہ بہارِ چمنستان
انجام کو جب دیکھتا ہوں دورِ جہان کے
آنکھوں سے جو دیکھیں ترا جلوہ تو یقین ہو
امید نہ رکھنا کبھی دنیا سے وفا کی
طے غیر سیہ رو سے نہ ہو گی کبھی منزل
ہے سہرِ وقدرِ یار کا ہر وقت تصور
ہر ایک کو ہر عشقِ مرے یار سے ایدل
بے حکم کوئی کام کیا ہو تو قسم لو

ہر مور ضعیف اندون بھان ہے زمین
ایسا ہوا شہرہ تری نازک کمری کا
قاصد ہی اس شمع شب افروز ہے کہنا
ہے منتھی مشتاق تری جلوہ گری کا

حسینوں کے قدم پر یہاں جو رستم پیدا
طبیعت اور بد اصلاح سے ہو بدتر شو گئی
صفائے چشم جان کی قلم تحریر جب ہوئے
ہماری زندگی نے دیکھا ہی موت کی صورت
ہو اے بستی موبہوم نے بھکوا اور یا ہے
ہمارے دلنے دکھلانے ہے بھکوسیر عالم کی
زمانے میں نہیں آسکا کوئی رہبر کامل
دورنگی سے زمانیکی ہلاک انسان کو
فراق و وصل دو ہزار دہن اک عشق بازی کے
بھرا دل میں اگر نیرنگ جسے باریکا نام

نہو تا غم زما یمین اگر ہوتے نہ ہم پیدا
پڑاے صرف مطلب کا کرے مشق ستم پیدا
کروں میں شاخ نرگس کا کہیں جا کر تلم پیدا
ہوا ہستی اپنی جادہ ملک عدم پیدا
ہوئے ہم جہان میں صورت نقش قدم پیدا
ہوا ہے قدرت حقے نعل میں جام جم پیدا
کرے گا راہ جنت کی ترا دست کرم پیدا
فلک نے کی جو عالم میں مگر تیغ دو دم پیدا
غم و شادی زما یمین ہوئے ہیں وہیم پیدا
میں بھجا پھر زما یمین ہوا باغ ارم پیدا

نہیں ہے زخم کاری لہ اپنے تیغ فرقہ کا

ہوا ہے اپنی خاطر جادہ ملک عدم پیدا

جب کہیں سنگ جہا کا تری شوگر ہوتا
وصل اُس پر کا اخیار کو ممکن نہ ہوا
عارض صاف دکھانا اُسے ہر آئینہ
عکس پڑ جاتا اگر اُس لب ترین کا دلا
آرزو ہے مری تجھ سے فلک شعبہ باز
دل سے رکھتا میں اگر کوئی قناعت نہیں
خاکساری سے جہ ہوتا مرا دل آئینہ
وصف کہتا میں اگر اُس تیرہ جوی کا دلا

عوض دل مرے پھلو میں جو تھیر ہوتا
جو نہ تقدیر میں کہا تھا وہ کیونکر ہوتا
گر ترے عہد میں اسے یار سکند ہوتا
آب و گیتہ ابھی شربت شکر ہوتا
تیرا اخیار یہ اُس یار کا خنجر ہوتا
صورت خسرو رخا و مرا اختر ہوتا
مخ مرا حشر کو شکل مہ انور ہوتا
خامہ میرا نہ ہوا کا پر شہر ہوتا

حسبِ دُعا وہ تجھے دولت و صلت ملتی

منتہی دُعا جو مقدر ترا یا اور ہوتا

انکس میں اپنے اثر پیدا ہوا
جب بیان اُس سے کیا پنجِ فراق
مر گیا عاشق جو رنجِ حشر سے
اِس دورِ راہی میں جہان کے زاہدا
پہلی غصین پہننے سے الفت دلا
ایک دن پوچھا نہ مجھے یار نے
آئینہ دِن بھر رہا اُسکا آئین
ہو سزاوار بلائے آسمان
بھیجتا تھا صدمہ ہون یا جاتا ہو نیز
سے تصور دل میں چشمِ مست کا
منہ کے بُو لا سکے پیغامِ وصال

منتہ نہ پھیرا تیغِ عشقِ یار سے

منتہی سا کون مر دانا ہوا

جو ملتی دولت و صلت خزانہ کیا کرتا
سلاشِ حق درجہ نام کی ایک مدت سے
جو نرم یار میں سننا وہ چھ میرے
جلا یا مزرعہ دل برقِ حشر نے اُسکے
نہ میکشی ہوئی ممکن نہ کوئی یار ملا
کلا و فقر اگر میرے ہاتھ آجاتی
نہ مارا تیرے گھر میرے ناتوان دلکو
عدم سے لایا مجھے اشکبارِ دُعا میں

جو ہوتا یا ر موافقِ زمانہ کیا کرتا
بہشت و جہنم کا مین آستانہ کیا کرتا
چمنِ بیلِ شیدا ترانہ کیا کرتا
سمندِ ناز کو وہ تازیانہ کیا کرتا
میں پڑھ کے شیخِ نمازِ دوکانہ کیا کرتا
میں اِس جہان کا تاجِ شہانہ کیا کرتا
ضعیفِ صید کو ظالمِ نشانہ کیا کرتا
زیادہ اس سے ستم آجے دانہ کیا کرتا

انجھ رما دل صد چاک زلف جانان میں

زیادہ اس سے کہو اور نشا نہ کیا کرتا

غالب ہوں دل سوساتی گلگون عذار کا
پیدا ہوا ہوں سرمہ چشم نگار کا
احسان ہے کمال دل داذ عذار کا
دل شیفہ ہے گردش چشم نگار کا
پوچھو نہ حال اپنے دل خاکسار کا
جو وقت زرمون پہ کھلی ہر زبان کا
کاٹنا نہ تو نے سختی شیرین کو کوہ کن
میرا جو شیفہ تھا ہوا اس پہ دل نذر
کب اس حسین کو عاشق مفلس کی چاہ
جسم گلی کو چھوڑ کے یہ روح چل بسی
سوج ہوا ہر صورت بخیر اندون
برسون سے شوق سانی گلگون عذار کا
اولٹا ہے آوے دے میرے برنقاب

جیسی ہے نگ چشمی احباب منتی

معلوم بھی نہ ہوئے گا صدر فشا کا

بے اثر اشکو نے منہ د ہوتا ہے کیا
تخم آفت کا نہ ہو گا بارور
کب سے سننا ہوں عدم کی دھم
تو تم کہی جیسے اس دنیا سے وہ
مستفکر تا ہے واعظ اک جان
دل کو دیتا ہے پے دنیا سے دل
آبرو اپنی عبت کھوتا ہے کیا
مزرعہ دل میں اسی تو تا ہے کیا
دیکھئے چل کر ومان ہوتا ہے کیا
باؤں بھلا سے ہوئے سوتا ہے کیا
وہ نگر دجال کا پوتا ہے کیا
مزرعہ ہستی میں تو پوتا ہے کیا

میری غفلت پر وہ بولا ناگھان
 انک یادِ یارِ مین تھنتے نصین
 واعط رند ہی بنجھوڑو گکھی
 نامحال دے چکا ہوں یار کو
 جمع کرتا ہے جو تو مالِ جہان
 چبت او غافل پراسوتا ہے کیا
 دیدہ ترچاہ کا سوتا ہے کیا
 اس ڈرانے سے ترسے ہوتا ہے کیا
 ترسے سمجھنے سے اب ہوتا ہے کیا
 بوجھ کو بیگا رکے ڈھوتا ہے کیا

ناکون کو منتھی دیتا ہے جا

کانٹے اپنے حق میں تو ہوتا ہے کیا

دل نورِ آملی کا جو کاشانہ بنیگا
 دل مسکنِ نیرنگیئے جانا نہ بنیگا
 گر ہوگا گذر ساقی سرشا کا امین
 وا ہوئی گئے عقد سے ابھی کیونکہ تمھارے
 دیکھے گا اگر آئینہ زخو تمھارے
 تحریر ہے کب حرفِ تقدیر کی خبر تھی
 بوسہ لبِ معشوق کا ہو بیکا میسر
 والدہ کو نین کے جھگڑنے چھتر گا
 کل ہوگا میسر محدثنگ کا پھلو
 اختر مری بیچ کا ہر دانہ بنیگا
 یہ خانہ ویران بھی پریشانہ بنیگا
 یہ دل بھی مئے ناب کا پیما نہ بنیگا
 میرا دل صدیاں اگر شانہ بنیگا
 وہ کونسا دل ہے کہ جو حیرانہ بنیگا
 جسا پہ ہے مسجد دانِ میخانہ بنیگا
 حیرت مری خاک سے پیما نہ بنیگا
 اس منزلِ ہستی میں جو دیوانہ بنیگا
 گو آج مکانِ آپ کا شانہ بنیگا

مارے کا تو کس وقت سگِ نش کو پیار

اے منتھی کس روز تو مردانہ بنیگا

نئی ہے روحِ جسد ہے مکانِ خامِ نیا
 شراب سے میرے جلو کو بھر کے یہ بولا
 تلاش کرتے تھے فرمانِ پذیرِ یار کی ہے
 قصورِ غیر پہ تعذیرِ ہر دے عاشق کو
 غریزہ رکھتے ہیں دلِ سحرِ جدید عاشق کو
 مقیم اسکا نیا ہے یہ مقامِ نیا
 برائے اہلِ قناعت بنا ہے جامِ نیا
 ہوا ہے دلِ تجھے بدِ خیالِ خامِ نیا
 لکلا لٹنے میں عالم یہ اختتامِ نیا
 وہ عینِ کدے پین ہر دن اسیرِ مہمِ نیا

صفائے روئے صبح اور لطفِ خطِ سیاہ
اسیرِ زلفِ بہت دیکھ کر لگے کھنکھنے
کبھی بنِ حبیب کے کھڑے کبھی گریبان کے
اسی سبب ہے دریا دلی تری ظاہر
مجال کیا ہے کوئی تیری بات کو سمجھے
ہمیشہ کرتا ہوں پیدائش و نثرِ مضمون
کسی کے دل میں کروں جا بیان کی سچے
جدا تو منزلِ ہستی ہو دلِ نادان

کبھی محبِ و دیوانہ گا ہ شیدا می

ہمیشہ رکھتا ہے اک منتہی کا نام نیا

عنصر ہر ایک جیکہ و مانِ مشتعل ہوا
تجھے ہوا ہے خاک کے پلے کو افقِ ہوا
فصل جو بھڑکا آتشِ عشقِ نگار کا
اور و نکا عیب جو تو رہا تا دمِ حیات
رشتہ ہے ایک سچ و زنا رکاوٹ
بہمین گئے سب کہ میرِ قیامت ہوا طلوع
آیا گھبراہونِ منزلِ ہستی میں بار بار
آتش سے ہجر کی دلِ مضطرب بیقرار

بہولا بھارِ خلد و جانِ یادِ منتہی

نیرنگے جہان سے تو مشتعل ہوا

یہ جتنے جانِ دہی ہے نانِ دیگا
مرے لئے اُس کانِ ابدِ فکرِ بچا
نشت سے وہ دے دے پائے شفت
دیا ہے جتنے سرِ سامانِ دیگا
وہ فائدہ کو ہے کیلجہ چھانِ دیگا
بھر ہویت بھر عنوانِ دیگا

عیوض احسان کا کیا انسان دیگا
خدا معشوق با ایمان دیگا
اجازت جب انھیں شیطان دیگا
جو عاشق ہوگا وہ ہی جان دیگا
دل پر درد و پرار مان دیگا
کیسے کوئی انجان دیگا
کلیجے دشمنوں کے چھان دیگا
گدا کیا لے گا کیا سلطان دیگا
اگر مجھ کو خدا اوسان دیگا

نہ پھلا منتھی دستِ ہوس کو
وگر نہ یہ مجھے نقصان دیگا

ملک الموت کو سمجھا ہوں نگہبان اپنا
ہندو سمجھے اسے اپنا نہ مسلمان اپنا
بھول ہی جائیگا مجھ کو تو یا بان اپنا
منہ تو نبوائے زراوسمِ نسیان اپنا
رنگ دکھلاتا ہے ناحق تو گھٹسان اپنا
نہ تو دامن نظر آیا نہ گریبان اپنا
فوق رکھتا ہے مگر جائیدادِ عریان اپنا
سوج زن ہوئے گا گردیدہ گریان اپنا
نظر آیا نہ کہیں عالم امکان اپنا
دل پر دنا ہو اس روحِ چیران اپنا
نفس کرتا ہے جسے طایع فرمان اپنا
حال دیکھے جو کوئی غور سے انسان اپنا

وہ بوسہ دے کے دل لیکر یہ بولے
لیگا قدردانِ عشق ہمسکو
سین گے تب تباہ ہند اپنی
فسانہ کو ہ کن کا سن کے بولے
نہ تھی امید تجھے فاسمِ نخت
رو اُلفت کا ہون کا آزمودہ
چلے گا تیر جب اپنی دعا کا
مقدر سے زبا وہ اک لقمہ
لیٹ جاؤں گا اُسے رویت

جانتا قاتلِ عالم کو ہوں درمان اپنا
جو کہ ہر حال میں رہتا ہے نگہبان اپنا
دیکھ لے گا جو مری و منت کی جوت
ہم سہی اشکِ گہوار کی کرتا ہے مری
ریخ زنگین کی ہے اُس گل کے جدا گاہِ ہر
فصلِ گل آئے ہی گلشن میں جنوں کو ہون
عارضی جانتا ہوں کہ لباسِ دنیا
ہوئے گا گنبدِ گرد و نِ صفتِ تختہ
بے ثباتی زمانے پہ پڑی جبکہ نگہ
آتشِ عشق نے اُس سہ کے دکھا ہر بھار
کو بہ کو کو چہ کہو چہ اسے پھر و تاہر
منہ سے نکلے نہ کبھی حرفِ فعلی ہرگز

مفتھی جامہ تن ہوگا کتان کے مانند
بہکو دکھلائے گا منہ جب تہا بان بیا

مانع نظارہ روئے منور ہو گیا
جسکڑی مسکن ہوا اُس بحرِ حسنِ پاک کا
ریخ و غم جو روالم کا اسمین رشتا ہے گدز
دہشت جان سے نہ پھونچا کوچہ سفاکی
میکشی کی یا نماز بیچکا نہ کی ادا
اشکباری نے مری پیدا کیا حسنِ قبول
خواہش دنیا نے اسکو کر دیا نئے شجر
تا فلک پہنچا قدم دیکھو تو مشتِ حال کا
سایا برو ر تھا غم جان کا زورِ حشر کو
آتشِ گلِ صحنِ گلشنِ مین یہ بھر کی اندون
دل میں اسکے جاہوئی اغیار نہا ہنجا کی
نخط بھٹکنے پر پیام وصل پہنچا ہے ہمیں

لایا تھا ملکِ عدم سے صاف دل کا آئینہ
منہ تنہی گردِ ہوس سے کیا مکر ہو گیا

جلوہ گرِ نیم میں جب تک کہ مرا یا رہتا تھا
ریخ سے غم سے زمانیکے سرو کا نہ تھا
ابر تھا می تھی چین تھا مگر اک یا رہتا تھا
صدہ دردِ جدائی نے تہکا یا ورنہ
کونسا روز نہ مر مر کے کٹا در پہ ترے
کلہ عشقِ دہری تھی مرے سر پر جدم
جز مرے ٹھیک نہ آیا یہ کسی کے قدر
دخستِ رز پاس نہ تھی باقی مر رہا تھا
عشق کے حال سے جیتک میں جبر دار تھا
سب محبتا تھا مگر طالعِ بیدار تھا
عشق کا بار اوٹھنا مجھے کچھ بار نہ تھا
کو انسی شب تھی مین گریان پس لو تھا
شیخ جی آسکا یہ گنبدِ دستارِ ستار تھا
خلعتِ عشق کا کوئی بھی سندھ دار تھا

سر پہ پڑتا نہ اگر نعل ہما کیسا ہوتا
تھا گریبان گریبان مرا دامن دامن
نہ کھلا راز محبت نہ کھلا کچھ ہم پر
راہ گردیکا تجھے شوق تھا اسد جو

منتھی میکہد عشق کے اندر پیار
تجھا غافل نہ تھا مجھ کوئی ہوشیار

ایسا ہی تو نے اسکو جب باغبان بنایا
تعمیر کی ارم کی باغ جان بنایا
آبِ کرم سے اپنے اسکو بھرا نہ اکدن
دودِ دلی سے کس کے سنبھل ہوا جہن مین
عشاق کی غشی سے کی موت تو نے پیدا
کس بقیار دل کی مٹی سے یا آ لھی
اوڑتی ہے خاک یا رب چاروں طرف لہر
خاکی نہا در ا ہی دنرات بہن عدم کو
پیری مین دیوی طاقت مجکو وہ کیا عجب
محفل مین میکشون کی جائیکھے شیخ اکدن
رازِ نہان سو کس کے اسکی کمر بنائی
ادنی سی بات کو بھی نافض سمجھے اعلیٰ
کس مردہ دکلی لیکر شئی زمین سنواری

منصور منتھی کو گور و کفن ملاکب

ان بکیوں کا کس نے نام و نشان بنایا

اشکباری کا مری ملکون مین چرچا ہو گیا
ایک رتبہ آنکھوں مین شاہ و گدا کا ہو گیا
یہ وہ قطرہ ہے بڑا جوق دریا ہو گیا
قطع اپنا جس گھڑی دستِ تمنا ہو گیا

بیل نے اس جہن مین تب آشیان بنایا
رہنے کو اپنے لیکن دلسا مکان بنایا
پھلو مین دل ہمارے اندھا کنواں بنایا
خون جگر سے کس کے یہ ارغوان بنایا
غفلت سے ان بتون کے خواب گراں بنایا
اسد رجبہ تو نے حالِ برق طپان بنایا
تو نے عجب طرح کا یہ خاکدان بنایا
رنگِ روئی سے شاید یہ کاروان بنایا
جسے تجھے زلیخا پھر نوجوان بنایا
زندون نے ملے آنکو کیسا وٹان بنایا
دہم و گمان سے کس کے اسکا دھان بنایا
بیچاری کو مری کو شیرِ تریان بنایا
دودِ جگر سے کس کے یہ آسمان بنایا

بیٹھے بٹھلائے دل نادان تجھے کیا ہو گیا
 مینے جانا غبر سراسمن سا ہو گیا
 اپنی جانب من گراک اک میسا ہو گیا
 رات کو ماہ فلک کا رنگ پھیکا ہو گیا
 مفت میں کو ذبح گل مرغ مصلا ہو گیا
 سینہ مل دشت میں بالین کا کیا ہو گیا
 موت کو سکتا ہوا حیران سیسا ہو گیا
 اُسکی حکمت سے روان مٹی کا تپلا ہو گیا
 بند اس کو زری میں کس مورچے دریا ہو گیا
 ساقیا گذر گراں آنکھوں میں مینا ہو گیا
 ایک عالم میری نظروں میں تماشا ہو گیا

نعت دنیا تعی ممکن جبکو ہر دم شہی
 خود ڈاکیڈن گور کے منہ کا نوالا ہو گیا

شاہباز حسن کے خاطر مگر شہر ہوا
 میاں بھی اُس سے کو نیا یا مفت میں جگر ہوا
 آدمی کو زرد رو کرنے کو پیدا زہر ہوا
 جو مکان اچھا تھا وہی یا تیرا گھر ہوا
 نوز کا نقطہ مگر خالی مرغے اور ہوا
 واصل بطن صدف قطرہ ہوا گوہر ہوا
 جگر سی پیار سے تمھارے دلین اپنا گھر ہوا
 جو کیا اچھا کیا جو کچھ ہوا بہتر ہوا
 آئینہ اندا ہوا جہدم عیان جوہر ہوا
 گر تقدیر میں مری جا رہے کوثر ہوا

خال وزلف یار کا جا کر ہوا تو شیفہ
 چھو لیا بڑھ کر جو گیسو نے سر روک دیا
 کس کو دعویٰ عقل و حکمت کا زائیم بن
 جلوہ حسن منم دیکھا جو آئنے بام پر
 نیخ لوٹا دیکھ کر تیغ نگاہ یار کو
 ترے دیوانہ کو فرشتہ خاک جب آیا پسند
 عاشق آئینہ زوکی سخت جانی دیکھ کر
 حکم سے پھرتے ہیں جبکہ آفتاب و مہتاب
 دل میں رہتا ہے تصور بحر حسن یار کا
 جام مے بے یار شب نظروں میں چشم غول تھا
 جگر سی زار مری چشم حقیقت داہری

نارہ دل سے مرے شہرہ ترا دلبر ہوا
 آئے ہستی میں عدم سے ہم تلاش یار میں
 آبرو کھونے کو ان کے ہوا دست طمع
 دل سے بہتر کوئی منزل خانہ تن میں نہیں
 لام ہے واللیل کا گیسو خجیدہ یا بک کا
 صحبت مادر سے ہو دے ابرو ان کی
 خلد کی خواہش رہی ہکو نہ قصر خلد کی
 خلد سے لاکر بیان جگلو پھرا یا در بدر
 دایع عشق یار دلبر جب ہوا سوچا نہ کچھ
 قبلہ دل ہو گا چشم مست ساقی کا ضرور

سرا دھایا مثل مینا جسے نرم دہریں
عکس آگن جب ہوا اسمن لب شیریں یار
بدکھا کرتے ہیں یہ زندان سے آشام کر
ساتے آنکھوں کے اچکدن اکناچہ سہرا
آب آئینہ برنگِ نثر بہت شکوہ
دیکھ لینا واعظون پر جو سہرہ ہوا

آرزو میں بند ہیں ہرے اسمن منتھی

دل نعل میں اپنے گویا قلعہ سید ہوا

گلوں سے جو پھر گہستان ہو گیا
ابھی شادہ سے رکھا تختہ کمن فکان
نظر آیا سوئے میان یار کا
سیر بزمِ شب آتشِ عشق سے
رہا معرکہ عشق کا اسکے ہاتھ
صفائی دل یار سے ہو گئی
ہوئی طاق طاقت ہر اک عضو کی
اوڑا کر مری طاقت ست پا
نہان راز دل ہر بیان ہو گیا
زمین ہو گئی آسمان ہو گیا
نہان رازِ مجھِ عیان ہو گیا
ہر اک عقیقہ تن شمع دان ہو گیا
یہ دل رستم داستان ہو گیا
خدا مجھ پہ شب مہربان ہو گیا
روانہ مرا کا روان ہو گیا
یہ پیرِ فلک نوجوان ہو گیا

ہوا عہدِ پیری تو کہ کاشاب

مرا ~~مختار~~ گل خندان ہو گیا

زمانے میں وہ رنکِ جم ہو گیا
زمانے کی محک دھاتا ہو گیا
کچھنی لوحِ دل پر جو تصویر یار
وجودِ عدم میں مین آیا ہو گیا
لگا ہوں پہ اس کے ہوا شفیقہ
دیامکِ جاوید کر کے شفیقہ
یہ دل غم کا تھا دوستِ مددگار
نہ آٹھا گلی سے تری ہی بے سے
ترا جبہ فضل و کرم ہو گیا
مرا دل مجھے جامِ جسم ہو گیا
میں مشہور نامِ درقلم ہو گیا
میں مشقِ حدوت و قدم ہو گیا
میں سیدائے تیغ و دم ہو گیا
حدوتِ اپنی خاطر قدم ہو گیا
میری نزل کا اب دوستِ غم ہو گیا
ضعیف سے نقشِ قدم ہو گیا

تغش حسین کا کم ہو گیا
مرا وقت ناز و نفسم ہو گیا
وجود و عدم دو قدم ہو گیا

نمودار جب عہد پیری ہو ا
نہ دامان مادر نہ دست کرم
ہوئی آمد و رفتِ انفاس یہ

بھی سیلِ اشک اسقدر منتھی

ہر اک پاٹ جامہ کا خم ہو گیا

منہ نہ کھلائے گا پھر خسروِ خاور اپنا
منہ تو بنوائے کہیں جا کے سکندر اپنا
اُڑ گیا حیف چراغی کا کبوتر اپنا
نام لبو ہے نہ مانے میں قلندر اپنا
دل نہیں بھلو میں بے قلعہ بیدار اپنا
اندون اوج پر کس درجہ ہے اضر اپنا
کیا گلہ اسہن کسی کا ہے مقدر اپنا
جدا علی کی بدولت وہ چھٹا گھر اپنا
پیشوا اپنا وہی ہے وہی رہبر اپنا
خویش اپنا نہیں کوئی نہ برادر اپنا
زیر پائے خم میخانہ خاجہ سرا اپنا
خاک میں مل گیا افسوس یہ گوہر اپنا

بار دکھلائے گا جب حجرہ انور اپنا
سینہ و دل سے صفا چاہتا ہے آئینہ
چل بلا بھی قاصد وہ کہہ کر کوئی
بنیوا ہوں وہ کہہ جسکا نہیں مثل و جواب
فوجِ غم اسہن رہا کرتی ہے محفوظ ملام
جام پر جام نئے ناب کے دینا ہے ملام
نام لبو ہے کوئی اپنا نہ پانی دیوا
بجہ کرنا ہے جہان جکے لئے شام سحر
فوقِ دل کا جد ہر کو میں اود ہر جا ہوں
اپنی اپنی ہر اک انسان یہاں کھتا ہوں
موسم گل تھا شباب اپنا تھا مستوق تھلا
قدردان کوئی سخن کا نہ ملاؤ انصیب

منتھی صورتِ خورشید جھانک اندر

حلالِ روشن ہے ذرا دکھو تو گھر گھر اپنا

جبکہ دامن ہے نہ اشک نہ گریبان پیدا
دل کے آئینہ میں ہو جلوہ جہان پیدا
ملک الموت ہوا اُسکا بچھیاں پیدا
نہ ہوا ایک بھی شکلِ سج جہان پیدا

وہ ہوا خوب لباسِ تنِ عریان پیدا
نورِ ایمان کا کرے گریہ تن و جان پیدا
جبکہ خالق بنے کیا عالم انسان پیدا
کتنے ہی گل ہوئے کتنے ہی گلستان پیدا

شمع کی طرح ہوا میں تین عریان پیدا
کس لئے تو ہوئی تبلا شب بھر پنا پیدا
مرے ہمراہ ہوا دیئے گریبان پیدا
خضر کرنا نہ کبھی چشمہ حیوان پیدا
دیو بھی ہونے لگے صورتِ انسان پیدا
ایسا اتک نہ ہوا کوئی بیابان پیدا
پینے کو مرے منہ میں کئے فدان پیدا

منقہی باری موافق کوئی مل جائیگا

ہوگا مجھ بے سرو سامان کا بھی ماں پیدا

بتلا میں جاتا ہوں اسے مکر و آزار کا
محمود بادشاہ تھا بندہ آواز کا
پھلو دکھا رہا ہے ہر اک ناز ناز کا
کشتہ ہوا ہے جو کہ تری تیج ناز کا
ہاتھ آیا خوب شیخ کو حیلہ ناز کا
بندہ ہوں میں جہان کے بندہ نواز کا
ہم پر نہ ہوا کبھی بردا حجاز کا
پھلو میں دل بہن کوئی پردہ ہراز کا
فری منش ہوں کپ سے میں اک سرو ناز کا
سایہ پڑا ہے اُس پر کسی سرو ناز کا
ایسا ہے کاروبار مرے کار ساز کا
میں ہوں نیاز مند عجب بے نیاز کا
ممتاز حال جانتا ہے امتیاز کا

شاہ و گدا کو ایک سمجھتا ہے منقہی

تنگ تھا بر میں ازل ہی سے لباسِ ہستی
یا ر تھا میں تھا بہم نام تھا غیرون کا
بزمِ عالم میں دلا شیخ شہستان کی طرح
دیکھنا گریسی آلودہ دہن کو اُس کے
کھائے جاتے ہیں حسیان جان عاشق کے
دخستِ دل کی مرے جسمین سمائی ہوتی
حسرتوں کے لئے پھلو میں دیا خانہ دل

کرنا ہوں وصف شیخ کی ریش دراز کا
پوچھو نہ حال عشق کے راز نیاز کا
مانند موج کا رہے نیزنگ ساز کا
دار فنا میں زندہ جاوید ہے وہی
دنیا کا مال مفت میں کھنے کے واسطے
عاشق ہوں اُس کا جو کہ ہے معشوق لاکھ
مطلب نہ حاجیوں کا کبھی منکشف ہوا
تو نے عشق باری کا کرتا ہے آشکار
باغِ جہان میں راست ہر آزاد کی مری
باغِ جہان میں کہتے ہیں آزاد دُسر کو
کر دی گدا کو شاہ گدا بادشاہ کو
شاہی کی آرزو نہ گدا ہی کا اشتیاق
اہلِ وفا ہوں اہلِ وفا کی تلاش ہے

پابند کب ہے ایسے نشیب و فراز کا

در پر جا بے یار وہ شب آکے ہو گیا
افسوس اپنا طالع بیدار ہو گیا
سوار میں عدم سے یہاں آکے ہو گیا
تخم عمل کو مزرعہ ہستی میں ہو گیا
رونا مر اپسندِ دل یار ہو گیا
صد شکر ہے کہ نہ اعمال دہو گیا
نقد صفا عدم سے جو ہمراہ تھا مر
اس کشمکش میں دہر کی افسوس کھو گیا
یارانِ زفتگان کا لگے کس طرح پتا
مکمل عدم سے بھونچا یہاں نے جو گیا
بھرجان میں آکے عدم سے ہر ایک یا
اس بدگمان نے دیکھ کے میت مری کہا
اس کشتی حیات کا لنگر ڈبو گیا
جاگا کھین تھارات کو بیہوش ہو گیا

پیری میں ڈھونڈتا ہے وہ معشوق با وفا

نثار جو منتھی تھا وہ دیوانہ ہو گیا

غیر سے وہاں نیرم میں تمنے اشار کیا
تیر جگر پر مرے نہاں کوئی مار کیا
آہ و فغان کو کیا ضبط تیرے حکم سے
جو کہ گورانتھا وہ بھی گوار کیا
خالِ حبسین کو ترے او بہت خوشی دے
دل کا سودا کیا آنکھوں کا مار کیا
عالمِ اسرار غیب او سپہ ہوا آشکار
پردہ نشین یا نہ کا جس نے نظارہ کیا
حکم میں تھا کوئی عاشق تیرا کے یا
مملکتِ عشق میں کینے ا جا را کیا

جانبِ دنیا قدم بیٹے نہ رکھا کبھی

دستِ ہوس مدتوں مجھ کو اٹھا رکھا

شبِ وصال کا مژدہ اگر نہ آ جاتا
فراقِ ہجر مجھے دیو بنکے کھا جاتا
پیام وصل کا پیہم اگر نہ آ جاتا
ہزار میں آنکھ تو زہر کھا جاتا
ہوا پہ اپنی اگر وہ شیر آ جاتا
چراغِ زیست کا عاشق کی بھا جاتا
میں چاہتا ہوں کہ دنِ عرضِ حال مجھ سے
یہ کیا سبب ہے کہ کچھ بھی نہیں کھا جاتا
نہ کرتا دل جو مئے عشقِ یار سے توتہ
وہ اپنی جانے جانا کسی کا کیا جاتا
پہ تنگ آیا ہوں اہلِ جہان کے انوسو
جو دوسرا کوئی ہوتا تو زہر کھا جاتا

شہید آبِ دم تیغ یار گر ہوتا یقین تھا چشتہ جوان مین مین نجا جاتا

جو زخم تیغ زبان کا ہے مٹھی دل پر

ہمین وہ سوزن عیسیٰ بھی سیانا

احسب غزلِ دو تا ہوا سو ہوا صنم جو موردِ دایم بلا ہوا سو ہوا

غیر بق بحرِ محبت دلا ہوا سو ہوا جاب وار جو آسمین فنا ہوا سو ہوا

نہ دیکھا پھر کے کبھی اسنے باغِ عالم کو تمہارے حسن کا جو مبتلا ہوا سو ہوا

مسیح نبضِ مری دیکھ کر لگا کھنے مر لیغِ عشقِ صنم لا دوا ہوا سو ہوا

بیانِ سن کے مرے پنجِ ہجر کا بولا کچھ اور ذکر کرو یہ سنا ہوا سو ہوا

نوشتہ خطِ تقدیر پڑھ نصین سکتا جو لکھ دیا تھا بُرا یا بھلا ہوا سو ہوا

تمہارے دل سے صنم جو گرانا پھر سنبلا تمہاری بزمِ مین جو نارسا ہوا سو ہوا

کھلا یہ سفرِ منصور کی اناحق سے تمہارے نام پہ جو سرفدا ہوا سو ہوا

پیرایعِ طور بنا گاہِ ناریہ ابراہیم فروغِ حسن شراجا بجا ہوا سو ہوا

نہ مٹھی سے گچھا شوقِ عشقِ صادق کا

شرابِ ناب کا اسکو مزا ہوا سو ہوا

وہ شاہ ہون کہ مہر ہے زرین نشان مرا کہنہ سا ایک تپ ہے یہ آسمان مرا

پھٹکا ہے سوزِ غم سے تن ناتوان مرا جتنا ہے مثلِ شمع ہر اک استخوان مرا

دل کو ہولے آتشِ عشقِ صنم نہ پھونک بادِ سموم تو نہ جلا آشیان مرا

ہر عضو تن کی طاق ہے طاق ہے صنم اس راہ مین تہکا ہے مگر کاروان مرا

سوار بار چکا ہے فلکِ امتحان مرا سو بار بار عشق کو مین نے اٹھایا

ہر بار بھیجتے ہو جہانِ خسراب مین کرتے ہو بار بار عبث امتحان مرا

وعدہ خلاف یار کی فرقت مین رُو رہو غم ہے انیس پنج ہے اک مہربان مرا

کبسان ہے اس جہان مین سود و زیان مرا کبسان ہے اس جہان مین سود و زیان مرا

دیکھا نصین مگر قلمِ دوزبان مرا دیکھا نصین مگر قلمِ دوزبان مرا

لکھہ تو رہے ہو کا تب اعمالِ نیک و بد لکھہ تو رہے ہو کا تب اعمالِ نیک و بد

آنکھوں میں دشمنوں کی کھٹکتا ہوا
اوصاف گفتگوئے بیان شکستہ طبع نے
کھٹکا نظر میں کس کی مرا قالب لگی
گلدستہ بہشت ہوں جنت کا پھول ہوں
بے ہوش ہوں میں بادہ خم غدیر سے
تنکا ہوا ہے گوکہ تن ناتوان مرا
رکھا ہے نام بلبیل ہندوستان مرا
کس کا غبار چشم ہوا خاکدان مرا
بانع جہان میں اور ہی ہر باغبان مرا
ہوگا کسی سے دور نہ خوابِ گران مرا

جب سے ہے راہ راست میں پاپنا مٹھی
دشمن ہوا ہے آپ سے آپ اک جہان مرا

توڑ کر پھلو کو برمایا جگر دگلیر کا
کب اثر ہو دل میں اسکے آہ بے تاثیر کا
غلغلہ ہے دہر میں اس آہ بے تاثیر کا
جسکے ہی مجھ زاد نے تصویر کھچی بار کی
اس موقع میں جہان کے جوہر دست بیکر
مصر بانی پر نجا ظالم کی او خانہ خراب
غیر پر فطرت ہو بندہ ہو مزاج یار ہے
دل بچا لینا نگاہ یار سے اک کام ہے
جہہ ساقی آستانہ یار پر بیا بھین
سینہ و دل میں جگہ دیتا ہوں میں ہاں کر
ذبح اپنے ہاتھ سے کرنا ہو خود میتا داسے
بیتِ دستِ مہور سے یہ عین ظاہر ہوا

دہا میں آنکھیں آبی پری ہو گئیں کما نور بال

منقہی تو بہ کر و برقع بھین تاثیر کا

بجر جہان میں کرتے ہوا کی نمود کیا
گاہے بزرگِ غنچہ ہے دل گاہے شل گل
قطرہ اک آب کا ہوں مری بہت و پودہ
بانع جہان میں ہر مری بہت و کشتو کیا

تپلہ ہوں مشتِ خاک کا قیدی ہوا کا ہون
 نثرل گیا وہ دست ہے انسان کی پود و بار
 رہندان پاکباز کی جوش و خروش میں
 کوئی تو بھر کے لئے اکھی عدم سے یہاں
 کچھ بھی ہے جھکوا اپنے پس و پیش کی خبر
 صد شکر محبت ہوں نہ قاضی نہ کو تو ال
 وزیر نشور دینگے گو اہی نام عضو
 چل پھر میانِ کوئی خسرات زلزلہ
 کرتا ہے ہون ورنہ اور ہر صبر اور ہر کما
 کرتا ہے اتنی بود پہ اپن منہ کما
 صوفی خیال کرتا رقص و سحر و کما
 پوچھوں میں، انس نہ دیکھی، مانہ، پو کما
 کچھ جانتا بھی تو ہے مری ماندہ ہو، کما
 مجھے لگا کر کے کرین گے حسود کما
 جو یہ کرینگے ران وہ کرینگے حسود کما
 کرتا ہے مسجد و ن قیام و قعود کما

دو گز کفّ کے واسطے اس کا رگامین

کرتا ہے منتقی تو عبت تا روپو کما

دل میں اس بحرِ لطافت کا گزرانہ ہوا
 ممکن اس بحرِ محبت کا کنارانہ ہوا
 نہ کبھی شربتِ دیدار پلا یا اسکو
 نہ کبھی ساقی بدست نے جاکی دہن
 نہ گئی پر نہ گئی دل سے مرے کلیمتار
 پنجِ فرقت کے پسے در و جدائیکے اٹھا
 غیبِ فرقت میں کس روز نہ مر مر کے بچا
 بات پوچھی نہ مری اہلِ قناعت نے کبھی
 وحشتِ دل ترے قانون سو جانیں تک
 آرزو رہ گئی بازارِ جہان کے اندر
 زینِ قہبہ ہے یہ دنیا نہ پسند آئی مجھے
 گردشِ چشم سے اس شوخ کی ماندہ فلک
 عشقین تارِ نفس کی نہ رہی جھکوا امید
 یہ وہ قطرہ ہے کہ جو اصل دریا نہ ہوا
 دلِ نازک یہ جبابِ لب دریا نہ ہوا
 تیرا پیار محبت کبھی اچانہ ہوا
 می سے لبریز ہمارا کبھی مینا نہ ہوا
 دہنِ گور کا جیتک کہ نوالا نہ ہوا
 اک مری جان پہ یہ تو کہو کیا کیا نہ ہوا
 ملک الموت کا کس وقت تقاضا نہ ہوا
 قطعِ جیتک کہ مرا دستِ تمنا نہ ہوا
 نہ کسی کی ہوئے ہم کوئی سارا نہ ہوا
 درِ معنی کا مرے دیکھنے والا نہ ہوا
 دلِ خیدا مرا ہر حال کا شیدا نہ ہوا
 کب دلِ زار ہمارا تہ و بالا نہ ہوا
 بحرِ امواج میں ہستی کا سہارا نہ ہوا

دست و پا وامق و منصور نے مار کر کیا کیا بحر الفت کا کنار اکھین پیدا نہ ہوا

منہی ٹھیک ہوا پرہن عریانی

جو لباس اور نھانن پر رزیبا نہ ہوا

حال تراشیر میں جب آئینہ ہو جائیگا کس سے ہونگی چار آنکھیں کس کو منہ دکھائیگا
شمع کا فوری جلا کر بام پر بٹھا ہے آج کل اندھیری گو رکی تنہا بیٹھے گھر آئیگا
سنبل مانعِ جہان ہو گا پریشان دکھکر یار کی وجہ رنج گل رنگ پر لھرائے گا
واغطا کیا جانتا ہے راز عشق یار تو آپ تو سمجھا نہیں اصلاً کسی سمجھا ئیگا
صورتِ منصور ہو گا عاشقوں میں نواز کلمہ حق جس گھڑی تیری زبان پر آئیگا
عقدہ تقدیر میری فکر سے کب واپس ہوئے ناخن تدبیر کیا یہ گتھیاں سلجھا ئیگا
توڑ ہے تیرنگا ہ یار کا قہر خدا توڑ کر عاشق کے سینہ کو جگر بر ما ئیگا
ہاتھ جو رو ظلم سے غناق کے رکتا نہیں دیکھنا تو اکدن اپنے کئے کو پا ئیگا
دل کے آجانے سے ہون مجبور ورنہ نہ تھا خوب میں سمجھا ہوں انکو کیا مجھے سمجھا ئیگا

رنج و غم دردِ جدائی دور ہو گا منتھی

نامِ دل سے جس گھڑی اسکا زبان آئیگا

ہوتا ہے روزِ مفت میں قاصدِ خراب کیا دیتا نہیں جواب وہ اسکا جواب کیا
بھر بھر کے دی رہا ہے وہ جامِ شرب کیا ساقی کا مجھ پہ ہے کرم بے حساب کیا
راغب ہے میکہ کا کبھی نرم عیش کا پہنکا رہا ہے مجکو یہ عہدِ شباب کیا
ہر ایک شے جہان میں پئے ناؤ نوش ہے زاہدِ عذاب کتے میں کس کو صواب کیا
جو کچھ کہ لکھ دیا تھا ازل میں وہی کیا روزِ حساب ہو ئیگا مجھے حساب کیا
دیکھا ہے شب کو خواب میں ماہِ نام کو ہاتھ آئیگا کوئی صنم انتخاب کیا
معتوق ہے بھل میں نہ جامِ نثر ہے لیکر کر دنگ آج میں عہدِ شباب کیا
دائعِ جگر ہے اپنا پڑے زورِ شور پر چلو کرے گا گرم مرا آفتاب کیا
باتا ہے آج کو پتہ سفاک کی طرف دشمن ہے جان کا مری خوشِ شباب کیا

دل میں ہے الفت می و مشتوق آپ کے یاروں سے شیخ جی ہے تمہیں اپنی کیا
مہتاب جانتا ہے طمیش آفتاب کی دیکھا ہے دل نے یار کا روئے عیا کیا

دیر و حرم میں ڈھونڈتا پھرتا ہر یار کو
کرتا ہوں مفتی علی ناصواب کیا

اوجہر جبکہ مرا نیز اقبال آیا
محتسب خاک ہو کر جل گئے زاہد سار
تھا بھت گرم سخن باغین و گل اندام
ہلکیا خانہ دل اس کے اتار و چین مرا
جان کر جگو شہید قسم پاک شہزاد
موسم گل میں یہ دعوت ہوئی دلوں کو
بے گنہ سار گنہگار نظر آنے لگے
ہنس پڑے سارے جو ان چین و قہر
بید ہر کھو گئے دل ہم نے الفت پیتے

مفتی جیف ہے ایسا نہ کوئی سال آیا

خدا نشا ہد ہے میں جب تک جوان تھا
عجائب باغین تھا میرا مکن
چمن میں چاٹتی تھی ہونٹ بلبل
وصال یا رکب ہوتا مہر
نہ ہوتا سہو گر آدم سے زاہد
عجائب باغ عالم کو بنایا
بزمِ بگ بوئے گل تھا اس چمن
اوڑا کر لے گیئی بار و خزانہ
حرم میں دیر میں بجا کیا نہ ڈھونڈا
حمن ہر ایک میرا قدردان تھا
عجب گلشن میں میرا آشیان تھا
میں جس ایام میں شیرین زبان تھا
نظر انداز سر پر آسمان تھا
تو پھر قصرِ خیاں کسا مکان تھا
آلھی کون اسکا باغبان تھا
مکان پوچھو تو میرا لامکان تھا
چمن میں بوئے گل کا کاروان تھا
ہمیں معلوم وہ دلیر گمان تھا

عیان ہر سو ترا زرخان تھا
نخان جو راز تھا ہر سو عیان تھا
سکر کھا کہ ہم سے وہ روپوش ہو گیا
بچ فراق جو تھا فراموش ہو گیا
جلوہ نہارے حسن کا روپوش ہو گیا
حبس کو میں دیکھتا ہوں بلا نوش ہو گیا
بوئے گل سخن سا ہوا پوش ہو گیا
ہنسکر کہا کہ تو تو بلا نوش ہو گیا
کیا خوب شیخ جی کا تن و نوش ہو گیا
یعنی چراغ زیت کا خاموش ہو گیا
بیہوشی میں کمال مجھے ہوش ہو گیا
آئینہ جو ہر وئے ذرہ پوش ہو گیا
میری طرف اگر وہ خطا پوش ہو گیا
نیا دین دل سے اُسکے فراموش ہو گیا

کیا کہا عدم میں کھکے تم آئے تھے منتھی
اس بلع کی ہوا سے فراموش ہو گیا

بلند نخل کے اوپر جو آشیانہ ہوا
شب وصال کو مدت ہوئی زمانہ ہوا
بلند دو درجہ ہو کے شامیانہ ہوا
سحر کے ہوتے ہی یہ قافلہ روانہ ہوا
وہاں نہ مار رہا صرف جب خزانہ ہوا
عجب بہار کا برباد کارخانہ ہوا
کہیں سے تیر چلا دل مرا نشانہ ہوا

زمین میں آسمان میں بحر و ہر مین
مثال آئینہ تھا میں سراپا
عاشق کد سے جبکہ ہم آغوش ہو گیا
جس وقت یار ہم سے ہم آغوش ہو گیا
خط سیاہ زیب بنا گوش ہو گیا
دنیا کے دون پرست کے درپے ہر اک نہ کر
سکر خبر بھار کی خود رفتگی ہو سی
بوسے شب وصال جو اس زلف کے لئے
جبتہ پھٹے گنبد دستار باندہ کے
دلے ہمارے داغ محبت نہیں مٹا
کی تو بہ عاشقی سے تو آنکھیں مری کھلیں
دل پر رعب یار کی تیغ نگاہ کا
قصرِ خان و حور ہے پھر کس کے واسطے
تکلیف ہجر کی جو اٹھاتا ہوں رات دن

فلک کے تیر جہا کا وہی نشانہ ہوا
غم فراق کو ہر سون ہوئے فسانہ ہوا
نبارِ دشت ہوا حیمہ خاک رو نکا
حواس دھوئیں گئے اپنے عہد پری میں
زوالِ حین صنم آیا سڈ گئی کا کھل
خزان کے کتے ہی لیران ہو گیا گلشن
حسین جوان جو ہوا مبتلا بنا اسکا

جو قافلتہ پہان عاشقانہ صادق کا
ہوئی نہ قدر سنبھائے خشک و سر کی کمی
ذیل ہو گئی آنکھوں میں سسند شاہی
سننا ہے خلد کو مدت ہوئی روانہ ہوا

سننا ہے دیو غم ہجر کھا گیا اشکو

جو منتھی کو فقط موت کا بہانہ ہوا

اٹھا یا بار بند مرنے سر پر تیری لفت کا
ہمیشہ خاکساری پر تیرے کو چہ کی قربانوں
کھلی ہے آنکھ تیری دست پاتے ہر اوجھل
خیال زلف جانا نہیں ہر شکون کی ہر طغیانی
بہا راجی ہر گلشن میں جنوں کا ماحول پر
مکان تھے عرش سے خٹکے ہوئے تند فیا سحر
عطا کی حور دی جنت گناہوں کو مرے بخشا
نہیں سیرکین یوسف کو بھارا فرط الفت سحر
جدا گانہ نہیں بخشیں زمانیکے مرقع میں
خط جانا ہی لایا ہو پیام و من بھی قاصد
نہ برسے گا اگر تربت مجھ عاصی کی آواز بد
عبان ہو جاتے نور اُس نہ جوبی کا کیا کہنا
تمہاری شربت دیدار کا پیاسا ہوں آہ پیار

صفات دیدہ و دل منتھی کی کیا بیان ہوئے

وہ چشمہ ہی محبت کا یہ پتلہ ہی مروت کا

منصور کو کہن گئے فسانہ رہ گیا
جو حسن تھا گیا خط جانا نہ رہ گیا
داغ دلی رہا نہ رہا عالم شباب
دنیا میں نام مہبت مردانہ رہ گیا
جاگیر ضبط ہو گئی پروا نہ رہ گیا
جنس گران بہا گئی بیجانہ رہ گیا

چھک چھک گئے کرم سے ترے زند قیا
شب آئے آتے رہ گیا آغوش میں مری
وہ ولولہ گیا دل خانہ حسد اب کا
دل سے خیال اپنے بتوں کا نکل گیا
جو دانع تھا مٹانہ مشا عشق یا رکا
خاموش شمع ہو گئی ویرانہ رہ گیا

دل پاس رہ گیا نہ رہے ہنوس منھی
ہوشیار لوگ گم ہوئے دیوانہ رہ گیا

نظر پڑا جو مجھے روئے یار تھوڑا سا
ابھی ہے عشق ترا زلف یار تھوڑا سا
دیباہے مجھ کو اگر عشق یار تھوڑا سا
بہت نہیں تو ہوا بیقرار تھوڑا سا
ابھی چڑھا ہے مجھے نہر مار تھوڑا سا
عطا ہو صبر بھی پروردگار تھوڑا سا

جو دل دیا تو بہت پیار سے لگے کئے
یہ نیتھی ہے مرا دوستدار تھوڑا سا

کو بیچ مخبون نے کیا دہر سے فرما دیا
صاف ہو کر مرے آگے ستم ایجا دیا
پھنکے جو دام چھوٹا ہے جن میں ببل
فصل گل میں کوئی بلبل جو چھکتے دیکھا
عہد طفلی تھا ستم فہر ہوا اسکا شباب
پھر گیا آنکھوں میں شب عمر گزشتہ کا خیال
ایک ناشاد گیا دوسرا ناشاد آیا
آئینہ بن کے مرے سلنے فولاد آیا
سائہ گل کو سمجھتا ہے کہ صیاد آیا
ولولہ عہد جوانی کا مجھے یاد آیا
ایک جلا د گیا دوسرا جلا د آیا
پھر گیا آنکھوں میں شب عمر گزشتہ کا خیال

خواب بھولا ہوا مدت کا مجھے یاد آیا

لبوں پہ نالہ پرورد لا ئیگا بھر گیا
کسی کے ولیم جنون گھر بنا ئیگا بھر گیا
چلا ہے گورِ غریبان پہ یار بن ٹھنکے
مری طرف سے صبا اس سوار سے کہنا
کسیکا دل دل محزون دکھائیگا بھر گیا
کسی کے کوزے میں دریا سا ئیگا بھر گیا
کسی کو خواب اجل سے جکائیگا بھر گیا
اوڑا کے خاک کو میری اوڑائیگا بھر گیا

وہ جان بوجھ کے پوچھے گا حال کیا میرا جو متحی ہے اسے آزماینگا پھر کیا یہ
کیا ہے وعدہ دیدار مجھ کو حیرت ہے ترے تو چشم نہیں ہے دکھلاینگا پھر کیا

عاریت تن خاک کو ہے ثبات نہیں

اگر تو قصر فریدون بنائیگا پھر کیا

عاشق فروغ شمع کا پروانہ ہو گیا نبدہ بھی حسنِ یار کا دیوانہ ہو گیا
دل میں خیالِ صورتِ جانانہ ہو گیا جو خانہ خدا تھا پرینانہ ہو گیا
خالی نہیں ہوا صدفِ دندان سے ٹھہرا لبریزِ لطفِ زلیست کا پیانہ ہو گیا
خالی پڑا ہے تختِ شہنشاہِ ہند کا جسا پہ گنجِ تھا ومان ویرانہ ہو گیا
ایسا ہوا ہے غلبہ کفار ہند میں جس جا خدا کا گھر تھا صنم خانہ ہو گیا
پیکرِ شرابِ ناب کو منصورِ دہر میں کیا معرکہ میں عشق کے مردانہ ہو گیا

بولا پیامِ وصل مرا شن کے جلد جو

افسوس متحی مرا دیوانہ ہو گیا

نہ ہونا مائل دلا کیسا کہ سہم کی ٹھکا ہو تیر چکیا کیا ارادہ جو دگی کا بھروسہ کرنا نہ زندہ لیکا
نظرِ آہِ آوازِ الوزیہ حالِ روشن ہو میری دلبرِ فلک کے خمیہ میں کوئی دلبرِ جلا رہا ہے چراغ گھیکا
نہ ایک لحظہ میں غیب کو سویا کمالِ اشکو نے منھ کو دھوپا یہ بھر غم نے مجھے ڈبو یا خیال آیا اگر کسی کا
کھے کوئی شمعِ رُوسے جا کر نہ ہونا دیکھ لے پے تو باہر کبھی نہ نرم جہان کے اندر ارادہ کرنا جلی کیٹکا
کیا جو ہر کام اسے اکثر وہ نقش ہے اپنے لوحِ دلبر جھانکِ اعجازِ حسنِ دلبر دمان کہاں سحر سامر لیکا
جہاں میں آیا ہر موسم گل چمکتا ہے میں تمام بلبس رخِ صنم کے حضور بالکل گلِ چین کا ہر رنگ چھیکا
نہ ہوگا مائل جو اس حیرت کی رینگا زائد نہ تو کہیں کا نشانِ عجبہ تری میں کاکلنکا یہ ہینگا ٹھیکا
نہیں ہے بچا جا رہا کہنا سمجھ کے اس بات پر ہر کنا دلِ خرب را تا یاد رکھنا جہاں میں کوئی نہیں کسی کا
نہ ہونا اور دل کیسا مائل نہ کرنا تو عقلِ انبی لکھا ہو ہر نگہ خدا نے عاقل نہ بتا دشمن تو اپنی جیکا

خدا نے دکھلائے وصل کی خبر بآبادت میں اپنا مطلب

امیدِ تقدیر سے تھی یہ یکب جو وقت آیا میری خوشنیکا

دستِ خیالِ زکس کستا نہ ہو گیا
جو گھر خدا کا خاص تھا نیچا نہ ہو گیا

را بریشان برگشتنبل عجیب عالم تھائے کلیکا
چھکرے بہن تمام بلبل مزہ ہے ان روزوں کی شیکا
آٹھائے بارغم محبت کہاں تھا یہ کام آدمیکا
ہر اک حین کو سنوارا ہے یہ عشق دشمن ہر شقی کا
اگر ہے دانا نہ ہونا بیدل ہو سب کو پیغام منی کا

تھا جو پہلو میں اپنے وہ گل تھوڑا کچھون نینچ نیکل
کھلے میں گلشن لائو گل بھر سے بن گیا کہ ساغر وٹل
ذرا نہ تھی کہ سے نسبت فقط ہو یہ دل خدا کی قدر
یہ زمانہ شرب کو مازا ہو جھان سے وہ سدا رہا ہو
کسی کو دنیا نہ فریغ دل کمال نقصان اس کا حاصل

رولف بائے تازی

ہر بات ہے مری اُسے تخریر کا جواب
ہو تیر کا جواب نہ پنچیر کا جواب
اتک ہوا نہ یار کی تصویر کا جواب
برق غضب ہے یار کی شمشیر کا جواب
لائے جو میرے نالہ شگیر کا جواب
تصویر اور ہے مری تصویر کا جواب
ان زلف یار ہے مری زخمیر کا جواب
سمجھیں جو دیوین آپ کی تخریر کا جواب
رکھتا ہوں پاس میں خط تقدیر کا جواب
خوابِ عدم کی ہو یہی تعبیر کا جواب
کہتا ہوں آج مانشیہ میر کا جواب

ہر حرف میرا ہے خط تقدیر کا جواب
جانبا ز دل ہے یار کی ہے تیز تر گناہ
اے صانع ازل نری ضعت کے میں تار
آہ نر نشان پہ ذرا دل نہ بھولیو
یار ہے کس کا کون ہے ایسا جھان میں
آئینہ دیکھ کر مجھے حیرت سی ہو گئی
کھتا ہے فصل گل میں یہ دیوانہ عشق کا
کندہ کیا ہے لوحِ حین پر ہر ایک کے
جو کچھ لکھ دیا تھا مجھے روز ابتدا
کہتے ہیں جسکو موت زمانیمین زار ہدا
کہتا ہوں وصف خطِ پنج یار کا رقم

روزِ خزاں مجھے یہی حیرت ہے منتقی

دیگا تو کون کون سی تقصیر کا جواب

گل کھل عقد جو کھلے ساری برائے غلب
دیکھئے کرتی ہے کیا یہ باغِ باغِ غلب
بعد مدت کے کھلا ہے ما جرائے غلب
را حین کیا کیا ہیں ان روزوں کے لعل

غنے بھی سہ سبتہ تھی سب کا ردا ئی غلب
اوس پڑ جائے چمن پر یا ستم متا د پر
پردہ غنیمت میں رہتا ہے یہ شب بھرا شکار
چکیرن کو ہے زب گل وید کو روئے حین

چتر گل تیار ہوتا ہے برائے غدلیب
دل میں گل کے مینہ میں پانا ہوں کاغذ
میں سمجھتا ہوں اُسے دولترائے غدلیب
دوسرے بدست کرتی ہے صدائے غدلیب
آشیانِ صیاد کے بھلو میں جھاؤ غدلیب
ہے پسند اس واسطے جھوکو صدائے غدلیب
دور کر کر بھر خدایہ ہیں بلائے غدلیب
حیف ہر صد حیف ہو خالی ہو جائے غدلیب
عطر گل سے آشیان اپنا بسائے غدلیب
دل لگی کیا ہو چمن میں بے صدائے غدلیب

جو ہر ذاتی پہ اُسکے لوٹا ہوں منتھی
گو نہیں ظاہر میں ہے خوش رو لگاؤ غدلیب

ہم رہ بادباری ہو اُسے غدلیب
جس قدر چاہیے زرِ گل کو اور اُکھٹ غدلیب
جوشِ گل میں ابھی ایسا رنگ لگا غدلیب
تا کجا اثباتِ گل تا کے بقائے غدلیب
کب قدم رکھوں چمن میں بے رشتا غدلیب
آفتین کیا کیا ہیں انروزوں برائے غدلیب
کون ہو ذی حق زرِ گل کا سوائے غدلیب
آشیانہ ایک باقی ہے برائے غدلیب
کس زبان سے میں کروں وصفِ ثنائے غدلیب
اندون تیر ہو ائی ہے نوائے غدلیب
تا فلک چو بخی گی جدم لائے غدلیب

کھ گئی ہے آج مجھے صبح دم باد بہا
اپنے عاشق کا نہیں معشوق کو ہر گز خیال
چار تنکے رکھکے بے منت بنایا آشیان
ایک نئے مدہوش کرتی ہے مجھے باد بہا
عشق بازی جان بازی ہے اگر منتور ہو
ملتی جلتی ہے یہ کچھ کچھ گنگوے یا رسے
بانغان صیاد و گلچین کو چمن سے دور کر
دیکھ کر کچ قص کو یہ کہا صیاد سنے
ہر گھڑی کرتا رہے وصفِ گنجین یار
کون بھیجی بزم میں گر قفلِ مینا نہ ہو

بوئے گل کے ساتھ آتی ہے صدائے غدلیب
آشیان میں فرشِ برگ گل بچھائے غدلیب
خونِ دل صیاد و گلچین کا بہائے غدلیب
ایک دن صیاد و گلچین دیکھتے رہ جائیں گی
بزمِ عشرت میں نہ جاؤں خوش آں لگ نہ ہو
جو گلچین رحمتِ صیاد و خوفِ باغبان
کون عاشق ایک ہے دل سے کسی ہو اسکی چاہ
جوشِ گل چلنا ہوا راہی ہوئی باد بہا
گل گئے آئے اسے عشقِ ملی جو سو ہے
بے اثر ہے کارگر کہا ہو دل صیاد میں
بانغان صیاد و گلچین کے بگڑ جائینگے ہوش

باغبان حیران ہو جلتا نہیں گل کا چراغ
خسرو گل نے بلا یالے اوڑھتیا ہر
وہ رخ گنبن سے گلشن میں اگر اولیں نقاب
اندون ایسی بند ہی ہو کچھ ہوائے غلیب
ابتدا وہ تہی ہوئی یہ انتہائے غلیب
رنگ گل اوڑھتا پھر ہر سو بجائے غلیب
کیا تماشا ہو جو اب کی جوش گل میں منتھی
یار بیٹھے جائے گل گل ہو بجائے غلیب

جہان میں ہو نیکی ساتی بہت خراب شراب
نکال خم سے کوئی رشک آفتاب شراب
خیال دل میں مرے مست ناز کا جو رہا
بہارِ زیت ہے معشوق یار گر ہوئے
سجائے دور کی جو سابقا ہلا ایسی یہ
جو دیکھا روئے عرق ناک میری ساتی کا
دل بربستہ و خون دل و جگر میرے
ہر اندون میں تنک ظرف قابلِ عشرت
کر نیکی کا تب اعمال کیا رقم اسکو
کمال تجھے میں منت پذیر ہوں ساتی
کمال مبطل ایمان ہے عیشِ نالائین

خداے پاک جسے متھی عطا فرمائے
جہان میں عیش کے سامان میں کباب شراب

آن میں جل تہل بھری پل میں بہری دریا سحاب
گیسوئے شب رنگ چھوڑی جیکہ رخ ہریار نے
بال بکھری دن کو دیکھی ہیں بت سناک کے
بانع ہے خبر جو می ہے ساتی گلفام ہے
میکدہ کی آب پاشی کے لئے کل رات کو
داسن ہر گان ترکے رو برو ہے کیا سحاب
دل پکا را باغ کی جانب سے لواتا سحاب
رات بھر کالی بلا نکھو نظر آیا سحاب
ایک تیری جافظ باقی ہے جلدی آسحاب
چا گلین پانی کی کیا بھر بھرے آسحاب

خشک ہو جائے رنگ دامن صحرا سحاب
 یاد دلو تا ہے کیا کیا سا غرو مینا سحاب
 رنگ سے گردون پہ نشب کیا کیا ہوائ کا
 می ہے کیسی باغ کیسا اور ہے کیسا سحاب
 مین یہ بھما باغ پر فردوس کے چھایا سحاب

گو ہے منہلس منتھی ہوا ہے دریا دلی
 دلکا اُجلا ہے اگر کا ہر مین ہے سیلا سحاب

بھسیر ہے حسن کے بازار مین اب
 کعبہ ہے قبضہ کفّار مین اب
 آمینہ ڈوبا ہے رنگار مین اب
 کاٹ تو ہے مری تلوار مین اب
 کچھ نہیں مردم بیمار مین اب
 رنگ کچھ اوجھلے گا گلزار مین اب
 کوئی نئی نئے غنچیں سدا کا مین اب
 نقشہ پیدا کیا گلزار مین اب
 رکھ نہ اوٹھلی دہن ماہ مین اب
 فیر بھر دوں دہن ماہ مین اب
 باغبان کون ہے گلزار مین اب
 ہے ملک لال شکر بار مین اب
 تیغ سے دست بجا کا مین اب
 دہوم ہے کو چہ بازار مین اب
 چال تلوار کی رشتار مین اب
 بال آیا تری تلوار مین اب

ناہ گرم اپنا جدم سر اوٹھائی انوکھ
 ہر دم گر یہ تصور چشم و گردن کا مجھے
 بال بھگی دن کو دیکھے تھے مرے محبوب کے
 گر نظارہ زلف و رخ کا سا قیام کن نہو
 گیسوئے شبرنگ چھوڑے جبکہ رخ پر یار نے

جمع نیوار مین گلزار مین اب
 گھر ہے غیروں کا دل یار مین اب
 چھا گیا رخ پہ ہمتار سے خطبہ
 خون چٹا کر وہ مراکتے ہین
 بند ہے آنکھ تری عاشق کی
 آتے جاتے مین جوانان چمن
 سر بھی حاضر ہے جگر بھی دل بھی
 خال سر نہ کا بنا کر رخ پر
 درگزر حلقہ گیسو سے والا
 حلقہ زلف مین ہے روئے صبح
 دم نہیں مارے مرغان چمن
 دہن خشم مرا پھٹکے کا
 دیکھئے کون ہو منظور نظر
 فصل گل ہے ترے دیوانہ کی
 کیسی سفاک ہے پیداک ہے
 باند ہی جب موسے کمر مین جانا

وصف اس سبزہ خط کا پیار سے
منہی کلمہ خط گلزار میں اب

ہے سحر و صلت کی نکلا آفتاب
جانتا ہوں اسکا سایا آفتاب
اس سے روشن دل ہوں اُس سحر و خلق
شب کئی فرقت کی آیا روز وصل
جہاں مے اکثر جوانی میں اور اٹھ
داغ سودا ہو گیا دل سوعیان
خاکساری اس کے در کی کربول
جہاں مے سے آنکھ برسوں ہی لڑی
روئے آتش رنگ سے لڑتی ہوا آنکھ
جان کا گاہک جوانی میں ہوا
عاشق روئے صنم کے واسطے
اُس عرق آلودہ رنکے شرم سے

کام آئیگی مری روشن دلی

منہی جب ہوگا میل آفتاب

رویف بائے فارسی

بہنے لگتا ہے جودہ رشک تم آپ سواپ
دید بازی کا بڑا ہے مجھے جب سے لپکا
ناصحا تو ہی بنا دے اسے کیا کہتے ہیں
سات ہر دون میں چھپے یا رو کیا ہوتا ہے
بے سکہ او نہیں آتی کوئی شے اسے دل را
نہ لے کس طرح نہ پیری میں کرے یہ دل کا
پھٹنے لگتے، میں مرے زخم جلا ہے آپ
جا ہی پرتی ہے حسنین پہ نظر آپ کے آپ
باؤں پر اس کے چمکا جاتا ہے سر آپ کے آپ
ماڑ لیتے ہیں اسے اہل نظر آپ کے آپ
قتل عاشق گز آیا ہے اُسے آپ کے آپ
بول اٹھتا ہے ہر اک ترخ سحر آپ کے آپ

آہی جاتے ہیں فلک شمس و قمر آہی ہے
 ہو ہی جاتی ہے بری دکنو جڑ آہی ہے آپ
 ہو ہی جاتا ہے سراسیمہ سر آہی ہے آپ
 آج آنکھ کدہ برز تک قمر آہی ہے آپ
 جو ش کھاتا ہے لپٹا جگر آہی ہے آپ
 بھوٹ بڑتے ہیں مرے دیدہ تر آہی ہے آپ
 آہی جاتا ہے مرا پوچھا گھر آہی ہے آپ

رہ ویف تائی فوقانی

ہر اک ہو بیان مہا نِ محبت
 یقین ہو گیا ہے گما نِ محبت
 کھین جل نبھے خاندانِ محبت
 سنا کرتا ہوں داستانِ محبت
 کیا یا رنے امتحانِ محبت
 پڑا کرنے دین داستانِ محبت
 نہ پایا مگر قدر دانِ محبت
 ہمارا بھی ہو امتحانِ محبت
 کہیں ہو جھکے امتحانِ محبت
 جہی دلیں ہو یہ سنانِ محبت
 لے راہ میں کاروانِ محبت

بے طلب خانہ ویران میں ہمارے شب بے فرد
 ہوں وہ دیونہ کہ جوقست بہا راتی ہو
 جبکہ چلتا ہو تیرا تیر کچھ اونا لہ
 کشش دل مری لائے تو کھوں گا اس سے
 مے گھرنگ وہ جب پیٹا ہو دانِ غیر کے ساتھ
 ہجر میں ابر باری جو نظر آتا ہے
 منتی جسکو بے کچھ لطف سخنِ دیاں میں

کنا د ہے عالم پہ خوانِ محبت
 کھلا آہ دل سے نشانِ محبت
 چنکین تا کجا عاشقانِ محبت
 پڑا کرتا ہوں قصہ مین لیلے
 نہیں دار پر شکو منصوبہ کھنچا
 نہیں نغمہ کرتے ہیں مرغانِ گلشن
 بہت جیس دکی لے مجھو گا بہک
 ضمیر میں و منصور و دامت تو گدڑ
 کہیں کر چکے قتلِ عشاقِ ظالم
 میں عاشق ہوں نرگان کا مدت کوئی
 مے میں و خور و دوا مت جان میں

فرشتہ نہ پھونچا وہاں یا پھونچا

ذرا منتھی دیکھہ شانِ محبت

آتی ہو یاد یا ہر جھکو منساے دشت
 دیوانگانِ عشق کے خاطر ہو جائے دشت
 بے اختیار منٹھے سے نکلتا ہو مٹے دشت
 پیدا کیا ہے اکو خدانے برائے دشت

اک روز چل کے مجھ کوئے بیدل سے پوچھے
ہموار ہنقشتر ہے پریشان حال ہے
بوتا ہے جب ہجوم گل ولالہ باغین
آلایش حیات سے رہتی ہے دورِ دو
کھولے گلوں کے کان نسیم بھارنے
مدادِ باد سے جو بگولہ ہوا بلند
دیوانگانِ عشق کے جوش و خروش کو
فرما دے نہ قیس نہ واقع ہوا ندون
عاشق کو اپنے کس لئے دیوانہ کر دیا
دنیا کے دون کو جوڑ کے یکبار قصد ہے
سودا اگر نہیں کسی آہو خصال کا
نناید کہ دلیمن بھر مری دشت نے گھر کیا
ترغیب دے رہی ہے مجھے دشتِ ملی
سودا مرے لئے ہے میں سودیکے واسطے
انجام کار عشق نے دیوانہ کر دیا
دیوانگانِ عشق کی مٹی عسزیر ہو
وحشت میں کس لئے کہیں آوارہ بھیج دیں

وحشت لئے بھری اُسے غربت میں بدتون

پائی نہ منتھی لئے کبھی انتھائے دشت

بھارت کھانے کے لئے دوڑے سگانِ کورِ دو
ہیں الگ سے زمین و آسمان کو سے دوست
سراٹھانیکے نہیں افتادگانِ کوئے دوست
جانتا ہوں انکو میں افتادگانِ کوئے دوست

کیا بکرِ حجبہ جھپٹے بابا بن کوئے دوست
ہیں جدا گانہ جہانے ساکنانِ کوئے دوست
صورِ چنگ جائے کہ ہو مھر قیامتِ تھکا
طویرِ موسیٰ ہے افلاک پر عیسیٰ سے

قا صدایہ ہے پتا یہ ہے نشان کو دست
دیکھتے ہرگز نہیں ہن رہروان کو دست
کہ رہی ہے بیٹھ بیل داستان کو دست
کیا بیان ہوئے کسی سے عزو شان کو دست
مین یہ سمجھا یہ بھی ہے اک پاسان کو دست
بار ماہنے کیلے استھان کو دست
جانتا ہوں اسکو مین اک نوجوان کو دست
کہ رہے ہیں آج واعظ داستان کو دست
رنگ رہتا ہی ہنیشہ درسیان کو دست
زندے آشام ہم ہن عاشقان کو دست
جلد یا جنت کو سیدنا کاروان کو دست

خون بھبا ہوگا پر ہونگے کبوتر کے پرے
بادشاہی ہفت کشور کی میسر ہو اگر
چھمے کرتے مین گلشن مین کھلے مین گل تمام
فہم سے جو دور ہوا دراک سے جو ہو رہا
ذکر رفوان جسکھرے آیا ہے میرے ساتھ
بارہا دیکھا ہے مئے خاکسارون کا ہجوم
زندہ کہتے ہن جسے پیر خرابات اے فلک
کر رہے مین مسجد دن مین وصف جنت کا
چلتے رہتے ہن ومان جامئے حشر پیام
دم نکلتا ہے تیرا حورو جان پر زابدا
بیچکر جان گرا مانا کو راہ عشق مین

حورو غلمان سے صبا کہیو پیام تمھی
جا ساری ہی رہے اے ساکنان کو دست

سخت جانی ہے ادھر ناوک اودھر بازو دست
جام جم سرگز نہ لون باؤن اگر زانوئے دست
رفتہ رفتہ بڑھتے جاتے ہن ابھی گیسو دست
جانتا ہوں دام مین شاید چھپے ہو دست
دل نہیں قابو مین اپنے دلہے قابو دست
حافظ قرآن ہوں لیٹے یاد ہے وہ رو دست
باع عالم مین کہیں پاتا نہیں ہوں بو دست
خیرانگو تا کمر پھونچے نہیں گیسو دست
دیکھتا ہوں صورت گل گاہ گاہ رو دست
سخت مین اعمال اپنے اور نازک جو دست

معکہ مین دیکھے کرتی ہو بدعت دست
باع جنت کونہ دیکھوں گے مین دیکھوں دست
تموڑے تموڑے پھنستے جاتے مین دل سودا دست
جھاکتا ہے جسکھرے بڑے کی جالی سے مجھے
دیر مین لیجاؤ وہ جا ہے حرم مین بھوکے
بھوتا دم بھر نہیں دیکھا ہے جب ترابدا
دھوٹہ نہتا پھرتا ہوں مانند صبا مین بد
نیم جان کتے ہی کتے نیم بسل بو دست
فصل گل مین اسطر حکا ہو گیا سودا دست
دیکھئے کیونکر برائے اپنا حرف مدعا

پیرِ صد سالہ و مان ہوتا ہے جا کر نوجوان
یہ انہر کھتی ہے زار و سوز بہن کوئے دوست

پہلے اسکو فرشتے جگڑی ہر غدا
دکھتا تھا منتھی پھر پھر کے ہر دم سوکڑو

تو سمجھتا ہی نہیں پر خیر بات کی بات
یا رات تک ہے مجھے پیرِ خیر بات کی بات
جبکو کھتا ہے ہر اک تعلق مینا سانی
دیجئے بوسہ کوئی آپ کے گھر آئے مین
نقد بوسہ کے طلب کرنے پہ کھتا جو وہ شوخ
نقد دل مانگتا ہے مجھے بڑی الفت سے
سرِ ممبر وہ بُرا کھتا ہے رندون کو کبھی
حرفِ فرقت کا شاد دیجئے لوحِ دل سے
جانتا کب ہے کوئی میرے دماغ و دلگی
و صفِ بخت جو بیان کرنا ہے واعظم پر روز
اُسکی کیا بات جسے دولت و صلت نصیب
نشہ جوشِ جوانی کا بیان کیا میں کروں

یا رب پویش تھا مدہوش تھا ساقی سے

منتھی یاد ہے کچھ اکبواٹس رات کی بات

بچِ فرقت نے دئے دکو مرے ساری رات
صد نہ سچ سے گزری یہ بدشواری رات
ماہرِ یون سے نہ کھنا مرا پھلو خالی
سعدِ تیرہ کا ہر چند قیامت ہر غدا
نکِ اغیار کیا گاہ دیا رنجِ فراق
روز و صلت کا تو نہیں نہیں کے گزرتا
زورِ پیار پہ کھڑی رہی بیماری رات
ملک الموت رہا ساتھ مرے ساری رات
ما آئی نہ کھانا مجھے اندھیاری رات
تھر ہے عالم تنہا تنہا کی اندھیاری رات
خوب کی خوب کی تو نے مری غمخواری رات
کشتی سے ہجر کی اوشع بدشواری رات

جب سنا غور سے ذکرِ فلک شعبہ باز
رخِ نہ کرتا ہے قدم جبکہ سرِ شام ملے
آیا جس وقت نفا بسنج روشن کائنات
جلوہ گر ہوتا ہے جسدن کہ وہ ماہِ انور
وعدہ وصل کیا ہم سے گمانِ غیر کے پاس
شدتِ دردِ جدائے کے سبب او نامح

روز و صلت کا سبکتر ہے نہایت لیکن

منتہی سحر کی ہوتی ہے بہت بھاری رات

کہتے ہو جگو رہا کیوں خفقانِ آبکی رات
جلوہِ حسن سے ہر سو شب و صلت بھی ہو
پہلی کے مے ہو گئے جامے سے سراپا باہر
یار ساتی ہے نئے ناب کا ہے دور پہ دور
آپ سے آپ وہ بگڑا شب و صلت مجھے
نالے شکر دل پر داغ کے بولا وہ شوخ
رحبے حسن کا یا ہو ملک الموت کا خوف
ندیا تو ندیا صد مند فرقت و ر نہ
شمعِ مینا کو دیا خوب ہی صاحبِ فروغ
ماہِ سواغ ہے سبزہ ہے شبِ ماہ بھی ہے
میری تقدیر سے ممکن ہوئی جگو و ر نہ
شادی وصل میں ہے دغدغہِ رخِ فراق

مہربان یار سے شکوہ کر وہی شبِ وصل

منتہی بند کرو اپنی زبانِ آبکی رات

کھون کیا فراقِ منہم کی حقیقت
بیان کیا کروں مرنے دم کی حقیقت

جد اگانہ ہے بیش و کم کی حقیقت
 گرمی آنکھوں سے جامِ جم کی حقیقت
 نہ ہے پیش و لب بیش و کم کی حقیقت
 کھلی محکو لوح و قلم کی حقیقت
 جگمگہ میں نہ مٹھی ارم کی حقیقت
 دلاوا ہو دستِ کرم کی حقیقت
 کھلی کس کو ملکِ عدم کی حقیقت
 کھلے گی کبھی چشمِ نم کی حقیقت
 سمجھ ایک دیرو حرم کی حقیقت
 گرمی دل سے جاہِ حشم کی حقیقت
 یہاں کیا ندیم و ند م کی حقیقت
 خدا جانے میرِ اُمم کی حقیقت
 مری آتشِ عشق کا حال کھلے

کہاں منتھی یہ قلم کی حقیقت

بکھسے کٹا ہون ہی اوجھن آرائے بہشت
 ایسے دنرات کھلے رستے میں درگاہِ بہشت
 کون وہ سر پر کہ جبین نہیں سوائے بہشت
 میں سمجھتا ہوں اُسے موجبہ دریائے بہشت
 کوشے قوم کو رختا نہیں دعوائے بہشت
 نہ رہے پیر نہ رہے کچھ مجھے پروائے بہشت
 حورِ عین کس کی ہو پھر کس کی ہو یہ ہے جا بہشت
 پھر نہ کیوں طرف لالہ عمرائے بہشت
 لوگ کتے ہیں مجھے بلبلِ تیدائے بہشت

کھلی یہ وجودِ عدم کی حقیقت
 بسا جب سے نیرنگِ حنِ اپن و ملین
 غرض شاہ سے ہے نہ مطلب گد سے
 دلِ پاک سے براثر آہ سے اب
 ہوئی صحبتِ گلر خانِ جب میسر
 رگِ ابر باریدہ دیکھے اگر تو
 پھر اکو چہ عشقِ میں کون جا کر
 یہ دہو بیٹھے گی نائے بد عمل کو
 ادٹھا دیدہ و دل سے پردہ دوئی کا
 نشانِ جب سے کوسے قناعت میں گاڑا
 صفا خیر ہیں سکۂ داغِ کفت
 خدا جانے پیرِ خرابات کا حال

ترے عامی کو بھی کیسی ہے ننائے بہشت
 شاید آجائے کبھی وہ جن آرائے بہشت
 کون سے دلوں میں عفو گنہ کی خواہش
 کثرتِ دستِ کرم جب نظر آتی ہے مجھے
 کافرِ عشق ہو یا مردِ مسلمان نہ اہد
 کو چہ یارِ گل اندام اگر ہاتھ تھے
 کو چہ عشقِ میں جا عاشقِ صادق تو ہو
 ہو میر جو ترے ماریں گلرنگ کی دید
 چمکے کرتا ہوں جب سے میں ترے کو جبین

خواہش جو کسی کس کو ہے پروائے بہشت
ڈھونڈتا ہوتا ہے دن رات ہر اک جاگ
ہاتھ آئے نہ مرے دولت زیبائے بہشت
دل میں پیدا ہوئی شیریںے شکر کا بہشت

کو چہ یار میں مدد سے پڑا ہوں زاہد
دوڑتا دیر کو کوئی ہے حصرم کو کوئی
وصل سے رہ گیا محروم میں اس گل رو کے
لب شیریں کے تصور نے یہ جا کی اوسمیں

قصر خبت سے زیادہ تو سمجھ لے اسکو
منہی گرجھے تھوڑے سیلے جائے بہشت

رولیف تائی فارسی

حسینوں نے کئے ہیں کھر کے گھر چٹ
کرین اس کشکے دنیا کی خور چٹ
اوڑالین گئے عدو سے مفت بر چٹ
کئے ہیں اسنے کتنے نامور چٹ
نظر کرتی ہے پتھر میں اثر چٹ
نظر کر لیتے ہیں اہل نظر چٹ
نزاکت کرتی ہے اسکی کمر چٹ
جو ہو سیری کرے عاشق کے سر چٹ
ادھر غنچے نے واکہ بہشت زر چٹ
کر یگا خون عاشق نیشتر چٹ
سیر انسان کئے ہیں کس قدر چٹ
وہ کہ جاتے ہیں مال بے بدر چٹ
کیا ہے جو کہ تو نے عمر بھر چٹ
سپاہی کر چکے تیغ و سپر چٹ
کہ یزید مار ص مع برگ و نمر چٹ
نہ رکھنا ایک کوڑی تک کفن کو

عجب کیا کر میں یہ مال و زر چٹ
کرین مال جان کو بے نہر چٹ
تمہارے حق کی دولت کو پیار سے
نہ غربت ہر زمین کی بھول دل میں
بتو ڈریو عدو کے گھورنے سے
اگر ہوسا تھہ پر دون و مہوش
قدم رکھتا ہے جدم ناز سے یار
ترخی تلوار کا ہے پیٹ خالی
او دہر غنہ کیا بیل نے آکر
ہمار گل ہے کاوش پر خون ہے
دہان گورنے لقمہ سمجھ کر
جد میں مردار خوار اس سبز زمین کے
فرشتہ کلمہ سے ہیں پاس تیرے
گرائی سے تری او حیدر آباد
جولا وارث نھال بارور ہو

ملی جو منتھی تو اسکو کر چٹ

رُائی انکھ کھائی جان پر چوٹ
 بغیر از وصل دیدی جان شیرین
 کبھی وقت کا غم گہ کمرِ ولت
 اوٹھتا دل نہ پھر بارِ محبت
 یکایک آگئی اوسر طبیعت
 یہ دل فقروں یہ اوسکے آگیا ہے
 گھا کر دل کو آنکھیں پھیرتا ہے
 جسے تاکا اوسے جینے سے مارا
 شباب آیا ہے جو بن زور پر ہے
 بچا یا دل کو کھا بیٹھا جگر چوٹ
 یہ ذکر کو بہن بھی مجھکو سر چوٹ
 یہ دل کھانا رہا ہے چوٹ بر چوٹ
 نہ کھانا بھر کبھی بار دگر چوٹ
 کدھر میں تھا کدھر دل تھا کدھر چوٹ
 یہ نادان کھا گیا ہے بیشتر چوٹ
 الگ ہوتا ہے مجھکو مار کر چوٹ
 غضب کی رکھتے ہیں یہ خوش نظر چوٹ
 نہایت اندون ہے بارور چوٹ

ندے دل عہد پیری میں ہوں کو

نہ کھا اسے منتھی وقت سحر چوٹ

ردیف ثانی مشلثہ

یلت شیخ و برہمن میں ملاتے ہو عبث
 دل زمانیکے حینوں نے لگاتے ہو عبث
 صفتِ نقشِ قدم کو چہ دلدار میں ہوں
 تمکو معلوم ہو جیسا کہ میں تر دامن ہوں
 قہر ہے بارِ محبت تھیں مال و زر کی
 طاقتِ جت نہیں قوتِ پرواز نہیں
 لکھتے ہو کا تبِ احوال جو اعمال میرے
 شکے افسانہ غم یا رمر اکٹھا ہے
 چہن کو چہ دلدار کا میں بیل ہوں
 خاک انجام ہے اس نشوونما کا اسے دست
 گھاڑتے ہو مجھے ناخن کو جلاتے ہو عبث
 بیوفاؤں کے غم و رنج اوٹھاتے ہو عبث
 بے مٹے میں نہیں اوٹھنے کا اوٹھاتے ہو عبث
 زاہد و نازِ جنم سے ڈراتی ہو عبث
 زہر ہے یہ غم دنیا اسے کھاتے ہو عبث
 سوئے دیوارِ جن مجھکو اور اتے ہو عبث
 تہمتیں مفت کی بند کو لگاتے ہو عبث
 جو کھائے کہ سننے سے وہ سناے ہو عبث
 دوست و غلام میں مجھکو لیے جاتے ہو عبث
 شعلہ خن کی طرح مجھکو بڑھاتے ہو عبث

بار آ یا گیا ہوں جن عالم میں
بھرمجھے ملک عدم کو لئے جاتے ہو عبث
بھرمجھے بار محبت میں رہا تے ہو عبث

منتہی زحر ہے اس مالِ جہان کی لہٹ
ایسے موزی کو مرے بار کھلاتے ہو عبث

رہ گیا کنج کے تلواریں ہوا کیا باعث
کون مانع تھا تری جلوہ گر کیا اور دست
بزم میں رکھا ہے پیالے تہی کیوں سائے
مطفِ نظارہ ان آنکھوں نے اوٹھا ڈیر
نظر آیا نہ مجھے موئے میان و لبر کا
وصل شیرین نہ میسر ہوا تجھ کو فرما د
بیقرار ی کے سبب سے یہ ہمارا دل رکا
کششِ دل مری گذرا میں کشش سے ایسی
اوز گسی روح پھڑک کر قفسِ تن سے ہی
طبعِ رنگین سے مری جوشِ جوانی کا مٹا
رحم اسے کاتبِ قدرت جو ہوا تھا سو ہوا

منتہی ہاتھ سے اس ساقیِ دریا دل کے
سب چھکے تو نہیں سرشار ہوا کیا باعث

کس طرح پوشیدہ ہوئے رازِ نبھانِ الغیاث
بل بہت کرتی ہے دل سوزِ لہِ جانِ نبھانِ
عاشقِ جانبار پر یو رہتا ہے وہ ترک
کون چھو پچھے جز صنم میرے سخن کی داکو
کھود یا ہے روپِ بزمِ بار کا انبار نے
وصل سے فرقت میں کیا کج جو ڈراتا ہر صبح
قابلِ نیچہ خمین چاکِ گریبانِ الغیاث
کاشٹے کو دوڑتا ہے مارِ بچانِ الغیاث
بگینہ پر کھنکھتا ہے منبعِ بڑا انِ الغیاث
کون عمر از گل ہے بلیل کا نہا بد انِ الغیاث
دبوئے لوتلے یہ ملکِ سلیمانِ الغیاث
زہر دیتا ہے بجائے قندِ درمانِ الغیاث

چمکیوں میں ہی اور ادا دین گے اُسے اکیڈن پتہ رنگ سمجھیں میں حسین خون نہیں دن الٹیا

منتظم ہے غیر زبریم بار کا افسوس ہے
دیو کے قبضے میں ہو ملک سلیمان الٹیا

ر د یف جیم عربی

یون پوچھا ہے عاشق بیمار کا مزاج
کل ہاتھ سے گیا یہ دل زار کا مزاج
باریک بار سے ہے دل زار کا مزاج
منطس کا اور اور ہے زردار کا مزاج
شکنا نہیں جو عاشق صادق کی اندون
آئی ہے کیا بہار گل لالہ باغ میں
سکے پتھر سے ہیں اسکے جانِ خراب میں
حسرت ہے ربط دیکھ کے اغیار کا
اسکو ہوا ہے کس بُت مغرور کا خیال
دو چار مول لیتے ہیں سودا غم زلف یار
اجھا تو ہے قدیم گنگا رکا مزاج
پوچھا کیا کھڑے دروہوار کا مزاج
نازک ہو تندرست سے بیمار کا مزاج
گل کا ہے اور اور ہے کچھ خار کا مزاج
منا نہیں ہے آجکل اغیار کا مزاج
ہو آسمان پہ بیل گزار کا مزاج
ہے جکے ہاتھ درہم و دنیا رکا مزاج
کیونکہ ہے ایک کافر و دنیا رکا مزاج
منا نہیں جو مجھے دل زار کا مزاج
جاتا ہے روز ہاتھ سے دو چار کا مزاج

جکا مریض عشق ہون دے شقی

پوچھا کہی نہ اسنے گنگا رکا مزاج

عاشق شیدا کو ہے دلع جگر کی احتیاج
بند آنکھیں ہو گئیں ہنصہ میں ہوئی ساکت بنا
انک پر تا نیر میرے جلد تو پہنچا صبا
جذبہ عشق دلی جس شخص کا ہو پیشوا
حرص گھٹ سکتی نہیں ایسی عنوان سے
جس طرح ہوئے سپاہی کو سپر کی احتیاج
اکدم میں مٹ گئی ساری بشر کی احتیاج
گوئیں کو معشوق کے ہوگی گہر کی احتیاج
ناصحا اسکو نہیں کچھ نامہ بر کی احتیاج
کم نہیں ہوتی کسی صورت بشر کی احتیاج

شیخ سان کٹوا دے زبریم عشق میں خطیر

منتی گر ہوئے تھکوا اور سر کی احتیاج

ردیف جیم فارسی

ہوئی پیری چنانچہ یار کر کوچ
 عدم سے آیا ہوں منزل بہ منزل
 چلا جاؤں گا یوں بین کوچ در کوچ
 کہوں گا ایک اکدن یہ مختصر کوچ
 جہان کے کر گئے اہل نظر کوچ
 لگا رہتا ہے جہان شام و سحر کوچ
 نہیں کر نیکا پھر بارِ دگر کوچ
 تھین دنیا مقام اپنا ہے کر کوچ
 دلا کر کوچ سے تو پیشتر کوچ
 عبت کرتا ہے تو سوئے سحر کوچ
 بکر نابے محل او بخبر کوچ
 عبت کرنا رہا میں عمر بھر کوچ
 او دہر کو کر گئے ہیں نامور کوچ
 مسافر کرتے ہیں وقتِ سحر کوچ
 کہ بیگیا باعث فتح و ظفر کوچ
 کئے جب منتحی نے کوچ در کوچ

ردیف حامی مہملہ

آئی گل کی بھارِ نامح
 ایک ایک کا ہزارِ نامح
 دل سے گیا اختیارِ نامح
 اپنا نہیں کوئی یا رِ نامح
 جائے جتنا پکارِ نامح
 کبھ و ا کو ہے اضطرابِ نامح
 آئی بارِ بھارِ نامح
 غم کا ہے کوہِ بارِ نامح
 آئی گل کی بھارِ نامح
 یہ گوشِ بنگ گوشِ گلِ بین
 شاد گل کی بھارِ بھوچی
 اوڑ جائیں گے صبر و طاقتِ بھو
 الفت ہے بنوں کی جیسے یل

تیری اوس حال میں سنو نہیں
اس نالہ دل نے سدا اٹھایا
کہ تاجہ بدی تو ان بتوں کی
وہ کیف شباب ہو یہ جکا
مٹیا وہ مرغ جان کا ہے
یہ کیف شباب منقہ کا
لا رہا ہے شاخسار صبح

بر سے تو ابر دیں پُر آپ کی طرح
جوش شباب کا مرے عالم نہ بوجھے
ساقی سے جو بھار میں وقت نصیب
آرائش اس جان کی ہر حسن عارضی
ہے جستجو اسی بھی کسی بحر حسن کی
چاہ و زتن جو دیکھ کے آیا ہے یار کا
اپنا بھی جن دنوں میں کہ عہد شباب تھا
قاصد ہی ہے کوچہ صفاک کا پتا

کھویا بہارِ عمر کو غفلت میں نہ تھی

گدڑا جانِ نظر میں تری خواب کی طرح

جگہ دی پھلو میں کیوں عشق کو جگر کی طرح
نہ پوچھو عالمِ شوقِ دلی مرا نام
یعنی ہے مجھے احوالِ مرگ و عاشق کو
مثالِ آبِ روانِ ایک جا زمانہ قرار
مسافرانہ رہا اس سرانے ہستی پر
تعلقات زمانہ سے جگمگی چھوٹا
مگر میں باندہ کے رکھا جٹ گھر کی طرح
جہان کا قصد کیا جا پڑا کی طرح
وہ دل لگا کے نشینِ فتح کی خبر کی طرح
بسر ہوئی مری دنیا گزر گئی کی طرح
چلا پھر امینِ زمانہ میں رہ گئی کی طرح
کھد میں چین سے سویا میں رہ گئی کی طرح

ہمیشہ در پئے دنیا کے دون را یہ دل
مدام عالم ہستی میں حسرت مہمان
دکھا اُسے دیکھا اُسے جسکی چشم بنیا ہر
متھا را موئے میان دلیں چہرہ ہر یار
عزیز سب کو دکھا کیا ہنس کر شہسوار
رہو دین پاس ہمارے دل و جگر کی طرح
سما یا ہے وہ سراک رنگ میں انور کی طرح
کھٹک رہا ہے رگ جان میں نشیہ کی طرح

یہ دافعِ عشق صنم منتھی ترے خاطر
رہیگا سر پہ ترے حشر میں ہر کی طرح

زرقانِ بچہ خورشید تو ہے ہمتِ صبح
نورِ رخسے ترے ملتی ہے بت صورتِ صبح
قلقلِ شیشہ سے زمزمہ مزہ چمن
ہے جوانی سے سوانا لہ پیری کا مزا
بنم میں رند قہرِ خوار کی سن او ساقی
سر کے بھل نشہ میں گرنا طرفِ بجانہ
عجری پیری کا عجب کیا جو اُسے ہو کر پسند
روزِ فرقت کا تو ممر کے بسر کرنا ہوں
خود را موش نہ ہو بھر خدا پیری میں

جلد آہجر کے دن تمھے نہ دکھا وصل
منتھی اب کے یہی کھلے کر و منتِ صبح

یون کیف مے سے ہنے ہن خوار یا رخ
روتا ہوں یاد میں لبِ اعلین یا رکے
ہوتا ہے خون دیکھے کس کس کا اندون
لاکھوں کے خون سر پہ ہن تبر و چہرہ ہوئے
خون جگر ٹپکتا ہے دن رات آنکھ سے
جس طرح گل کھلاتی ہے باد بہارِ سنخ
آنکھیں نہ کس طرح ہوں شبِ انتظارِ سنخ
میدے اب تو رہتے دستِ لگا سنخ
کہونکہ ہو لباس ترا شہسوارِ سنخ
دامن نہ کس طرح ہوا اے نگارِ سنخ

روایفِ خامی مجھ

رویف وال مہملہ

لگا و یار کا مارا ہے ہر بند
 ہوئے طوق کمر کب ماتھ میری
 یہ ہے کتاب مجھے صنعت پیری
 میرے دیوان کو گودوں نے چالہ
 نہیں کھتا ہے مجھ پر رازار سکا
 میرے دل میں ہو جا لعل حسین کی
 نگاہ یار کے آگے ہے یوں دل
 نے جو شش جوائی سے یہ آنکھیں
 نہ دے ضبطِ فغان کا حکم مجھ کو
 ہزاروں یارِ صندوقِ لکھ میں
 کہیں چھپتے نہیں ہیں اہلِ عوہر
 تصور میں رخ و زلفِ صنم کے
 نہ پختا دامِ لُفت میں وہ زہار

اس کو زری میں کس شخص نے دریا کو گناہ
 لہہ کہا مان کر راہِ خدا بند
 وہ انتشارِ بدست ہے یہ آپ ہو جائید
 جہدم کہ نقابِ ترسا کا کہلا بند
 رختی نہیں مٹھی میں کبھی ہوا بند
 اسے مرغِ سحر جو بچ کو رکھو تو ذرا بند
 مدت سے ہے اس خانہ زائیں بلا بند
 احوال کھلا غیب کا آنکھیں ہوئیں کیا بند

کی کہنے میری دل میں محبت کی ہوا
 خاموش نہ ہو طالعِ لبِ توبہ کی طرشت
 صنم ہے دنیا ہے گدا درپے عقبا
 شب دیکھ لیا صبح قیامت کا تاشا
 چھپے نہیں دل میں کبھی اسدِ رحمت
 ارمان ہے بت صبح شب وصل ہو نہ کد
 کب سے دل مخزون میں ہو آتش زلف کا بوا
 سندھ بھرا جو دنیا سے تو عجبے نظر آئی

بے ذکر صنم و جد میں کب آئے دلِ زار پتائیں ملتا ہے جو ہوتی ہے ہوا بند

جس دن سے ہوا دستِ توکل کا سہارا

انے منتھی اکدم نہ رہا کام مرا بند

دلا لامکان ہے مکانِ محمدؐ ہے بامِ فلکِ آستانِ محمدؐ

ہے فرمانِ حق کا بیانِ محمدؐ زبانِ خدا ہے زبانِ محمدؐ

بدل جو کہ ہے رازِ دانِ محمدؐ وہی ہیں وہی وارثانِ محمدؐ

وہ معشوق بے شبہ اللہ کے ہیں جو ہیں زاہد عاشقانِ محمدؐ

خدا کا ہوں بند خدا کی قسم ہے محمدؐ کا عاشق بجانِ محمدؐ

سعیدِ ازل کو ہے شیعِ ہدایت ہر ایک عضو ہر استخوانِ محمدؐ

نہ پیدا کیا ہے نہ پیدا کرے گا خداوندِ عالم بہ شانِ محمدؐ

گیا کر بلا ہو کے خلیدِ برین کو جو تھوڑا سا تھا کاروانِ محمدؐ

چہ لوگ کہتے ہیں مسلحِ زاہد میں سمجھا آئے عزیزِ نشانِ محمدؐ

حجابِ محبت اِدھر کو تھا حایل او دہر کو تھا رازِ نھانِ محمدؐ

نہ دیکھا قدم کوئی طاعتِ ماہر نہواجب کی بھی امتحانِ محمدؐ

وہ جنت کے ہیں اور جنتِ انبیاء جہان تک کہ ہیں دوستانِ محمدؐ

اُسے مل گیا قصرِ خلدِ برین کا جسے مل گیا آستانِ محمدؐ

نمایان جو یہ منتھی کہکشانِ ہوا

فلکِ پرچند ہی ہے مکانِ محمدؐ

کس کی ہوئی تج کو چاہ قاصد بدلی ہے تری نگاہ قاصد

راہی ہو ابدِ عدم وہ ہوش ہو روستے سحرِ سیاہ قاصد

پتا جو کسی جگہ پہ کھڑکا تیرا ہوا اشتباہ قاصد

ماہِ کفنان سے ہے وہ خوشرو جبکہ جگہ بیتِ چاہ قاصد

نشتائیں وہ کسی کی خود سر اس میں تیرا کیا گناہ قاصد

ٹھرا یا وصل بعد مدت
 داغ دل و نالہ سحر گاہ
 فقروں سے جولائے اُس صنم کو
 نقد دل ہے گرہ مین اپنی
 قاصد قاصد پکارتا ہوں
 شاید لایا پیار و صلت
 نامیہ ناخوندہ اُسے بھاڑا
 مارا گاہے گناہ قاصد

پوچھتے جو وہ حال منٹھی تک

دکھلانا تو برگ کاہ قاصد

جا کر پیش لگا ر قاصد
 دکھلا دے رنج نگار قاصد
 بر ہی سے کہی جو اُس ہے جا کر
 سودا ہوا زلف دیکھ کر کیا
 جاتا ہے عدم کو تیرا عاشق
 ہے موت سے سخت تر زیاد
 بیل سے خوش بیان و خوشگو
 جو ہو وے مناسب اُس سو کہنا
 او س آئینہ روضہ کو سمجھ کہہ
 آیا نہ وہ ساٹھی گل اندام
 اس پیک نظر نے منٹھی کے

بھیجے مین بشمار قاصد

سہل ہو مین کہ ہو وے اُسے دشوار پسند
 ماہ مرغیٹ ہو مھر خوش اطوار پسند
 ہے پسند اپنے وہی جو کہ کرے یار پسند
 جب کہ اس دل کو ہوئے درہم و دنیا پسند

جانتا تھا کہ اسے ہے مری زقار پسند
حق تو ہے تنگ ہو آپ سر دار پسند
اندون میں ہے مجھے عالم اسرار پسند
ہوں گدا یا رکا ہے سائہ دیوار پسند
ملک الموت نے مجھ کو کیا سو بار پسند
جب سے کرتا ہوں میں گلزار کی دیوار پسند
کون کرنا نہیں سچ ہے دُشہوار پسند
اس سے بہتر ہے کرے گر کوئی دیوار پسند

دم بھرا کرتے ہو پیری میں جسنو تکے مدام
منہمقی ہم کو نہیں آپ کے اطوار پسند

رہ گئی دشت میں خالی مری جا میرے بعد
نہ پھر آ کے کوئی آبلہ پا میرے بعد
یا د آئی گی تھیں میری وفا میرے بعد
عشق کا راز کسی پر نہ کھلا میرے بعد
یون کسی اور پہ جب ہوگی جفا میرے بعد
کام آئیگا مرا دست دعا میرے بعد
نہ رہی گی یہ گلستان کی ہوا میرے بعد
ٹھوکر بن کھائینگے پھر جو رہ جفا میرے بعد
ماری ماری پھر گی بوئی وفا میرے بعد

خاکساری کو مری یاد کر گی جسم

منہمقی خاک اوڑائیگی صبا میرے بعد

اگر وہ جانتا ظالم ہے اس قدر صیاد
ہوا ہے مار کے ببل کو نامور صیاد

دو قدم ساتھ جہاز می کے نہ آیا صدف
عشق کا راز عیان کس نے منظور کیا
دہن تنگ کا مضمون رستم کرتا ہوں
قیصرِ روم کو ہوا طوق ہما کی خواہش
کھینچ کر رہ گیا سو بار وہ فائلِ شمشیر
دلو بھائی ہے نقابِ رخِ رنگین صنم
پُرا اثر انک کسی خوش نہیں آتے ایدل
مرد بے فیض سے رغبت نہ کر کوئی لبشر

نہ ہوا اہل جنون مجھے سوا میرے بعد
خارجہ صحرائے جنون نے نہ اٹھا پاس کرو
بیگنہ قتل تو کرتے ہو کھے رکھتے ہیں
خاکساری مری پھر نہ کسی نے پایا
یا د آئیگا یہ عاصی تھیں اُمدم حساب
کھینچ کر لائیگا اُس شوخ کو تربت بہ مری
نہ رہیگا یہ ترے عشق کا پیارے شہرہ
مرے دم تک مرے مفاک کی مفاکی ہے
تکلیف گل کی صفت اس حمن عالم میں

بناتا باغین بلبیل کبھی نہ گھر صیاد
نمود قتل سے عاشق کے ہو گئی اسکی

نہیں ہے قدر اسے اپنی زلف پہچان کی
اور اودن الوٹنے میں ہوش بلبلی دگل کے
نگاہ یار ہے غمزدہ ہے سرخ دگلے لیے
پڑے جو عکس کبھی بلبلی خوشنحان کا
سر غرور اسے دل میں عجز عاشق کے
کروں گا موسم گل میں میں زفرے لب
نہ بھول موسم گل بہر خان کا بھی رکھ دینا
وہ عندلیب ہوں منتھی بین کے لیے

پہرا تلاش میں جسکی ہر عمر بھر تیا د
نہ پھر سنے گا تو بلبلی کی داستان تیا د
نظر پڑے ہیں جان میں کہاں کہاں تیا د
چمن کا آج ہوا ہے نگا ہاں تیا د
ہو رہے بلبلی خوش گو کا آسان تیا د
ہوا ہے جان کو بلبلی کی باغبان تیا د
اکیلا بلبلی دل اور اک جان تیا د
ہوئی ہے عمر نری مفت راگیان تیا د
جو عندلیب کا ہوتا مراہبان تیا د
جو ہوئے خیر و گل منتھی سیر انصا

نفل میں گل کے ہو بلبلی کا آشیان تیا
ڈوب کر نگار گ جان میں پنج نشتر سفید
اس قدر پر نور رہتا ہے پنج دلبر سفید
قشند و یار ہیں اسکے حسینان جان
چہرہ گل رنگ جانان کی عجائب ہو بہار
ہو گیا فساد مجکو دیکھ کر کیر سفید
دیکھتے ہی جبکو ہوتا ہے میرا نور سفید
یا آہی جلد تر ہو ر دے آب زر سفید
دیدہ بد میں ہو یا رب صورت سرخ سفید

ساہ پرور ہون غم جانان کا کب سزائو
 شخص ظاہر بین کا بد باطن کا یہ احوال ہے
 شدت گریہ نہیں ہے وجہ میری زابدا
 عارض گل رنگ کی دیکھی جو گلشن میں بہار
 دیکھ کر اجلا مرے دلوں لگا کہنے وہ خوچ
 بار بار میرے گلے خشک پر پھر اکیسا
 غور سے دیکھے اگر روئے صبح بار کو

صبح صادق کی طرح منہ ہودم مختصر سفید
 گھر کے اندر ہے اندھیرا اور باہر در سفید
 ہوگا اس سے نامہ اعمال کا دفتر سفید
 کیا عجب ہو جائے روئے لالہ احمد سفید
 اتنے بہتر کوئی دنیا میں نہیں ہے گھر سفید
 رنگ کچھ لایا نہیں آبِ دمِ خیر سفید
 منہ ترا ہو جائے غیرت سے بہ اور سفید

ریش اپنے ریش قاضی سے نہیں کم منتقی
 شکل ماہ چارہ گو ہو گیا ہے سفید

رہن خلد برین میں یا برا احمد
 پڑا ہے آئیہ لو لاک جمنے
 نہ جاؤں گا در خلد برین مکت
 مجھے قتل ہمارے ہے فزون تر
 سنا ہے سینے دشتِ کربلا میں
 فرشتے پاؤں رکھتے تھے اوج
 نہ ہفت اقلیم کی لوں پادشاہی
 طلب کرتے رہے امت کی بخشش
 چمیسہ پھر نہ آیا بعد حضرت
 رہیں گے حشر تک قدموں سے لٹے
 نہ کھا دیں گے غم روزِ قیامت
 لگا لو میم احمد کا اگر تم

جنہم میں پڑیں اغیار احمد
 سنا ہے برسوں ہی اخبار احمد
 رہوں گا میں پس دیوار احمد
 آہی ساہ دیوار احمد
 نامی کٹ گیا گلزار احمد
 عجب رتبہ کی متی سکر احمد
 بے گر دولت دیدار احمد
 رہے جیتک رہا یہ کار احمد
 نہ آٹھا پھر کسی سے بار احمد
 رہے بن جو جان بن بار احمد
 جان میں جو کہ بن مخوار احمد
 کھلے اُسد م تھیں اسرار احمد

زبان حق قالے جانتا ہوں
 سنا کرتا ہوں جب گفتار احمد

ایسا نہ ہوگا بیل گلزار کا گہنڈ
 زیرِ سایہ آج طالع بیدار کا گہنڈ
 اتنی سی بات پر ہے عیشِ یار کا گہنڈ
 بیجا نہیں ہے کافرو دیندار کا گہنڈ
 من کیا بیان کروں گل و گلزار کا گہنڈ
 ہمو ہے اسکے سایہ دیوار کا گہنڈ
 مٹائے شیخ گنبدِ مستار کا گہنڈ
 جانبازی کا مجھے تھے تلوار کا گہنڈ
 گل سے فزون میں دیکھتا ہوں خار کا گہنڈ
 شاہنوں کو کبرِ سایہ بال ہما پہ ہو
 ہے شقی کو سایہ دیوار کا گہنڈ

رہِ دیفِ ذالِ مجسمہ

بمجد و ناس اس دلِ نیا کو برائے تعویذ
 باندھ دوں گا تیرے بازو پہ سجا تعویذ
 اسلئے پہنے تیرے خاکِ دہائے تعویذ
 پہنے اکثر اُسے دھو دھو کے پائے تعویذ
 سیکڑوں خاکِ مین ککھ ککھ کے ملائے تعویذ
 پہنے ہر روز بہت ککھ کے مشائے تعویذ
 پہنے پتھر کے تلے جا کے دہائے تعویذ
 پہنے دریائے محبت میں بجائے تعویذ
 چاند سوچ ترے سر کے نظر آئے تعویذ
 بے پرے سائے قاصد کے جلا یا کا غد
 صورتِ کاغذِ مادی نظر آیا کا غد

جو تھا شبِ وصالِ دلِ زار کا گہنڈ
 ساقی ہے یار ہے شبِ مادی تمام ہو
 حُسنِ روزہ پر ہے اُسے اسدِ غرور
 کعبہ کشت ایک ہے حقِ بین کے سامنے
 پھولے نخن سمانے ہیں جوشِ مہارین
 اے شاہِ بنگلو طلِ ثما کا غرور ہے
 تیرے سرِ غرور پہ ہووے جو بارش
 اس معرکہ میں کون صنمِ قنجا بھ
 سرکشِ زیادہ یار سے ہے غیر کینہ جو

وہ پریمی یار اگر مجھے منگائے تعویذ
 کششِ عشق اگر دل نے مرے کی پیدا
 مرثینِ دور ہوں اغیار تری صحبت سے
 دل نہ اس بٹ کا پسچا نہ پسچا حسرت
 دستِ نقاشِ زلِ حیف کی طے تو نے
 فتحِ مطلب نہ ہوا ایک بھی نقشِ دل پہ
 مگر و دلِ نین اوس بٹ کی کئے نذرِ مگر
 کر کے مفتون مگر و دلِ نین بھی بنگلو
 جلوہ حُسنِ ہوا توہِ رخِ روشن کا بلند
 طرفہ ٹریہ سے جب اس یار کو میجا کا غد
 لے اوڑا جبکہ کہو تر میرا لکھا کا غد

قاصدا یا کہ فرشتہ کوئی لایا کاغذ
جسگھرے یار نے بھیجا مجھے سدا کاغذ
میں یہ سمجھا کہ لفافے میں سما یا کاغذ
دفتر عمر سے عاصی کے کھلا کاغذ
بات میں دیدہ ترے مہر دیو یا کاغذ
ہو گیا دیدہ حق میں قاتل کاغذ
چکیوں میں مرا اس گل نے اوڑا یا کاغذ
ہو گیا ہے صفتِ دامن دریا کاغذ
اسنے چوما کبھی آنکھوں نے لگا یا کاغذ
چاہئے یہ کہ بنے دامن صحرایہ کاغذ
کس لئے آپ نے کھامرا ایسا کاغذ

وحی آئی کہ مرے یار کا آیا کاغذ
صاف سمجھا بہت عیار نے دھوکا کھایا
رازِ دل یار کا جو وقت ہوا مجھ پر عیان
حالِ الفت جو تھا کاتبِ قدرت نے
عمر بھر کا تب اعمال نے لکھا تھا جسے
حسنِ نیرنگِ صنم کی جو میں کھینچے تصویر
صفتِ فنیقِ پاشقی جو رقم کچھہ نشین
انتکباری کا جو کھتا ہے کسیدنِ حول
شوقِ دیدار تھا لکھا کبھی بوسہ کا لول
حالِ لکھنے کے لئے یار کے دیوانوں کا
ایک دن کاتبِ قدرت سے کھو گنا چکر

منہجی یار جسے کہتے ہیں فردِ قسمت
ساتھ میرے وہ بڑی دور سیایا کاغذ

ہے اس گدا ئے دہر کی نانِ نمک لذیذ
چٹکے بھرا اس فقیر کو بھی ہے نمک لذیذ
نانِ جوینِ مزی کی ہے آبِ نمک لذیذ
خوانِ کرمِ جہان میں ہو آجبتک لذیذ
سببِ ذوق ہے تیرا مجھے آجبتک لذیذ
ہونا نہیں طعامِ کسی بے نمک لذیذ
ہو لطف یہ کباب اگر جائے یک لذیذ

خوانِ کرم کی ہے ترے شاہِ چنگ لذیذ
قند و نبات و شہدِ مبارک ہوتا کہ
اس دیر بے نبات میں دانا کے واسطے
ابدلِ عزیز ہے کفِ دیتِ سجا ہستو
خواہش سے میری باغِ جہان میں جو قیمتی
اہلِ کرم کو ہووے سدا نکسار بھی
دلِ آتشِ فراق سے پیدا کرے اثر

بقلمِ جلال کا نہ ملا منہجی
مکمل ہوئی غذا نہ مجھے آجبتک لذیذ

راہی مہملہ

بتلا ہوا بت کا دل بہت صفا ہو کر
آبرو اگر چاہے رہ یہاں صفا ہو کر
بار بار ترے در تک آنکے پھر گیا قاتل
زخم بھی ہوئے آلے جانکے پڑے لے
قتل کر کے قاتل نے سچ و نعم سے دی فرصت
یار اٹھ گیا ناحق مجھ غریب سے کہہ کر
خوبی زبان اپنی جان کی ہوئی دشمن
یار ہو گیا دشمن موم ہو گیا آہن
گر صفا ہے دل ترا جامِ جم کی حاجت کیا
میں مجاز سے پھوپھی کعبہ حقیقت کو
بحرِ عشق میں اے دل رہ حباب کی صورت
جیکہ یار سے چھٹا حال دل ہوا بتلا
می بھی ہو چکی ایدل دام بھی نہیں ہے

سیر کوہ و صحرا کی ہو اگر تخمین منظور

منہجی تخمین کچھ اوڑ چلو ہو ہو کر

دیکھو نلے کر ماہے خالق یہ یا بان کیونکر
پھینک دوں کھود کے دیوارِ گلستان کیونکر
دیکھئے چلکے بہارِ چمنستان کیونکر
بچ رہیگا مرے مالتو گریبان کیونکر
کہا گیا دافع ترا سبب زخماں کیونکر
آدمی زار ہوا سرِ چراناں کیونکر
آپ دینائے دئے کے ہوئے مہمان کیونکر
یارِ نکلیں گے ہمارے کھواران کیونکر
دور ہوئیگی ہماری تپہ ہجران کیونکر

مجھے سبکیں کا بھلا ہوتا ہے سامان کیونکر
پھاڑ ڈالوں میں نقابِ ریح جاناں کیونکر
باغبان یار نہ ہو طاقت پرواز انوس
بل پہ ہے دستِ جنون نور پہ ہے فصلِ بہار
کس طرحِ حال سیہ ہو گیا پیدا اس پر
دیکھ کر اس دل پر داغ کو بولا شوق
چھوڑ کر نعمتِ فردوس کو ایصاحب
زنجبت بوس و کنار آپ کو زہا نہیں
کس طرحِ شربت و پدار میسر ہو گا

نقدِ دل نذر کیا دولتِ ایمان بھی دی
عاشقِ زار سے کہنے لگا ہنس کر شب کو
کس طرح ترک کروں دل سے ہوائے دینا
وصف کرتے ہیں تر و خال سیہ کا عاشق
ہو دیگی اُس بُت کا فرسے صفائی کس طرح
ہو گیا قبضہ اغیار میں جانا کس طرح
دلو خوش کیوں نہ کرے تذکرہ صبحِ حال
دیر میں وہ نظر آیا نہ کبھی کہے میں
منہمکی کو میں کہوں صاحبِ یان کیونکر

ٹوٹے ہی پڑتے ہیں عاشقِ لوگ حسنِ یار پر
جان دینا ہے ہر اک عاشقِ لگا و یار پر
لوٹ ہے دلِ آجکل اپنا نقاب یا ہر
برق کا عالم ہے چتون پر لگا و یار پر
پھر کھنچا سر نہ کا ڈورا ٹوٹ لگا و یار پر
چھا گیا ہے گیسوئے شب گونجِ دلدار پر
بار اُلفت جب نہ اوٹھنا فشِ جہت میں ایک
کوئی سرکش اُسکو کھتا ہے کوئی اہلِ خود
زندگانی کا بھروسہ عہدِ پیری میں نہ کر
آمد و رفتِ نفس سے ہے ثباتِ زندگی
چشمِ جانان کو محبت کی نظر سے دیکھئے
رُو ہی بیٹھے گا منہم آخو ہا حُسن کو
یارِ تلِ بھر جو کہ ہے نورِ مروت سے نہی
عہدِ پیری میں پیامِ وصل بھیجا ہے آؤ

لوٹ سی ہے لوٹ اُسکی دولتِ دیدار پر
اندون کبا بھیر ہے اُس ترک کی تلوار پر
آشیانِ لیل کا ہے گلزار کی دیوار پر
آجکل تلوار پڑتی ہیں وہاں تلوار پر
خیر ہو دے بارہ پھر رکھی گئی تلوار پر
شام کا ڈاکہ بڑا ہے دولتِ دیدار پر
بوجھ یہ رکھا گیا بندو کے جسمِ زار پر
باندھنا باندھے ہیں کیا کیا یار کی دشار پر
چائے تکیہ نہیں گرتی ہوئی دیوار پر
یہ خبر ہے زور کی آتی ہے ہر دم تلوار پر
رحم لازم ہے بشر کو مردمِ بیچار پر
آؤ بس پڑ جائیگی تیرے تختہ گلزار پر
آنکھ وہ منہ پر نہیں اک نقش ہے دیوار پر

چشمِ کلِ جہنم لڑائی ہو عاشقِ گلزار کو
جلو کہ حبیبِ سوا ہے نورِ حُسنِ یار کا
رات بہرِ شبنمِ شبنمِ شبنمِ گلزار پر
چشمِ انجم کا گمان ہے زدنِ تلوار پر

منتہی میں لوٹا ہوں آپ کے کردار پر
 سوئے نثر سے ہے کہیں بار کیست ترکم
 کرتی ہے مجھے کارسیر نشتر کم
 زلفین ہوئی ہیں یار کی ایتھو کمر کم
 بسل ہو کون کونسا عاشق ہو نیجان
 موہوم جب ہوئی تو ہوئی نامور کم
 گم کر خوی کوتاہی تھے حاصل کمال ہو

سیرِ خضیٰ ظہور نہ بکڑے تو خوب ہو
 اے منتہی غموش رہو دیکھ کر
 بخارا ٹی ہے بیل ٹوٹتے ہیں گلو دامن
 خوشی دست جن کو ہے نصیب ہو گریبان
 مسلمان کرتے ہیں ہندو پہ وہاں ہندو مسلمان
 جہان نیرنگ حسین یار کا جلوہ ہے اور لہ

کہتا ہوں جو دردِ مجھ جا کر
 پیا مجھے عاشق جتا کر
 منہ کیسی کہان کا قالین
 چلتے ہوئے مجھ کو دیکھے شئی
 پھر دیکھ جال پار آسمین
 کہدے کوئی صانعِ ازل سے
 بوسہ دو بار زلف کا باد
 کہتا ہے مسیح تجھ کو عالم
 گوہانِ ہنیم وہ نظر میں آیا
 چونکے نہ عدم کے سونے والے
 رخصت کیا جا مہ گل سے
 شبنم کی طرح مجھے رولایا
 دنیا کے دنی تھے بھی ہو

کیا خوشیں ہیں حسین مجھے تاکر
گوئے سبقت جو چاہے لچاؤ
سمجھوں گا عدم میں اسنے جا کر
بیٹھے ہیں منتظر عدم کے
قاتل نے سیکل زحیم تازہ
رہوایا خون مجھے بنسا کر

پیری میں بتوں سے خواہش وصل
اسے منھتی اب خدا خدا کر

یہی مقبول تو میری دعا کر
قدم پر اسکے رکھ دے سر جھکا کر
جوانی اکٹ باری پھر عطا کر
نماز پنجگانہ یوں ادا کر
کہا منھ پھیر کر اسنے بکا کر
صفا آمین سے دلو صفا کر
کبھی پیری بھی حاجت کو روا کر
لے آیا جو یہاں جھکو لگا کر
دلا ہر حال میں شکر خدا کر
اچھا کس لئے جھکو بنا کر
چراغ زیت ٹھرا جھلا کر
ملین گئے چشمہ کوثر میں جا کر
پسند یار ہونگے گر مرغ خشک

اگر جو یا ہے یا یہ باد فاسکا

خدا را منھتی اپنی دوا کر

تم سو وچیل چیل کے سارے پتنگ پر
دیکھا کیا میں زڑہ افشان کو تاسحر
ہم بھی پڑے ہمیں گے کنارے پتنگ پر
آجنگا وہ پری جو ہمارے پتنگ پر
گل تکیہ بن گئے تھے ستارے پتنگ پر
پھلائے قمنے بال جو سارے پتنگ پر
ہو گا یقین تخت سلیمان کا بیگمان
نیرے فروغِ حن کے باعث ہوا
دکو یقین تمنتہ سبیل کا ہو گیا

کم سن ہے چپ کے غیر سے آیا ہے رات کو
 ایسے ہی نالے اس دل پر داغ نے کئے
 کیا حال ہوگا اس دل امیدوار کا
 یو سے لئے ہیں عارض عالی دماغ کے
 غم سے ہنسی چلتا ہوں شب بھر کھلے کھلے
 سو یا نہ میرے خوف کے مارے ہنگ پر
 گویا ہزار شیر و کا رہے ہنگ پر
 جب وہ کہیں گے آؤ ہمارے ہنگ پر
 تو ز سے میں آسمان کے تار سے ہنگ پر
 کھانے لگا ہے اب تو سہارے ہنگ پر

رکھنے دیا نہ مانہ نہ کی بات منہ منہ

ایسی ہی اس نے پاؤں پیار کو ہنگ پر

سرہ گفت کی چال ہے کچھ اور
 یار کی بول چال ہے کچھ اور
 زلف پر خم میں جو پھنسا اُسکی
 موسم گل ہے جو شیں سودا ہے
 سر نہ اٹھا رہے عشق اسے دل زار
 قاصد یار باریع ہستی میں
 یار کی گر روش ہے سب سے جدا
 معرومہ سے کبھی ندون تشبیہ
 حال منصور سے کھلا یہ حال
 اس روش کا مال ہے کچھ اور
 عند لیون کا قال ہے کچھ اور
 بخدا اُسکا حال ہے کچھ اور
 اندون اپنا حال ہے کچھ اور
 اس سخن کا مال ہے کچھ اور
 باغبان وہ نہال ہے کچھ اور
 اپنی بھی جال ڈال ہے کچھ اور
 وہ تو صاحب جال ہے کچھ اور
 عاشقی کا کمال ہے کچھ اور

قاصد یار جب سے آیا ہو

منہ منہ تو نہ ڈال ہے کچھ اور

کوئی کھٹے سانچے ازل سے یہ اتنا پیغام میرا جا کر
 بگاڑا کیا میں نے ترا پیار سے بگاڑا مجھ کو عبت نبا کر
 بشر سے کیا چیز زندگی تھی یہ بات پوچھوں میں کس سے جا کر
 جو گنج قارون کی طرح رکھا زمین نذر چھپا چھپا کر
 یہی تھا خائے شوق دل ہو تو کہیے قاتل سے سر جھکا کر

ہے نقد جان دین تیغ الفت اپنے ماتون اسے ادا کر

یہ قول ہے رند مشربان کا جو مکے کہتے ہیں جاویدان گل
فروغ چاہے جو دوجہان کا تو دل سے حوصہ ہوا ہوا

ہے اس قدر زندگی کا وقفہ تو سن لے بھر جائیں ناٹا
ہزار تجھے جاب آسائے میں سر کو اٹھا اٹھا کر

کہا جو پیری میں راز الفت تو تینکے بولے نری طاقت
ہوں سے اب ہے وفا کا طالب خدا خدا کر خدا خدا کر

جہان میں آیا ہے موسم گل بھرے ہیں ہرست شیشہ گل
میں سن رہا ہوں صدائے قفل حرم میں زاہد پراگیا کر

جوانی لیکر عطا کی سپری وہ ایسی تقصیر تینے کیا کی
کھون کا محشر میں کیا دغا کی بگاڑ ڈالا مجھے بنا کر

تلاش دنیا میں عشق بازی اسی کو کہتے ہیں جا بازی
جو توہ فاسق و یا نمازی دماغ بگڑا ہے جا دوا کر

لحد میں رکھ کر نہ پھر کے دیکھا بہت سا پہنے ادھنیں بکرا
عجب نئے یہ آستنا جہان کے چلے گئے خاک میں طار کر

ادھر جو فاصد گذر ہو تیرا تو اس سے پیغام کہیو میرا
جو تیرا بار منتھی تھا معاف او سکا کہا سنا کر

کمر کو باندھنا کس لئے اموال دنیا پر
جو ہوتا استین شمع ہے کیوں دست تنہا پر

پختی افشان ہے پیشانی پہ آئینہ مقابل
یقین ہے چاندنی دیکھو گئے کیا جا جا کی دنیا پر

شراب لالہ گونجب سے بھری ہر آسینا و سنا
مجھے گلہ دستکا عالم نظر آتا ہے مینا پر

خزان نے دامن گل کی اوڑا میں عجیان کیا کیا
جس میں نوحی ہیں متباد نے بیل کے کیا کیا پر

بہار گل پر زور وں پر جنوں بھر کر رہا ہر گل
چڑھائے پھر مڑے دیوانہ کی دلمان صحر پر

نہ ڈرتا روز محشر کا نغمہ شمع ہی کسی شمع کی
لے آیا آج دانہ خیف ہو کجا سے کس جاب

رہیں گے باغِ رضوان میں حکومت ہوگی ہوا
 نہ پھونچا ہاتھ اپنا آج تک عقدِ ثریا پر
 خدا کا قہر ٹوٹے گا کس دین پر و اعدا پر
 عیان ہے رائے حسن بابر لیکن چشمِ نیار

یہاں جو جو کہ بینِ خدمت گزاراں رہا
 نہ کی تاثیر یہاں تک اس تک مسلسل نے
 اسے بھکا کے دی ایذا مجھے البتہ خصلت نے
 دل آگاہ ہے آگاہ ہفتاد و دو ملت سے

ولہ

رتبہ اعلیٰ کا نہ حاصل ہوا اونا ہو کر
 قطرہ ہوتا ہے گہر و اصل دریا ہو کر
 تشنہ تر رہ گیا مین و اصل دریا ہو کر
 خاک حاصل نہ ہوا مائل دنیا ہو کر
 آرزو ہے کہ رہوں نقشِ کف پا ہو کر
 ہڈیاں تو نہ جانا سگ دنیا ہو کر
 غور سے لیکھ ذرا دیدہ بنیا ہو کر
 کیون دل زار مرے پس گیا دانا ہو کر

عشق کی رہ نہ ملی طالبِ دنیا ہو کر
 دل صفا خیر ہوا یا رکاشیا ہو کر
 بگڑی اس سے شبِ وصلت ہوا و قتل
 حال قارون یہ نظر کر تو ذرا او منعم
 خاکساری تری کو چے کی پسند دل ہے
 کوڑی کوڑی پہ کبھی دانت نہ کہنا ایلا
 حسنِ نیرنگ صنم کا تجھے تا حال کھلے
 گردن چشمِ صنم کا تو ہوا اوارہ

منہتی جلوہ جاناں نظاے اسوقت
 شکلِ آئینہ رہے دل جو مصفا ہو کر

کامکا جو کہ ہندہ اسے آزاد نہ کر
 موسمِ گل ہے قفس میں مجھے صیا و نہ کر
 گلشنِ علیہ برین گلشنِ شدا و نہ کر
 شادمان ہو کر ہوا انسان اسے نانا و نہ کر
 دہرِ عمر مانی ہے نہ کر منت بہر ا و نہ کر

عاشقِ زار کو قتل او ستمِ ایجاد نہ کر
 تنگِ فرقت سے جوانی میں نہ کرا و نام
 محکو محروم آٹھانا نہ در جانان سے
 وصل کے بعد نہ ہو دردِ جدا سے یارب
 نقشِ کہ صورتِ دلدارہ کو لوحِ دل پر

نہیں جاگے کسی دل سے جنونِ پست
 منہتی بان کہا منتِ عدا و نہ کر
 ردیفِ زائے مجھ

جو گردِ رخ ہے خطِ یارِ سبز
 وہ ہے اس یار کا گلزارِ سبز
 ہوا ہے پھلوئے گلزارِ سبز
 گلون پر ہین جہانِ خارِ سبز
 نہیں ہو دیگا زہرِ مارِ سبز
 گلون پر ہے گلِ بنجارِ سبز
 کھلے میں گل ہوئے ہین خارِ سبز
 نہ ہو گا خانہٴ خسارِ سبز
 ہوا ہے ہوتے ہین اشجارِ سبز
 نہ ہو گا سبزہ زنگارِ سبز
 رہیں اشجارِ میوہ دارِ سبز
 رہیں اشجارِ سایہ دارِ سبز
 زمانیکے نہ ہوں بدکارِ سبز
 ہوئے ہین صاحبِ زہارِ سبز
 رہیں یارب ترے بخوارِ سبز
 ہے اسکا سایہ دیوارِ سبز
 پڑا ہے سبزِ حسنِ یار کا وصف
 ہوئے منتقی ہر بارِ سبز

سایہ کی طرح رہا منزلِ دلدار کے پاس
 حلقہ زلف کے نزدیک ہو وہ دروِ صبح
 حالِ فروغ جو کبھی اس سے کھارو رو کر
 دورِ بین چشم ہے جسکی آئے ہوگی معلوم
 حال کھلتا نہیں کچھ دل کی گرفتارِ یکا
 گر مئی عشقِ منم جیسے خوش آئی دل کو
 بیوفا یار کے نزدیک نہ بھٹکے زہار
 در کھکا تو میں ٹھہرا کبھی دیوار کے پاس
 قدحِ شہرِ ہراسے وہیں مار کے پاس
 رک کے کئے گھا چل جا کبھی غمخوار کے پاس
 وہ نزاکت جو ہے ایدل کمرِ یار کے پاس
 پوچھے چل کے کسی مرغِ گرفتار کے پاس
 ہوئے نگلا نہ کبھی سایہ دیوار کے پاس
 اس سے تیرے جو بیٹھے کسی دیوار کے پاس

اپنی قسمت کا نوشتہ نہیں بجا جاتا
اسکو لے چلے کسی عالم ہنویار کے پاس
منتہی بیل شیدا کا خدا حافظ
جھپٹا ڈالا ہے ستاؤں گزار کے پاس

رولف شین
یہ کیا سہمی ہو دلیں کہ ہے ملا کی تلاش
تمام عمر رہی یا رب و فاک کی تلاش
بتوں کے عشق میں چھان رہی خدا کی تلاش
عش ہے اس دل بیا کر دو کی تلاش
ہمیشہ رہتی تھی کون زلفِ قنہ زاکنی تلاش
ملا نہ ایک بھی معشوق نیک نواب تک
گئی نہ دیر میں بھی جستجو مرم کی کنھی
خدا دکھائے گا وصلت کا دن تھا ہوگی
نہیں ہے اور کوئی فکر منتہی محبو
جان کی سحر میں لیکن ہر آتش کی تلاش

کر رہا ہے پیشِ مینا نرم میں بیانا نہ مہس
کو لسی زہرہ چین رنگ پری کی مہس
صاف ہوگا کوہ گیسو آسے آبا شباب
ساغر مینا سے اپنے سا قیا ہو خوشیار
دیکھ کر بولا برہمن تنگدستی میں محکومت
وجد میں یہ دل ہو چشم باز نگرانِ ہر کمال
کھنکھرتلو اور لپکا ہر طرف عشاق کے
ہر طرف دوڑا یہ دل آ آ کے وجد و شوق میں
چلی جاو جھاری ستی میں مغربِ باغ
کو لیا ہے آج زاہد وجد میں ہن شیخ و شاب
دیکھ لے گے جگہری وہ نورِ حسن یار کو
شاخ گل جدم لاتی ہے صبا گلزار میں
فصل گل ہے نرم میں جامِ سب کو کا درہر

یا حضور شمع کرتا ہے کوئی پروانہ رقص
کر رہا ہے ایک مدت سے دل دیوانہ رقص
اب دل صد جاگ کی جا پر لگا فنا نہ رقص
ہوئی الفت چڑھی کرتا ہو مین مستانہ رقص
آج کرتا ہے یہ سا و کیا ہی استادانہ رقص
نرم میں کرتا ہے گویا شنیدہ و حسانہ رقص
نہ کے پھر کئے لگا ہی یہ مرامِ مردانہ رقص
میں یہ بجا کرتا ہے شاید کوئی دیوانہ رقص
سما عجب کرتے گئے وہ سانی مستانہ رقص
کس کی خاطر کر رہے ہیں عاقل و فزانہ رقص
فصیح محفل میں کر گئی صورتِ پروانہ رقص
میں بچتا ہوں کہ کرتا ہے کوئی جانانہ رقص
کر رہے ہیں سا قیا پھر سا کن نیچانہ رقص

دل سے کرتا ہوں طواف خانہ پر مینان
باد رکھ سانی اسی کو کہتے ہیں زندانِ قفس
آج کس رشکِ فلاحون کی چراغِ منتہی
کر رہے ہیں شوقِ دل سے عاقل و فزاعل
رہیف ضا و معجم

ساتھ پردون میں یہ اس مہ نے چھپایا مہن
اُس بھیو کے کو ہلوجب نشہ صبح وصال
گر گیا دل سے مرے مہر فلک ماہِ مہر
ماہ ہے داغ بدل مہر فلک جنابے
میں یہ بھما کہ نہان ابر میں ہے ماہِ مہر
سامنے اُس کے یہ بیرنگ ہیں گلہائے مہن
رہیف طا
مہلہ

کہو نہ کروں نہ قاصدِ دلبر سے ارتباط
سو دیکو کیا بڑا ہے مرے سر سے ارتباط
دکو نہیں ہے قاصدِ دلبر سے ارتباط
سنتا ہے بنعمون کی بہت ہی وہ لاکچے
ہو بیگی میرے رشکِ موثر کی آبرو
کچھ وہ بیانِ اندون میں ہے ابرو کا
دنیا کے مالدار سے عاشق کو کیا غرض
اُس حال کی نہیں ہے فرشتے کو بھی خبر
اکف ہے اندون بت سفاک سے مجھے
دنیا کے دون پرست کو مجھے گریز ہے
کیونکہ حین نہ حسن کی دولت کریں عزیز
وہ ذلِ تعلقات زمانے سے دور ہے

کس کو نہیں ہے اپنے پیمر سے ارتباط
رشکون کو ہے جان کے پتھر سے ارتباط
قری کو ہو گیا ہے صنوبر سے ارتباط
ناید ہے اندون میں اسی زر سے ارتباط
ہوئے تو گوش یا رکو گوہر سے ارتباط
ناید گلی کو ہے مرے خنجر سے ارتباط
ہوتا نہیں گدا کو تو نگر سے ارتباط
جو کچھ رہا ہے یار و پیمر سے ارتباط
رکھتا ہوں ایک مرد و لاور سے ارتباط
کیا ہوزن نہیں کو شوہر سے ارتباط
ہوتا ہے مسکون کو بہت زر سے ارتباط
جکو ہے کچھ مذاقِ قلندر سے ارتباط

رکھا ہے جب سے کئے توکل میں پاؤں کو

رہنا ہے عشقی کو مفرد سے ارتباط

وصل میں ہے قدم یا ر سے ربط
نہج کو جام مئے گلنار سے ربط
سادہ رو یا ر سے ممکن ہے وصال
حلقہ دام بلا میں دو نون
زمرے کرتا ہوں بلب کے پسند
عاشق رونے صنم ہے جو یہ دل
بیٹھے ہیں سر کو جکائے عاشق
حسن نیرنگ پہ ہے زیبا زلف
اُس سبھا سے یہ کہنا قاصد
دہن بار پہ دل ہے مایل
مفسون کی بنین سستا عالم
زلف ہے مصنف رنگے نزدیک
دل کو خیم خاری مرغوب

قاصد و نکاحین کردن منہ شیا
ہو جو اُس لعل شکر بار سے ربط

رولیف ظاہری معجمہ

ہے آپ کو ضرور دل زار کا لحاظ
عاشق ہیں ایک گل بھی نہ توڑیگی باغ میں
کیسے مسیح ہو نہیں بیمار کا لحاظ
دل میں رہیگا بلب گلزار کا لحاظ
نکو بھی ہے ضرور نکو ار کا لحاظ
ہوتا نہ اپنے دل میں اگر بار کا لحاظ
پیش نظر رہا دُر پہوار کا لحاظ
آنسو جو ٹپکا چشم سے دامن میں لے لیا

رولیف عین مہملہ

کیونکر نہ رکھوں عشق کی سرکار کا لحاظ
عذاب کی چاہیو یہ وہ بار کا ہے
۹۱ شوق کا حرف لب نہائے شب فراغ
۹۱ شوق ضرور ہے اس بار کا لحاظ

آج دان ٹٹے ٹٹے پڑے دیکھے رباب وچنگ و شمع
 گرنہ دیکھا ہو تو دیکھو موج بحر گنگ و شمع
 شام دیکھا کیا تا صبح بندہ جنگ و شمع
 کس طرح میں ایک سمجھوں وہ رخ گل و شمع
 ایک پانی کے گھڑے ہیں عاشق بے ننگ و شمع
 شام سے تا صبح تھا اک شخص خوش آنک و شمع
 ہو عجیب کس طرح سے رنگا گل اورنگ و شمع
 عالم تہائے میں جیسے کوئی دل ننگ و شمع
 ہے ہماری بھی نعل میں یار شوخ و ننگ و شمع
 سخت حیران ہوں یہ سمجھے ایک کو ننگ و شمع

رویف غنیمت معجم

صدقہ کردن جان کے جن پر ہزار باغ
 نشاید کسی کے واسطے ہے بیقرار باغ
 کبیا ہی اندون میں ہے باغ و بہار باغ
 بارب یہ کس کے واسطے ہے انکسار باغ
 چھاتی پہ اپنی رکھتا ہے ہر دم غبار باغ
 رکھتا ہے اندون میں ستر تھار باغ
 کیسو تری ادائیں ہیں کیسو ہزار باغ
 خواب عدم سے لینے ہوا موشیار باغ
 راز نہان کو کرنے لگا آشکار باغ
 منہ سے بکل گیا میری بے اختیار باغ
 کافی ہے منہتی کو ترے زحاک یا باغ

رویف فا

کل کی شب اک نرم مین مطرب تو خوش آنک و شمع
 رکھ کے آنکھ جو ہر آئینہ پر بلا وہ بت
 گردن مینا میں نیت۔ ساتی گلہام تھا
 کس طرح تشبیہ دون میں فرق نور و مار و
 وہ سیرا بزار عریان نرم مین یہ بے حجاب
 زمرے کیا کیا کئے ہیں دلے پیش و تو بیا
 دیکھ کر انگشت فخر اپنی یہ کھتا تھا وہ
 ہجر کی شب داغ الفت اس طرح تانا گوار
 برق و انجم ہو مینر تجلوا سے گرد و نوار
 کہتے ہیں شیشے کو شاعر شمع مینا تھی

رویف

عنصر یہ چار پاس مری ہیں وہ چار باغ
 پہنے نہیں ہی شاخ گل و لالہ متفصل
 بکھرا ہوا ہے یا رچیں سے ہرا بھرا
 شبنم جو چشم گل سے چپکتی ہے صمد
 صفا دگی گزندے گلچین کے جور سے
 ہر اک چین مین طرہ شمشاد ہے بلند
 رنگین ادائیوں سے تری کیا مثال دن
 آنکھیں کھلیں گلون کی ہوئے بھار سے
 آئی ہار گل کی جو مین جانب چمن
 جسد خیال او س رخ رنگین کا آگیا
 فردوس و خلد و حور بہارک ہو شیخ کو

ہوں عدم کے خواب کی تعبیر صاف
حکم دے ہوں نائنہ زنجیر صاف
بے جو آنے کی تری تصویر صاف
ہے اُسی گھڑو کی یہ تصویر صاف
یہ قضا کا عاشقون کے تیر صاف
بے تمھارے حسن کی تصویر صاف

کھل گیا مجھ پر یہ چہرہ پر صاف
فضل گل کی دھوم ہے اوشاہ حسن
چو دہوین کا چاند کھتے ہیں جسے
دل نے سن کر غصہ بیل کہا
نادک نرگان جسے کہتے ہیں لوگ
لوگ کہتے ہیں جسے ماہِ تمام

ولہ

دیکھا ہے جسے حسنِ خدا داد کی طرف
تقدیر لے گئی مجھے بسلا د کی طرف
دیکھا کہا میں بھرون ہی نشا د کی طرف
دیکھا غضب سے مانی و ہزا د کی طرف
اپنی نگاہ ہے تری امداد کی طرف
ہوئے گا کون عاشقِ نانا د کی طرف
کرتے ہیں دیان جب تری امداد کی طرف
آنا کہیں نہ عالمِ اہجا د کی طرف

دیکھے گا کب وہ عالمِ اہجا د کی طرف
کھینچا اس آب و دانہ نے صیا د کی طرف
گلشن میں عکسِ قامتِ جانان کو دیکھ کر
آئینہ دیکھ کر صدم بے مثال نے
زاہد کو اپنے گنجِ عبادت پہ ناز ہے
ناصح سوائے نالہ و افغان و آہ کے
حورِ جنانِ نعل میں سمجھتے ہیں رنہ پاک
مگر جانتا کہ یار ہیں نا آشنا ماسم

دلِ خط و خالِ قاتلِ عالم پہ لوٹے

ہم دیکھتے ہیں جو ہر فلا د کی طرف

کالے کی گنجی سے بناؤں قبائے زلف
حداد سے دیکھ کہیں بڑہ نجاتے زلف
پگڑی شرابیوں کی کہیں بن نجاتے زلف
معلوم ہو جو بڑھو گے ذرا دم ملا زلف
نا آشنا جان کے ہیں آشنا سے زلف
وہ پیچ ڈالے کہ بہت پیچ کھائے زلف

نحوِ زگر لباسِ کردن میں برائے زلف
ہو تیار یا مصحفِ رنج تک نہ آئے زلف
اسے یا زنیہ پر پا کہیں بڑھ کر نہ آئے زلف
مقراض سے سوار سے منفعہ میں نہان بڑ
اندھیر کے سوا نہیں کچھ سوجھتا اونہیں
وہ باندھے ہوا نہ جلیں کا لون کے چراغ

ابسی لگی ہوئی ہے بہت سے ہواؤں پر
اس واسطے ہے ہاں تو زنگے بجا زلف
ہر روز چائے کے نیا گل کھلائے زلف
یعنی میانِ نیل میں کروں گانائے لوف
رخسارِ تمھارے سر کی قسم لوٹ بجا زلف
شاید کہ دل ہوا ہی مرا قتلائے زلف

طرارِ بیکے یہ جو اگر چنچ پر چڑھے
دود و دلی سے مرے کہاں اوڑھ کر جاؤں

کھینچتی ہے پھر مجھے وحشتِ بیابانِ کھیرٹ
دیکھتا ہے جطیح بیمار دمانِ کھیرٹ
پاؤں پھر وحشت نے پھلائے بیابانِ کھیرٹ
پھرون ہی دیکھا ہے میری زخمِ خندانِ کھیرٹ
سوسے واماں گا ہے گاہے گریبانِ کھیرٹ
دیکھتا ہے خور سے شیرِ نستانِ کھیرٹ
یچلو اکدن اسے مرغِ خوش اہمانِ کھیرٹ
دل کنھیا جاتا ہو کین از غوغا نستانِ کھیرٹ
دیکھ کر نہتا ہے میرے زخمِ خندانِ کھیرٹ
ڈھونڈتے چکر اسی ملکِ لیماںِ کھیرٹ
جانہ نکلا پھر کبھی گبر و سلمانِ کھیرٹ
ایک دن جاتا اگر تو پیرِ کینانِ کھیرٹ
بارِ باندہ گیا گورِ غیرِ بانِ کھیرٹ
دیکھتا کیا ہے مرے حال پریشانِ کھیرٹ

دامنِ دفراد و معجونِ منہی کے ساتھ تھا

دکھین ہیں ایسے ہیچ بہت سے جاگتی
مار سب کو گنج کے قربت ضرور ہے
ہیں اسکے دام میں دل پر دماغِ سیکڑوں
دل سے نکل رہے ہیں جو یہ آہِ سچ پدار
دیکھے بہا سنبھل تر گر یہ باغین
پھانسی پہ سانپ سا جو مرے لومٹا ہوا آج

پھر بارگش گئی شاہِ گلستان کی طرف
رکھتا ہے دل مرا دین رو کو جانانِ کھیرٹ
ما تھہ و ڈرے موسیٰ گل میں گریبانِ کھیرٹ
گلِ نکلنے دیکھ کر گل کو چمن میں بار سنے
موسے گل کیا ہوا چکرتے میں ہے دستِ جن
از دل پر دماغِ بن کثرت ہے جیسی آہ کی
زمرے بھولا ہے دل آہ و نغان کا ورد ہر
کیا کسی کے روڑ زنگین کا مجھے ہوتا عشق
مارِ ناصواب
اوڑ گیا ہے وہ پری ویش پاس سے مدد نہ پائی
حلقہ ہائے سچ و زنا سے دل یہ ڈرا
محو ہوتا دل سے اسکے حضرتِ بونفطالغ
خاک بھی پایا نہیں بارانِ رفتہ کا پتا
دیکھ اپنے گیسو پر ہیچ کی جانب منم

یہ شرمی دوشے ہوئے جانے تھے زندانِ کلف

جگہ مری بجو ہوئی حسن کی جاگیرِ معاف
وہ جنون مانگتا ہوں خسرو گل سے چلکر
دارِ منصور کو فرما دو تیشہ بختا
کو منسی خشی دہ بخین حکم میں تیرے دلبر
تیرے لکھنے سے اٹھاتا ہوں بن ایدانِ حق
غیر مرضی تری کچھ نہہ سے جو لکھا میرے
سینہ حاضر ہے مرادِ دل بھی ہے حاضرِ بخدا
عشق بازی نہ گئی دل کو مرے نادیمِ بہت

نقدِ طاعت ہو ترے پاس نہ ہو دولتِ عجز
منہی ہوئے گی کیونکر ترے تقصیرِ مٹا

دیر و کبہ یوں اگر ہے دو طرف
گیسو و ابرو پہ وہ خود لوٹ ہے
سوئے گلشن گاہ سوئے دشت ہو
جبکو کہتے ہیں کفِ جودِ کرم
جاؤں کعبے کو و یا میں سوئے دیر
شوق ہے صحرَا کا یا گلزار کا
دھیان ہے دنیا کا عقبے کا خیال
گاہ ابرو کا بھی گیسو کا دھیان
خوفِ عالم اُسکو اُسکو خوفِ جان
گاہ عاشق پر گاہ ہی غیب پر
دیکھتا ہے دل مرا گاہ ہی جگر
بھگتا ہے کعبے پر گاہ ہی دیر پر

حق تو یہ ہے ایک ڈرب دو طرف
یا رکی بد نظر ہے دو طرف
بلبل بے بال پر ہے دو طرف
روکنے کو یہ پر ہے دو طرف
آج کل قصدِ سفر ہے دو طرف
مجھ سے دو انہ کا گھر ہے دو طرف
اندھون اپنا گدڑ ہے دو طرف
یا رکی بد نظر ہے دو طرف
قتلِ عاشق ایک ڈرب ہے دو طرف
یا رکیتا کی نظر ہے دو طرف
یا رکی تیغِ نظر ہے دو طرف

منتہی کا ایک سر ہے دو طرف

ہو نہ انسان کو یحان خدا کا خوف
 کر دلا اس سے انتہا کا خوف
 ہوگی اگر دہ پر کشش اقرار
 جی میں یہ ہے بکارتے پھرے
 ٹھٹھری نظر وٹنے پر بھی چوں سے
 ڈر ہے فرقت کا تیرے عاشق کو
 پیش عاشق ہے فقر ذکر مسم
 جب سے دیکھا ہے مار گئیوے یا
 نہیں لیتا ہوں جذب ولسے کام
 استخوان گرہیں دعوتِ سگ یار
 تھی جوانی میں دہشت پیری
 دشمنِ معب سے نہ ڈرا یا
 گور کا روزِ حشر کا نام
 دشمنوں سے کوئی ڈری لیکن
 منتہی کو آشنا کا خوف

تیر کا ہے نہ وہ تیر کا خوف
 قمرِ جہون غضب ہے تیغِ لگاہ
 ڈر ہے دنیا کا دہشتِ عقبے
 نام ہے اپنا عاشقِ جانباز
 کو چہ تیغِ زن میں عاشق کو
 مرضی یار سے ہے کامِ نئے
 گھورتے ہیں عدو سے بد لیت
 یار جو ہے تری نظر کا خوف
 بار رکھوں کدہر کدہر کا خوف
 جگو تو ہے ادہر ادہر کا خوف
 ڈر کسی کہتے ہیں کدہر کا خوف
 باؤن کا ڈر ہے کچھ نہ سر کا خوف
 خبر کی ہے خوشی نہ شر کا خوف
 تھکو پار سے نہیں نظر کا خوف

دیکھئے کیا جواب خط لائے
 بڑھ چلین گیسوے رسا جو ترے
 لب شیرین سے دلوں دہشت ہے
 بھیگ جائے نہ دامن عصمت
 دلوں رہتا ہے نامہ بر کا خوف
 یار رکھ تو ذرا کم کا خوف
 اس گس کو بے کیا شکر کا خوف
 رکھو میری بھی چشم تر کا خوف
 منہ پیچھے اُسے جس دم مرے
 مٹ گیا دم میں عسبر بھر کا خوف

ر د ی ف ق ا ف

اک فقط یار سے جد ہے عشق
 دشمن رند و پار سے عشق
 اب ہے آگ ہے ہو ابے عشق
 مجھ سے پوچھے کوئی کہ کیا ہو عشق
 گمہ انا احن کہیں انا لیلے
 عاشقوں کا دشمن جانے
 عہد طفلی سے ہوں فدائے صنم
 نانا نعت جوڑ ہو نڈھتے بیان
 اہل بینش کے واسطے اسے دل
 اس جہان خراب کے اندر
 زہد و تقویٰ ہو زائد و کو نصیب
 بحرِ حین صنم کا حال نہ پوچھ
 وہ حسین پر خلاف رہتا ہے
 مارا خسرو کو جان شیرین نے
 بیعتا ہے پیام وصل حسین
 ورنہ عالم کا آشنا ہے عشق
 ایک کا فر ہے بد بلا ہے عشق
 ہم سمجھتے نہیں کہ کیا ہے عشق
 مرض الموت کی بنا ہے عشق
 کھتے ہیں جنکا بے ریا ہے عشق
 ان حسدوں کا مبتلا ہے عشق
 میرا چھٹ پن کا آشنا ہے عشق
 واسطے اُنکے بد مزاج ہے عشق
 صاف اک جلوہ خدا ہے عشق
 سب فنا ہیں مگر بقا ہے عشق
 یہاں فقط اپنا مدعا ہے عشق
 اُسکا مدت کے آشنا ہے عشق
 اندون ہمسے کچھ خفا ہے عشق
 ایک مفسد ہے فتنہ زاب ہے عشق
 اندون ہم سے بھلا ہے عشق
 جس سے رغبت نہ چھو سینوں کو

منہتی اوسکونا روا ہے عشق

جہان میں یوں تو ہیں بسیار معشوق
نقدق جن پہ ہوں بسیار معشوق
چھپا رہتا ہے میرے دلکے اندر
جوانے میں سمجھتے تھے مجھے گل
ہنہیں سنتا ہوں قتل عاشق زار
بہا آئی ہے بھرا ہل جنوں کا
گیا جوش جوانی آئی پیسری
اگر بنیائی ہو آنکھوں میں میرے
ریخ رنگین پہ دل کیونکر نہ لوٹیں
رہا جب تک زور زور جوانی

مگر اس سا کھان ہے یا معشوق
ہمارے پاس ہیں وہ چار معشوق
نہایت ہے وہ پردہ دار معشوق
مگر اب جانتے ہیں غار معشوق
کچھ ان روزوں میں ہے بیکار معشوق
ہوا ہے لالہ و کسار معشوق
کمان ہے یا رخوش اطوار معشوق
نظر آئین درو دیوار معشوق
ہر اک بلبل کا ہے گلزار معشوق
گلی ہی رہتے تھے دو چار معشوق

جوانی منہتی جب تک تھی اپنی
کیا کرتے تھی ہکور بسیار معشوق

سر کرے نذر جنوں کوں دیوانہ عشق
بیگنہ قتل ہوا کرتے ہیں دیوانہ عشق
شور و شرخ شکر کا جہن کہ ہوا عالم میں
پیشوا منزل مقصود کا ہے پیر مغان
پہ وہ دل ہر کہ جہان بزم تاباں کا ہے خیال
گوشت زرد ہوتے ہی اوصافِ صنم دم نکلا
یا رہن جوانی نے کرم فرمایا
دل بیمار نہ اچھا ہو مہیسا سے کبھی
شاد و آباور ہیں زہد خراباتِ مدام
ڈر ہے نالہ نہ کرے ہجر میں دل گھبرا کر

کس سے دیکھیں ہوا داسجدہ شکرانہ عشق
صرف بقدر رہا کرتے ہیں پیمانہ عشق
میں یہ سمجھا کہ میں بگڑا کوئی دیوانہ عشق
ساغرے ہے چراغِ رہ کا شانہ عشق
یہ وہ شیشہ ہے کہ جسم میں ہے پرچائے عشق
آگئی نیند مجھے سنتے ہی افسانہ عشق
میں آفت سے لبالب ہوا پیمانہ عشق
نہ آگے آج بقا سے جو ہے دانہ عشق
مے عشرت سے لبالب رہے خجائے عشق
خوف یہ ہے کہ چھلک جائے نہ پیمانہ عشق

نہ کیا قتل بہت سر کو جھکا یا ہم نے
 دانع سودا ہے مداوائے دل لیا
 مہفت برباد ہوئی ہمت مردانہ عشق
 سنگ طحلان ہے علاج سردیوانہ عشق
 بزم زندان میں لقب ہر مرا پروانہ عشق

منقحی پہنچ بھنا ہون مذاق کو نین
 منہ لگا ہے میرے جسد کہ پناہ عشق

نشا پد اس دل میں اثر کر گئی آہ عاشق
 دل میں اس شوخ کی ہوتی نہیں راہ عاشق
 آج کچھ کج نظر آتی ہے کلاہ عاشق
 کہہ سمجھ میں نہیں آتا ہے گناہ عاشق
 ہے الگ جاوہ عشقوں سے راہ عاشق
 نہ صفا دور بھونچتے ہیں لگاہ عاشق
 یہ وودعا دل نظر آتے ہیں گواہ عاشق
 تیر کا کام بھی کر جاتی ہے آہ عاشق
 ہر گھڑی رحتی ہے تیار سپاہ عاشق
 گیسوئے بار سارے روز سیاہ عاشق
 عقل پہنچے نہ جہان پر وہ ہر راہ عاشق

پروسی تو نے نہ کی حضرت منصور کی یار

منقحی تو نہ چلا حیف ہر راہ عاشق

رویف کا ف

چڑھی رہتا ہے مری داؤن پہ یار ایک ایک
 مری مٹتا ہے تیرے کو چین بار ایک ایک
 اٹھتا رہتا ہے ترے در سے غمرا ایک ایک
 رنگ دکھلاتی ہے ہر سال ہمارا ایک ایک
 بننا رہتا ہے ترے در پہ مزار ایک ایک
 اٹھتا ہی رہتا ہے اسدل سے شہر ایک ایک
 رہتا ہے آئینہ رو و محبوب سے دوچار ایک ایک
 دانع او بھرتے ہیں کہیں غم جگر کھیلنے میں
 تمل عشاق تیرے کو چے میں ہوتے ہیں ملیم
 اشک خون روتا ہوں گا ہی گونجتا دل را
 اس گھٹتے ہیں مجھے لوگ سکند رطلع

کھل چکا ہے اُسے اپنا شمار ایک
 لٹا رہتا ہے بیان اپنا دیا ایک نہ ایک
 آہی جاتا ہے ترا سینہ فگار ایک نہ ایک
 اُٹھتی ہے ترے ہی کوپے سے لگا رکھ
 رہتا ہے سینہ پہ عاصی کے غبار ایک نہ ایک
 گل کے نزدیک رہ کر مایوس خارا ایک نہ ایک
 نظر آتا ہے نیا نقش و نگار ایک نہ ایک

منہمقی ہوئے کہ ہو دامن و فراہِ جزین

ہو ہی رہتا ہے ترا عاشق زارا ایک نہ ایک

کس نے پہنچا یا مجھے جلا دتک
 دہل سے لے آئی نہ فولاد تک
 لائی قسمت عالم ایجا دتک
 بُرخ نہیں کرنا اردہر صیاد تک
 یہ فقط ہے مار کی امداد تک
 کھل نہیں سکتے لبِ فراد تک
 بھول جانا ہوں خدا کی یاد تک
 موم ہووے کوہ سے فولاد تک
 جو نہیں تکلیف دی اُستاد تک
 روشن ہے خانہ آبا دتک
 مہر و مہ سے کورِ مادر زاد تک
 پوچھتے محکو نہیں فضا دتک
 ٹوٹ جاتے خامہ فولاد تک
 بل اُٹھتا ہے خامہ فولاد تک

ناتہ دل ہے گئے گاہ ہے آہ و افغان
 چھین تباہ ہے کبھی دل گاہ جگر وہ ظالم
 صورتِ لالہ و گل باغِ جہان کے اندر
 نالہ کرتا ہے کوئی کوئی فغانِ اُپار
 فکر دنیا ہے گئے دہشتِ عجبے گا ہی
 گئے غماز ترے پاس ہو گا ہے انعیار
 روز و شب محکو طلسماتِ جہان کے اندر

کون لایا عالم ایجا دتک
 کون تیری دید کا مائل نہیں
 نہ صحو محکو تلاشِ یار میں
 ہوں لاغر صیدِ بانغِ دہر میں
 جاہ و حشمتِ ثنا ہی و طبل و علم
 شکوہِ جور و جفا اُسکے حضور
 فکر و صلتِ بین تبانِ ہند کی
 اُسکا میں طالب ہوں جسکے حکم سے
 ہمتِ عالے کا اپنی ہوں غلام
 روح کے باعث فروغِ حسن ہے
 کون تیری دید کا طالب نہیں
 ہوں وہ مجنون ناتوانِ اس دہر میں
 سخت جانی گر کروں اپنی قسم
 گیسوے ہر بیچ کا لکھوں جو وصف

منت وزاری کی بھی حد ہو چکی کرچکے ہم نالہ و فریاد تک

منتھی عشق بتان ہند میں
بھول جاتا ہے خدا کی یاد تک

وہ پلا دی می جو بچپن ساقی سہارا تک
کیا بیان ہو گر دش چشم منہم کا نا صحو
گھات میں صبا دو گلچین باغبان ہر بخت
کون دکھلائے گا مجھ کو دیدہ مخمور بار
اس دل بیمار کی صحبت سے وہ تاثیر کی
اسطرح آیا عدم سے ہونین ہستی کی طرف
قیس کے فرما دے ماتم سے ایتک ہرین
اس شراب ناب سے بھگو چکا دوسرا
دور تر ہے اشقر رستہ دیار عشق کا
جان پر کھیلایا ہوں اکثر بھر دیا ہے دنی
تیرے ہے جانب ہر اک نیک و بد کی بارگاہ
حلقہ دام محبت میں ایسکے ہن پہنچے
حلقہ کا کل میں کب آیا ترار و در صبح
وا تو ہو دین عقدہ ہائے گیسوئے عنبر فشان

کس نے بھیجا ہے بیان دم دیکے نیکو منتھی

کون لایا ہے تجھے اس عالم غدار تک

نصیب ہو گا مجھے یار نیک تو کبتک
بھرونگ صورت خورشید کو بکو کبتک
چلیگی باد خزان گلستان میں تو کبتک
رہیگا پار مرے نوجوان تو کبتک
مٹے گی دیکھے اس دل کی آرزو کبتک
رہے گی یار مجھے تری جسجو کبتک
اوڑیگا رنگ گل ولالہ مثل بکو کبتک
وہرا رہیگا یہ آئینہ رو برو کبتک

جو تیرے تیغ کے قاتل بھی روانی ہے
 بھار دیکھے کب تک چمن میں آئی گی
 شرابِ سُرخ کے ساغرِ لڑینگے کب گلِ سُو
 کروں منِ نابکجا احتیاطِ جا عرض
 بہارِ آئینگی پر مغانِ چمن میں کب
 وصالِ یارِ ملیگا اگر مقدر ہے
 بھینکے صورتِ خاشاکِ سُرخِ غمِ دُسو
 کھلے گا کب چمنِ روزگار کا وہ گل
 حرمِ مین و ہونڈ ہوں تجھے یا کدیر کے اندر
 وصالِ یار کی صورتِ نظر نہیں آتی
 بہار آئے گی دستِ جنوں کا ہوگا زور

نشانِ و نامِ مٹائے گا مٹھتی گر
 رہیگا یہ تو بنا آسمان تو کتبک

ر د ی ف لام

آیا مگر کسی پہ ہے بے اختیار دل
 ہوتے اگر نعلِ مین ہمارے ہزارِ دل
 یوں تو ہزارِ میدانِ مین جہانِ مین
 شداد کو بہشت دے تاروں کو گنجِ دل
 دیکھے کسی حسین کو رہے اپنے حال پر
 کھا کھا کے دافعِ عشقِ حینون کے اندر
 بیہوش جو کہ جوئے سر جو ششِ یار سے
 نیز گنجِ حُسنِ یار کے کھا کھا کے دافعِ عشق
 دیکھا ہے جب اُس بے محوش کو بزمِ

پھلو مین ہے بہت جو میرے بیقرار دل
 جاتا اسی طرح سے ہر اک بار بار دل
 صیاد ہے وہ ہے کہ ہے جسکا نکار دل
 محکو عطار کر ایسے بہور دگار دل
 اس بات مین ہے کس کو تیرا اعتبار دل
 پھولا ہے کس قدر مرا باغ و بہار دل
 خفا نہ جان مین ہے وہ ہوشیار دل
 دکھلا ترما ہے محکو عجائبِ بہار دل
 جاتا رہا ہے ہاتھ سے بے اختیار دل

بھینکے جانِ بارگازِ ناک
 وہ گلِ نامِ کس کو گلیا
 زمری ملکِ شہنشاہ
 سبکدوشِ شہنشاہ
 اور کیا ہے باغِ کاشف
 جو کھلا روئے باغِ کاشف

جوش و خروش لیکے میرا ڈر گیا شباب
ہر سمت تو جہان میں یہ جا کر بکا دل
مانندِ برگ کا ہے روز وصال میں
فرقت کی رات ہے صفت کو ہمارا دل
معلوم ہونہ اپنی کہ درت سے زیہار
کرتا ہے آئینہ کو صفا تر غبار دل
بھایا ہے جیسے وہ بُستِ خورشید ٹول سو

رہتا ہے نخلِ صبح مرا بقرار دل
سب سے بدتر ہوزِ مایہ نین گر فٹاری دل
وہ سیاحِ نین کرتا کبھی غمخوارے دل
ہو دے یارب نہ کسی شخص کو بیمار دل
کس طرح دور ہو یارب مری بیمار دل
ایک مدت سو حسینوں کی ہوں محبت سے بری
کوئی بے زر کی نہیں کرتا ہر خاطر داری
اندون رہتے ہے کس مرتبہ بیکاری دل
مرد دانا ہے تو کرنا نہ عبتِ خواری دل
ناز تھا تجھ مجھے خوب وفا داری دل
ہو گر فٹار نہ انسان بہ گر فٹاری دل
گر کرے دستِ خون آگے مدد گاری دل
اس ہو بہر نین ہرگز کوئی ہوشیار دل
مینے کیا کیا نہیں جھیل ہے خباکاری دل
میںلا اسکو حسینو نکھانہ ہر گز کرنا
یارب کو دیکھتے ہی کر دیا مچلو خالی
زہر کھا جائے گلا کاٹی کین ڈوب کر
ابھی کو نین کے جھگڑے سے رہے پاؤں
زیت میں حرص ہو س سے رہے دینا کے ہری
موسم گل میں یہ کیا کیا نہیں بگڑا مجھے

منہ بھری بار خزان جاتی ہے آتی ہے بار

خوب ہی کرنا خبر دار خبر داری دل

دور میں ہاس گل کے ہے بیکار گل
آتے ہیں گلشن میں سو سو بار گل
مارے مارے پھرتے ہیں ہر حسین
پانی خنم نے چو آ یا رات بھر
بیچ میں ہیں چلے مرغانِ چمن
یارسے کھاتا ہے کیا کیا خار گل
نین ہوا کے گھوڑے پر اسوا گل
بکتے پھرتے ہیں سر بازار گل
غیب رہا شاید بہت بیمار گل
رکھتا ہے کس رنگ کی دستار گل

توڑتا ہر وقت ہوں دو چار گل
ہے جو شکل دیکھ خنبار گل
باغ سے کیوں ہو گئے نزار گل
شب رہا میرے گلے کا مار گل
ہے جو شکل دیدار بیدار گل
ہنسنے دیکھا ہی عین بے خار گل
کس نے ٹکڑے کی تری دستار گل
ہے وہی جا رہا وہی دستار گل
آئے گلشن سے گئے سوبار گل

بوسے رنکے لیتا ہوں دو چار روز
خیر ہو دے عندلیب باغ کی
چلتے ہی بادِ خزان کے غلبہ
آگے لپٹا رات مجھ سے چین
استدر ہے اسکو کس کا انتظار
کس جگہ بے خیر ہے کوئی عین
دہجیاں کیوں کر ہوا جامہ ترا
اس قناعت کا تری دیوانہ ہوں
وانع عشق یار دل پر ہے سو ہے

چل بسی باد بہاری منتقی
سینہ گلزار بچے بار گل

ہو خشک آتش غیرت سو آبِ خندہ گل
ہو اب مجھ پہ ہو بدا حجابِ خندہ گل
صبا نے بند تھی کھولی کتابِ خندہ گل
جو عندلیب کو دون میں جوابِ خندہ گل
ہر اک چمن میں کھلی ہے کتابِ خندہ گل
کہا یہ دل نے یہی ہے جوابِ خندہ گل
جو عندلیب کے لا جوابِ خندہ گل
گرا ہے آنکھ سے میری شبابِ خندہ گل
کہلا ہے دفتر گل یا کتابِ خندہ گل

جو ہنسکے دے کبھی وہ گل جو خندہ گل
جو زہیر لب کبھی خندہ کیا ہے اس نے
کیا ہے غم کو گل باغ میں نہیں جا کر
دکھاؤں زخمِ دل داغدار کشین
ہر اک بزم میں تعریف ہو نیکی تری
نظر پڑا جو کوئی بارِ خندہ رُو جگو
دکھا نا برق تبسم اسے گل خوبی
کبھی نہ جا جو وہ نوجوان گلشن میں
بہار آئی ہو بیل غزل سراپا میں تمام

کھلا جو گل تو جلا عندلیب کا دل زار

چمن میں خوب بنا ہے کہا خندہ گل

نہاں کرے کسی پہ تمہارا بھی آئے دل
میری طرح سے کہتے پھر دہائے نئے دل

طرفہ تراندہ نون میں یہ ہے باجرائے دل
 نشا نہیں کسی کی بھی فرمان روئے دل
 پہلو میں دیکھتا ہوں جو غلی ہو جائے دل
 دیکھا کرے حال مبارک کو یار کے
 چوٹیں اٹھاتا میں تری تیغ نگاہ کی
 نالہ بھی بے اثر ہے نہ قاصد شفیق و یار
 زہار بتلا نہ کسی بت کا ہو کوئی
 ایسی مریض عشق کا بہر نہیں علاج
 اسکو فغان کا زور مجھے ضبط کا گھنڈ
 چاہے حرم کو جائے وہ یادیر کی طرف
 ملتا نہیں میں موافق مزاج کے
 دل مبتلائے یار ہے میں مبتلائے دل
 نا آشنا جان کا ہو آشنائے دل
 بے اختیار منہ سے نکلتا ہے ہائے دل
 پیدا جو مثل آئینہ ہو وے صفا دل
 پہلو میں سنگ سخت جو ہو باجائے دل
 ملتا نہیں کوئی مجھے حاجت روائے دل
 آتی ہے کان میں ہی ہر دم صدائے دل
 غلاب لب بہن آپ کے پارے دوک دل
 میں آزماؤن دل کو مجھے آزمائے دل
 راضی ہن ہم اسی میں کہ جو ہو عطا دل
 پاتا نہیں جان کے اندر میں جائے دل

زر جائے مال جائے زانیکا معنی
 ہوشیار یا رہا تم سے چائے دل

ولہ

کئے برس میں ہو ہو ہیں وہ یار کو قابل
 نصیب دل بھی تو ہو داغ عشق کہاں کو
 کمال عشق سے کب بالہوس خبر ہو
 کبھی جسم میں کبھی بہت کہدیکو جانا ہوں
 جسد کو چھوڑ کے جو روح چل نہی نایز
 بہت دنوں میں ہوئی ہن شکار کے قابل
 زمین بھی تو ملے لالہ زار کے قابل
 خون خام نہ ہو وے بہار کے قابل
 زمین ڈھونڈو رہا ہوں مزار کے قابل
 نہ تھا یہ اسب گلی اس سوار کے قابل
 اثر نہیں ہے دلا تیرے آہ و نالے میں
 ابھی سخن نہیں ہے اعتبار کے قابل

فقر و نہ ہے بہت بت پر آج کل
 پہلو میں ہے مرے بت پر آج کل
 کیسی ہوا ہے میری تقریر آج کل
 چکر میں ہے بہت تلک پر آج کل

رہتے ہیں دست یار میں جو تیر آج کل
 سکھلا رہا ہوں دکھو محبت کے رنگ کٹہنگ
 آہِ جگر خراش نکلتی ہے دم دم
 گیسو گلی میں رہتے ہیں اس مسکے رات بھر
 زاری سے زار سے زور سے لاتا ہوں بار کو
 مدت کے بعد ٹھہری ہے وصلت کی یار
 آئی ہمار کہتے ہیں دیوانگانِ عشق
 دل سے کروں گا یا دین اس خوش حال کو
 معشوق ہم برسے جو صحبت ہو اندون

قابو میں کس کے ہو گئے بولو تو منتہی
 کس نے کیا ہے آپ کو تسخیر آجکل

عاشقِ یارِ جانِ جان ہے دل
 جبکے لینے پہ لوٹتے ہیں حسین
 پس گدا آج بارِ الفت سے
 جب سے ہے جوشِ گل گستان میں
 ہے خوشی میں حباب سے ہلکا
 بارِ الفت اٹھا لیا سر پر
 نگرے بارِ بادِ فنا کی اسے
 جان کے ساتھ جسم رہتا ہے
 منتہی دیکھ بھال کر جانا

دوست ہے اپنا مہربان ہے دل
 بازعِ عالم میں وہ مکان ہے دل
 میں سمجھتا تھا پھلوں ہے دل
 قابلِ ننگ کو دکاں ہے دل
 رنج میں کوہ سے گراں ہے دل
 پیرہن میں مگر جوان ہے دل
 آج غنقا کا آشیان ہے دل
 جس جگہ یار ہے وہاں ہے دل
 حضرتِ عشق کا مکان ہے دل

رویف میم

آگ ہیں آبِ بین سوا میں ہم
 عاشقِ گیسوے دوتا میں ہم
 کچھ سمجھتے نہیں کہ کیا ہیں ہم
 اپنی خاطر برسے بلا میں ہم

جو ہے مقبول وہ دعا میں ہم
گلشنِ خلد میں صبا میں ہم
بزمِ رندان میں پارِ سار میں ہم
کسی صاحب کے مدعا میں ہم
مرضِ عشق کی دوا میں ہم
گویا ناتواں سے بے صدا میں ہم
کیا عجب کر کہیں خدا میں ہم
پارِ تیرے ہی آشنا میں ہم
ذو ورقِ دکنے نا خدا میں ہم
ایسے معشوق پر خدا میں ہم
اُس شہِ حسن کی گدا میں ہم
یہ سمجھتے نہیں کہ کیا میں ہم
زینت سے اپنی کیوں خدا میں ہم

بار کو ہے کمال ہم سے ربط
خارِ بینِ دشت و بر میں لیکن
دم نکلتا ہے دخترِ رزیدہ
بے سبب دہر میں نہیں آئے
اُنکے غناب لب یہ کہتے ہیں
خوف سے ان بتوں کے ہنِ خاموش
ایک عالم ہے ان بتوں پر خدا
بوجہ میں کعبہ کرین پرستشِ دیر
زاہد اس بحرِ عشق کے اندر
دل جگر دیکھ کر اوسے بولے
غیر حالت ہے ہونہ میں کچھ غم
سرکشی مثلِ شیشہ کرتی ہیں
دل لگاتے ہیں اُس شکر سے

کعبا ہے نالہ دلی اپنا

منتہی غیب کی صدا میں ہم
شاہد بنے تھے گردِ پسِ کاروانِ ہم
نغمہ بنے ہیں گور کا آکر کھانے ہم
واقفِ بینِ خوبِ روشنِ باغِ نازِ ہم
باز آئے زاہد تری حورِ جانِ ہم
بہمین گے ایک روز میں آسمانِ ہم
آئے ہیں تیرے واسطے پارے کھانے ہم
بجٹے ہوئے ہیں بیلِ ہند و ستانِ ہم
صفتِ بینِ تیری آئے تھے ورنہ جوانِ ہم

رہ رہ گئے جو ہم ہیں زلفِ گمان سے ہم
کو دے ہیں اس گھر ہی میں گرا سناں ہم
گذری ہے عمر اس چمنِ روزگارِ ہم
جامِ شراب و کجِ خرابات چائے ہم
پست و بلند دہر کی جھیلے ہیں بختِ ہم
تو بھی تو آذاد و دولتِ نکاحِ ہم
مرغانِ بوستانِ کن تم نہ چھوٹنا
فرقت نے تیری پیرِ نود سالہ کر دیا

کیا کٹ تے ہیں عدد و سخن آید از سر
 دو دن کے آستانہ نظر آنو جانن
 اظہار عشق سے اہلین مغرور کر دیا
 صدی نہ چھوٹ جائیگی باؤنکی آپ کے
 کھل نہیں قدم ترے حکم نصارت سے
 امید نندیم مجھ میں اتنی کٹ گئی

سودار ما فقط سطا و خسار مار کا

اگر بہار سے ہیں نہ واقف خزان شمیم

کل جو ترے روبرو کرتے تھے دہر ہر چشم
 کیا وصال یار کا شروہ مجھے ہوگا نصیب
 زلف کے سود میں شب بھر گئی ماندہ رز
 رات بھر جو واہی ہو انتظار یار میں

خندہ جام می گھر گب و صلی یار میں

خوش فائیت کے جوش گل میں ہر خونیا پر

رسائے دل شیدا ذرا نہیں معلوم
 عبت وہ کہتے ہیں کر کے جانا نہیں معلوم
 کھا یہ آسنے مرا نکلے حرف مطلب کو
 نسب و اق کی ایذا جو آنگو لکھتا ہوں
 طریق عشق میں بہت و بلند کی ہر یہ شق
 جو حد نہ شب وقت کیا تو کہتے ہیں
 دکھا کے خال لب اپنا وہ یار کہتا ہو
 مری طرف ہے تمھاری نگاہ دردید
 خبر حسنین کی کہتی ہیں آو سر واپنی

ابھی جناب کو ہوئے وفا نہیں معلوم
 وہ کون ہے جسے اپنی خطا نہیں معلوم
 مقدرات کا لکھا ترا نہیں معلوم
 وہ منہ کے کہتے ہیں یہ ہکو کیا نہیں معلوم
 ذرا بھی عالم ارض و سما نہیں معلوم
 جناب کو ابھی رسم وفا نہیں معلوم
 یہی ہے حب تھا لکو کیا نہیں معلوم
 خوشی ہو مجھ سے ویا ہو خدا نہیں معلوم
 گلون کا حال تجھے کیا جانا نہیں معلوم

نہ زردی رخ عاشق پہ جائے صاحب
نہ تکیہ یمن نہ کیسے یمن دہیزن ہو وہ
عجب کردل و جان اور سہ نبیر وصال
مگر نصین صفت کبریا ہین معلوم
ہو اکس کا یہ دل بتلا نصین معلوم
جو عشقی کی نصین انتھا نصین معلوم
رویف لون

زرب رخ اپنی وہ پھر زلف بیاں کرین
قتل عشاق کا قاتل نہ سرا انجام کرین
ایک بوتل لب لعین کا عنایت ہو دے
کوئی شب ایسی بھی ہو جسکی سحر کو پیارے
حلقہ زلفین دیکھے رخ رنگین ہنس
اتفاقات اور سوا اونہ سری ضد سے کہے
آزمایوں پھر اک روز مقدر اپنا
عشقی کو کلمہ پر خسرات بڑائیں
سکافر عشق کو یون داخل اسلام کرین

نہ کیا خوب کیا یار نے شب بائیں ہین
تقفہر سقف فلک فرش زمین ستر ہے
شب فرقت کی سیاہی نہ ڈرائی جھکو
نقش ہے نقشہ رخ یار کا لوح دل پر
سید رہ و صلیت جانان کے راگرتہ ہین
کسی مرغوب تھا دنیا میں لباس نخت
ہر گھڑی رخصت ہے اک ٹکڑہ جانان لب پہ
فرقت یار میں یہ عمر بسر اپنی ہوئی
عشق کا قیس کے آواز نہ انجام کھلا
فر تقدیر میں تحریر نہ تھا عشق کا حال
جو کرا و ہوش تھے وہ بوتلے حیا نش ہین
خانہ گور میں کیا حاجت فرائش ہین
داع دینا جو فلک کا صفت کاٹش ہین
آج افلاک ہر اک کتابے نقاش ہین
دیکھ سکتے نصین دشمن کسی لب بائیں ہین
دنیا خوب کیا تو نے فلک تاش ہین
ہر گھڑی رہتی ہے تقدیر سے رخصت ہین
نہ ملی آج تک اس پنج کی پادائش ہین
نہ تو زندہ نظر آیا نہ ملی لاش ہین
کیون یہ اپنا ہے جہان کہتے ہن شاہان ہین

نقدِ دلِ باس وہ ہم رکتے ہیں التبت
منتهی جانتے ہیں نفلسِ قلاش ہیں

مَرِداںِ مغان کو شیخِ جی گمراہ کہتے ہیں
لٹا کر نقدِ دین و دل جو بیچے ہیں ترو در پر
خبر رازِ محبت سے جو رکھتے ہیں نالی میں
ہست او بچی دوکانِ تیری گرسائی گردن ہے
جسے پھل بھل محبت ہوئی ہو دخترِ راز سے
اثر پیدا کر گئی جگہ گھڑی اس پار کے دلمین
طریقِ عشق میں کہنا سن تو شیخ و زاہد کا
پیالے جس گھڑی ساغرئےِ عشرت کے پیچے ہیں
نشاہ و صلیتِ جانان کسی عاشق کو ممکن ہے
عیان ہوتا ہو دل پر رازِ عشق یا رکازِ ہر دم
کشش نے رشتہِ الفت کے کھینچا ماہِ کنعان کو

سنا کر منتهی کو یوں لگا پیرِ مغان کہتے

قدم جب عشق میں رکتے ہیں بس تبت کہتے ہیں

یا رجو ملکِ عدم سے ادھر آ جاتے ہیں
بھولے بھٹکے جو کبھی گھر میں وہ آ جاتے ہیں
شیخِ چشمی جو کبھی اپنی دکھا جاتے ہیں
آگے وہ باتیں جو کرتے ہیں کدورتِ آئینہ
نسبِ فرقت میں جھپکتی ہیں جو آنکھیں مری
ٹاڑتے ہیں مری آنکھ محبت کی حسین
در پہ جب تشہ و یدار کا ہوتا ہو جو جم
خواب میں ہوتا ہوں اون کے کبھی یوں

اپنی تقدیر کے لکھے کوٹا جاتے ہیں
بوچنے والے مری جان کو کھا جاتے ہیں
چوگرہی عاشقِ نیدا کی بھلا جاتے ہیں
خاک میں عاشقِ بیدل کو ملا جاتے ہیں
غشِ عبثِ خواب کا طوفان لگا جاتے ہیں
کس طرح سے وہ مجھے نرم من با جاتے ہیں
آبِ شمشیر سے وہ پیاس بھا جاتے ہیں
نختہِ خضہ مرے چٹ جھکو جگا جاتے ہیں

وعدہ وصل کیا کرتے ہیں ہر روز نئے
 سوچا کچھ نصیب خیار دلِ ناز کوئی
 ماتھے آتی ہر آنہیں منزلِ عشق جانان
 نزع کے وقت وہ بالین پہ ہراک عاشقی
 راہیں ہر وقت نئی آکے دکھا جاتے ہیں
 حضرت عشق جو نظروں میں سما جاتے ہیں
 غم کو چٹ کرتے ہیں غصے کو جو کھا جاتے ہیں
 آتے ہیں شربتِ دیدار پلا جاتے ہیں

منہی جذبہ دل میرا سلامت ہے اگر

آپسے آپ میرے پاس وہ آ جاتے ہیں

تپ ہجر دل کو گوارا نہیں
 ہو می پری سے سے کنار نہیں
 ہمیں ضبطِ وافغان کا یارا نہیں
 اگر دردِ فرقت کا چارا نہیں
 جسے نیک و بد سے کنار نہیں
 ہمیشہ رہا ضبطِ آہ و افغان
 پھسایا ہے تقدیر نے دل و جان
 بدن کے یہ جتنے ہیں اعضا دلا
 اذان دے کے ماتوس کو بھونک کر
 حقیقت کے دریا کو دیکھو ذرا
 نہیں کوئی نئی یار سے بھی غریزہ
 جہان پر وہ پر وہ نشین یار ہو
 نہ لایا کیش سے کبھی دل اسے
 فغاقت کی رہ میں جو پھلائے بان
 فغان کی گئی گاہ نالہ کیا
 جو آئی ہے اپنی تو جا را نہیں
 ابھی تک میں ہمت کو مارا نہیں
 اسے اسکا سنا گوارا نہیں
 ہمیں زندگی بھی گوارا نہیں
 ہم اس کے نہیں وہ ہمارا نہیں
 کب اس نفس کو تہنہ مارا نہیں
 فرشتے کا جس جا گذارا نہیں
 نگہ کی تو کوئی ہمارا نہیں
 تجھے ہر طرح کب پکارا نہیں
 کہیں نام کو بھی کنار نہیں
 ہمیں نقد جان تک بھی پیارا نہیں
 فرشتے کا اس جا گذارا نہیں
 کبھی اسے یہ مال مارا نہیں
 کبھی ماتھے کو پھر پیارا نہیں
 تجھے پہنے کس دن پکارا نہیں

جسے چاہا دل پہنے اسکو دیا

تو اس میں ناصح اجارا نہیں

بزری خطون کے ٹکڑے پڑے نامہ بر کے ہیں
 یہ حوصلے ہمارے ہی دیکے جگر کے ہیں
 ٹکڑے یہ عندلیب کے دیکے جگر کے ہیں
 یہ حسن اتفاق قضا و قدر کے ہیں
 ثابت ہوا نشان یہ ہر اک رنگدہر کے ہیں
 یہ روگ نا صحامے ہمراہ سر کے ہیں
 خواہاں یہ نقد جان کے ہیں طاقت دیکر
 تشدد دل دگر مرے آبِ گہر کے ہیں
 بولا کہ یہ علاج ترے درد سر کے ہیں
 قادر نہ خبر پر ہیں نہ محنت رنر کے ہیں
 غنچے گلون کے جتنے ہیں سب مٹ زر کے ہیں
 شمسِ قمر بہ داغ دلی پیتر کے ہیں
 یہ منظر ہیں شام کے پھر وہ سحر کے ہیں

ولہ

درِ باغِ ارم کھلا تو تھیں
 اوس خبر کی یہ مبتدا تو تھیں
 آمینہ اوسکا آئینہ تو تھیں
 دردِ دل کی مرے دوا تو تھیں
 خلوت و نرم میں ہوا تو تھیں
 اب زحل زیرِ سنبلا تو تھیں
 شکر ہے میں تھیں رہا تو تھیں
 اور صاحبِ کادعا تو تھیں
 کوڑیا لہ کھین کھلا تو تھیں

نا صبح بے پتے مرے قاتل کے گھر کے ہیں
 مدتے اسکے عشقین گھر کے نہ در کے ہیں
 اوڑتے ہیں برگ گل جو پڑے ہیں باغین
 میرا گلا کھان یہ کھانِ خجسہ آپ کا
 دیکھا جو پہنے گورِ غریبان کو غور سے
 تازیت جائیگی نہ کبھی عشقِ یازبان
 دل ان بتوں کے پاس پھٹکنا نہ زیہار
 لو اس حسن سے چشمِ مروت کے ہو ہید
 دکھلا کے مجھ کو مخمور و شمشیر آبدار
 عاصی ہیں اہل جسمِ خطا و اہلِ من گمر
 دیوینگے کس کو باغین یہ منہ بھرا بیان
 عاشق ہیں جسے نام نہ تھا کائنات کا
 کچھ ایک ہی ہے عاشق و معشوق پر عدا

اوسکا بندِ نقاب و اتو تھیں
 ہجرِ محشر سے کچھ جدا تو تھیں
 جسے اوس بت کا دل صفا تو تھیں
 تیرے غناب لب جو ہیں پیار سے
 کرتا ہوں ذکرِ بیوفا سے یا ر
 کتنے ہیں خال ہے تیرے گیسو پہ
 منزلیں عشق کی بہت طے کیں
 سر بھی حاضر ہے جانِ عاشق بھی
 چٹھر کی ہے خطِ سبز پر نشان

ست ساقی کی چشم دا تو عین
 صبر عاشق کھین پڑا تو عین
 آج تک میں کبھی دبا تو عین
 اسکی اوتری ہوئی قبا تو عین
 یار کا گیسوئے رسا تو عین
 پیار کی بات بد دعا تو عین
 کھین او سکی بندہ ہی ہوا تو عین
 اُس گلی میں گئی صبا تو عین
 تری در کا کھین گدا تو عین

تین چکھے ہوئے وہ آتا ہے

منقہ کی کچھ انتھا تو عین

یا نظر آتا ہے محکمہ کا خرمن آب میں
 لوگ کہتے ہیں کہ ہر گوری کا جو بن آب میں
 جو ہر آئینہ کو سمایا روزن آب میں
 کثرت امواج نے ڈالی ہے جلن آب میں
 تینکے خود کھنے لگا پھولا ہے سوسن آب میں
 پھینک دیا مرا نشہ بعد مردن آب میں
 میں یہ سمجھا خوب ہی پھولا ہے گلشن آب میں
 طبع کا دوڑا میرا خوب توسن آب میں
 مردم آبی کا دیکھا آج مسکن آب میں
 توڑ کر پھینکوں گا جب میں نار دامن آب میں
 ایک مدت سے ہمارا رہے دامن آب میں

بزم میں ہے شراب سبک کا جام
 چشم بے سُرمد ہے پریشان لاف
 بار فرقت سے آپکے صاحب
 جائے گل جو ٹکڑے ٹکڑے ہے
 جسکو کہتے ہیں لوگ مار سیاہ
 طلب وصل پر بگڑتے ہو
 عقل کے گل چراغ ہوتے ہیں
 ہر طرف بو اوڑی ہے کاکل کی
 قیصر روم جسکو کہتے ہیں

ہر پسینہ منہ پہ پایے روروشن آب میں
 جب سے یہ ماہ فلک ہے پروا لگن آب میں
 واہ رسی دیوانگی اندری خود رنگنی
 کون پر دہشتیں آئینا بھر غسل آج
 آئینہ دیکھا جا کر اسنے مستی کی ڈہری
 ڈوب جاؤں میں جو بہر عشق حسن یار میں
 روئے رنگین عکس لگن جب ہوا آئین
 وصف لکھا ہے بہت میں نے شراب کا
 چشم اشک اکودہ میری دیکھ کر کہو ہیں لوگ
 پانی پانی ہو گی خلت سے برگ ابر سیاہ
 چھان تے گدڑی ہر برسوں پہکون خاک میکہ

ماتون لکھا ہے وصفِ مے ظلم نے ساقیا
 سسکے دندلن صنم پر ایسی آبِ قباب ہے
 کو نہ ڈوبا ہے مفسط کر کے مالہ بحر میں
 سب گران مایہ سبک وضعوں ہو دین ہم کٹنا
 خوب ہی دوڑا ہے برسوں اپنا توس آبِ میں
 موتیوں کی جھڑجھڑی ہو نمزن آبِ میں
 ہر طلاطم موج میں ہے شور و شبوں آبِ میں
 مل نہیں جاتا کسی صورت سے دغن آبِ میں

غریب بحرِ دل پر ہو گیا ہے منتہی
 چاہئے اوسکا بنا دین بارِ دغن آبِ میں

در دنیا سے یار ہٹ تے ہیں
 کو چہ یار سے پھرا نہ کوئی
 در بہر بہر تے ہیں بدتر مرد ماہ
 نہ کیا وعدہ وصال وفا
 میرے رونے سے کب دل اسکا بھل
 یا صنم کہتے ہیں گھے یا رب
 نفل باغِ جہان کے ادعا منسل
 جھوٹ کہہ کر مکر نے ہیں موندے
 فضل گل میں جنوں کے ماتون سے
 اوسکے کو سچے میں چلکے ڈٹتے ہیں
 کب عدم کے گئے پٹنے حسین
 خوان لغت کے گویا بٹنے میں
 آپ کھکر سخن پٹتے حسین
 کہیں تنہم سے چاہ پٹتے ہیں
 مہر طح ہم تجھے کو رشتے ہیں
 جتنے بڑھتے ہیں اتنے گھٹتے ہیں
 سانپ میں کاٹ کر پٹتے حسین
 صورت گل لباس پٹتے حسین

اہل عقبا سے یہ سب دینا

بھوت بن بن کے کیا چھٹنے میں

قدم رکھو سنبھل کر حضرتِ دل غنقا زونین
 بنائے کون تیرے گیسوئے پر بیچ کو ظالم
 بنا ہر دندے آشام کو کھکر سرِ منبر
 بنا کر گیسوئے پر بیچ تیرے اوپر یہ پیکر
 گزر کجنگ کا ہوتا نہیں ہے شاہ بازو میں
 جان میں کیا غرض شہور جو ہوا بازو میں
 لگا بائے کا دہیہ زاہد دن نے جانا زونین
 جان میں کس لئے شہور ہو دین جاننا زونین

مگر آلائش دینا کو دھویا جائے نہ ہے

گنا جاتا ہے زاہد اتوں کو کیا پاک بازو میں

گرا کر مسجدوں کو مبلکہ سے آباد کرتے ہیں
 ہر اک صورت سے اوغافل سمجھے کو یاد کرتے ہیں
 ہمارے حق میں کہے آپ کیا ارشاد کرتے ہیں
 دل عاشق پہ کا رخسار نولا کرتے ہیں
 مگر مردے پر اے اندون آزاد کرتے ہیں
 نیا شہر خوش نشان آج کل آباد کرتے ہیں
 مرمت اپنے اپنے دام کی صیا کرتے ہیں
 گھر و مین اپنے خونیان آجکل فساد کرتے ہیں
 مصیبت جیکے بڑتی سے خدا کو یاد کرتے ہیں
 جوانان جن گلشن کو بھر آباد کرتے ہیں
 جسے ناشاد کرنا ہے اوسے کو ناشاد کرتے ہیں

جلا کر زاہدوں کو میکشون کو ناشاد کرتی ہیں
 نسبِ فرقت میں جب ہم نالہ و فریاد کرتے ہیں
 کوئی گھٹا ہے دیوانہ کوئی کہتا ہے عاشق ہیں
 اشارے ابرو سے خمار کے اوقا تل عالم
 سنا ہے یارِ قس بندہ کس سے کہتا ہے
 کمر باندھو ہے قتل عاشقان پر تیار کس
 چنمیں فصل بھرائی ہے بیل کے پکڑنے کو
 بہار گل ہوزد ورون پر خون نے سرا دٹھا یا ہے
 نسبِ فرقت کی صد مومنین ستم کا دہیان آتا ہے
 آہنی تو ہی ہے اہل جنوں کا ماقظ و ناصر
 خوشی رہے مین غیر و نئے وہ تڑپاتے ناشاکو

نہیدانِ ضمیر میں اویکا ذکرِ خیر تھا
 عدم کے رخصتے والے منہ حق یا کرتے ہیں

کچھ مہین یاد ماجرا کے جن
 مرغ دل نے کہا کہ مائے جن
 اور گئے مرغ خوش نوائے جن
 کبھی ہم بھی تھی آشنائے جن
 طرفہ تر مقامیہ ماجرا کے جن
 دستِ صیا دہے بلائے جن
 دیکھہ ہونا نہ بتلائے جن
 رنگ لائی ہے پر سوئے جن
 کیا ہوئے مرغ خوش نوائے جن
 ابتداء یہ انتھائے جن

چھوٹی اس سن میں مہے جانے جن
 یاد جب آگئی فضائے جن
 بگڑی جدم ذرا ہوائے جن
 مصفیرون سے میرے کہتو صبا
 اوس بڑتی تھی روز ہر گل پر
 خرد گل کے ہو عدد کو نصیب
 چار دن ہے ہمار گل ملبہ
 چشمِ خونار کا خدا حافظ
 سہی ہوئی کثرتِ گل و لالہ
 کثرتِ گل جان تھی خار مین دان

باغبانِ گر خوشی سے نذر کرے
 رر سے جسے بھرا ہے ساغرِ گل
 سمجھوں ایک بھول کو بجائے چمن
 پر کرے کاس گداے چمن
 دیدہ گل کو چشمِ نرگس کو
 سو جتا کچھ نفیس سوائے چمن

منتهی تیغ جب خزان کی کھنچے
 کٹ گئے گل مٹی فراے چمن

نقشِ دل بُت کا نام کرتے ہیں
 نیک و بد سے کلام کرتے ہیں
 گھر کو بیتِ احرام کرتے ہیں
 خاطرِ خاص و عام کرتے ہیں
 جو کہ اُس بُت کو رام کرتے ہیں
 کون کافرِ فراق میں سو یا
 اے صنم تنگیِ دہن میں ترے
 باوفا یار ڈھونڈتے ہیں جو یار
 زاهد اُس بت کا پڑھتے ہیں کلمہ
 ہم نہ بھاگین گے فیضِ سرکش سے
 دبر و کبے میں ڈھونڈتے ہیں اُس
 آج دل دیتے ہیں سرِ محفل
 کون ہے منتِ خاک کے اندر
 گھر کو بیتِ احرام کرتے ہیں
 خاطرِ خاص و عام کرتے ہیں
 بخدا وہ اسی کام کرتے ہیں
 مجھ غشِ انتہام کرتے ہیں
 شعرا کیون کلام کرتے ہیں
 بختِ سودائے خام کرتے ہیں
 برہمن رام رام کرتے ہیں
 حرکتِ تیغِ عظام کرتے ہیں
 فکرِ سودائے خام کرتے ہیں
 آج لو ہم بھی نام کرتے ہیں
 کس سے اب انتقام کرتے ہیں

وصف لکھتے ہیں مصحفِ رنج کا

منتهی نیک کام کرتے ہیں

غم پھینکا نہیں اربابِ جفا کے گھر میں
 جز صفا نہیں اربابِ صفا کے گھر میں
 موت کو دخل نہیں ہے شہدائے گھر میں
 فقر و فاقہ رہا محبوبِ خدا کے گھر میں
 دشت کو بھاگتا ہوں اگلے گھر میں
 پاؤں آئے ہیں اکثر فقرائے گھر میں
 رزقِ مزدور ہے پر شاہ و گدا کے گھر میں
 اُس شہِ حسن کو ابلی بھی کھدے بھون کا
 خاکسار وں پر کم کرتے ہیں ادنیٰ اعلیٰ

کھینچے ہے ہوسن ل مجھے دنیا کی طرف
آپ میں نے کیا اظہار محبت اوسنے
بزم میں پار کے اغیار کو قدر ہے کمال
کو چہ یار میں جسدن میرا بستر ہو گا
بارش اشک نے کب سے مراد م بار
آپ تو میٹھ رہے چھاؤں نے چھا کے گھر میں

عشق سے اس دل نندا کو بخین بھلا کر
منہ سٹی لائے پور وٹھے کو منا کے گھر میں

جست بندو مسلمان دیر و کعبہ پر جھکے ہیں
سخن و صفحہ حسیان کے گل لالہ سے لڑتے ہیں
جوانی جاتی ہر جوش و خروش عشق مشتاہے
صداقت ہی سے دل ملتا ہوا اس محبوب عالم کا
فغان و آہ نے دل سے گرا یا مجھ کو دلبر کے
بنایا منہ سے مین وضع کو خوش جوانی نے
ہر اک عضو بدن سے درمقات ہوتی جاتی ہے
دماغ و دل سے سودا دور ہوتا چھینو کا
گذر ہو کر حضور یار تک فاصد تو یہ کھنک

ہمارے مانتھا نہ شعر شہ ہوا کر لگے لہنے
سنا تو منہ سٹی بھی اب تو باتیں خوب گہر تہیز

جو کٹالے نہیں ملتا ہے وہ پھر میں ہوں
قدردان جکا نہیں ہے وہ سخن دین کو
دل میں جاؤں گی جو گو صد مہ سے لاغر میں ہوں
طفاسے چرخ ستم گار کہ گھبراتا ہوں
وہ زبان ہوں کہ سرا سہر ترا و حسین
جکا کا ہک نہیں دنیا میں وہ گوہر میں ہوں
باز جک کو نہیں مکن ہے پھر میں ہوں
بالی کی طرح اس آئینہ کے اندر میں ہوں
رحم اس عورت و جفا کا نہیں ہو کر میں ہوں
آبداری میں جوڑو باسب وہ بخر میں ہوں

آپ کے واسطے یوسف کا برادر میں ہوں
 وہ ہمیشہ تو فرزندِ پیمبر میں ہوں ۛ
 جسکو بھوٹا ہوا کہتے ہیں مفید میں ہوں
 یہاں کسی حال میں تجھے نہیں باہر میں ہوں
 سخیل خورشید قیامت ترے سر میں ہوں
 جو تباہی میں پڑا ہے وہ کہو تر میں ہوں
 بھر گیا ہے جو ہوا میں وہ کہو تر میں ہوں
 گھر کے اندر ہوں کبھی جاے سے باہر میں ہوں
 بند جس قطرے کے اندر ہے سمندر میں ہوں
 موت کہتے ہیں نہ گھبرا کرے سر پر میں ہوں
 ذرہ خاکِ نشیں کہتا ہے اختر میں ہوں
 جانتا ہوں کہ پسِ سدِ سکندر میں ہوں

دائع دل کا یہ اتارا تھا شبِ فرقت میں

منہی آئینہ عشق کا جو ہر میں ہوں

کھلتی ہے موت کو کس کس کے سر پر اندون
 رہو دے یا رہے سدِ سکندر اندون
 ڈھونڈتا پھرتا ہوں ہر سو نیز خیر اندون
 مارے مارے پھرتے ہیں کیا کیا پیر اندون
 اوڑنے پھرتے ہیں وہاں بالِ بکھر اندون
 پڑ گئے ہیں عقل پر کیا اسکی تھرا اندون
 گاہ ہوں جاے کے باہر گہ ہوں اندر اندون
 چھانٹے جاتے ہیں وہاں سروِ صنوبر اندون
 چل رہے ہیں دلہہ میرے کند خیر اندون

دل نے کل چاہ دقن یا رکا دکھا کے کھا
 جلوہ جگمگو بھی دکھا دے صفتِ موسیٰ طور
 یہ صدا آتی ہے بروقت نکلت دے
 طالبِ وصل سے اپنے وہ یہ فرماتے ہیں
 داغِ سودا ہی کہتا ہے مرا سحر کے دن
 ہوں وہ قاصد کہ جو بھولا ہے مکانِ دلدار
 شیفہ ہو کے برپوش کا یہ دل کہتا ہے
 صفتِ آمد و رفتِ نفس اے جوشِ جفون
 دم گریہ ہی کہتا ہے مرا اشکِ قبول
 خفقان ہوتا ہے جدمِ شبِ تنہاے میں
 روبرو مہر و نشان کے ترے کو بے کا
 آئینہ ہوتا ہے شے ترے رکھے جدم ۛ

کچھتا ہے وہ بدم تیغِ دو پیکر اندون
 آئینہ میں نصف چھپا آدھ بتِ عشاق سے
 ہے مجھے خوش رو حسیں آجکل دل سے تلا
 ہے کشش پر جذبِ لبِ بھلو میں اپنے بارہر
 کو چہ خاک کا قاصد پتا بس ہے ہی
 کیوں تباہ نگے ملی کر رہا ہوں دلِ تلاش
 آمد و رفتِ نفس کی طرح جذبِ عشق سے
 سرکشی کی ہے چین میں قامتِ دلدار سے
 غم سے کرتا ہے پہاڑ حسن کھو کر پھر وہی

عارض ورنج کا تصور دل میں رہتا ہوں مدام
اُن اب و دندان کا اک مدتی ہے ہر دکو خیال
صورت نقش قدم افتادگان خاک ہوں
صدئہ فرقت کی لب پہ آہ ہر نالہ کبھی
وصف اس بحر لطافت کا جو ہر ورد زبان
کہا ہوا کہ گھوڑے پر اسوار ہے وہ پر غرور
پہنچا ہوں خط شوقیہ میں اسکو اسقدر

منہجی ملتا نہیں جھکو پیر اندون

قرار و قول کا کچھ اُس کے اعتبار نہیں
صبا چمن میں نہیں جو ابھی ہزار غصین
ہنوز ہوش نہیں اسکو ہوشیا نہیں
بلند آہ ابھی طفل دل غصین کرنا
جہان میں نیچے دست خون تر و قانون
عدم سے آیا ہوں ابکدن عدم کو جاوگنا
سراے ہستی فانی میں دل نہ گھبرانا
سا نراں عدم کی خبر غصین معلوم
وہ عندلیب ہوں میں ملکستان عالمین
بلند نام نہیں چاہتے زمانے میں

جان میں گو نہیں فرزند شمعھی رکھنا

کلام نیک بھی کیا اوسکا یادگار غصین

اُن انکھریوں میں ابھی نشہ شراب نہیں
نخل میں یا غصین سا قیاس شراب نہیں
ہوائے سنگ حوادث کو دخل کیا کوٹے
ابھی طلوع ہوا حام آفتاب غصین
جاہلین مجھ سے زیادہ کوئی خراب نہیں
یہ دل ہے مرد نکاح کھ کا سہ جاب غصین

سفید بال بنین موسمِ خناب نہیں
 سرے سوال کا شیشے میں کچھ جواہرین
 وہ جامِ منہ نہ لگا کر شرابِ بنین
 ہزار شکر کہ میں موردِ عذابِ بنین
 تو بے مثال بنین یا ر لا جواب بنین

میت مے و معشوق اُس کو ہے زیبا
 عدائے قتلِ میلے مجھے نہیں آتی
 نہ دیکھ دل تو کبھی چشمِ بے مروت کو
 پسند طبعِ بنین تنگ چشمیِ جاناں
 دکھا کے آئینہ اس شوخ کو کھا ہم نے

ولہ

عاشقوں کے یہ ہیں سکا رکے دن
 یاد کر صد نہ فشار کے دن
 گزری جو کچھ تھی اپنی اُڑ کے دن
 مجھ کو وکیلِ یار کے دن
 کٹ گئے اپنے امتزار کے دن
 اُنکے جو بن کے ہیں بہار کے دن
 تھے بہت سخت انتظار کے دن
 شاید آج پہنچے پھر بہار کے دن
 پھر پھر سے زندہ بادِ خوار کے دن
 جل بے اپنے افکار کے دن
 پھر ہیں تفریحِ بادِ خوار کے دن
 نہ پھر ہیں گے گناہگار کے دن

ہے شبابِ صنم بہار کے دن
 دیکھ لے تنگ چشمیِ جاناں
 تو بہ کی ہے قمارِ عشق سے آج
 صبحِ خستے کم نہیں ہرگز
 مُتدگئی زلفِ اُس پریش کی
 گیارہ بارہ برس کا ہے سن و سال
 یہ دیمِ احتراز ہم پہ کھلا
 وحشتِ دل ہے اپنی زور و نادمہ
 خواہشِ دختِ رز ہے آئے بہار
 گزرا جویشِ شباب کا عالم
 رنگِ لائی ہے پھر بہارِ چمن
 عفو ہو گا نہ جرمِ اہلِ نفاق

پیری آئی شبابِ چل نکلا
 منہ بھئی یاد کر مزار کے دن

تیری صورت کے نہ دیکھے پیارِ پیارِ ماتھے پاؤں
 لگے ہر مانندِ خسِ آخرِ کار سے ماتھے پاؤں
 موم کر ڈالے مرے کیسے کرا سے ماتھے پاؤں

بزمِ عالم میں بہت سونپنے مارے ماتھے پاؤں
 بحرِ اُلفت میں بہت سونپنے مارے ماتھے پاؤں
 عالمِ پیری ترا دو نوں جانِ من و برا

سُکھ کر تنکا ہوئے ہیں اُنکے سارا تھہ پاون
وصل کی شب کام آئے اپنے بارے اُتھہ پاون
موج کے مانند کیا کہنے مارے اُتھہ پاون
مکڑ کر ڈالا کبھی تونے جو مارے اُتھہ پاون
چلتے پھرتے ہیں ہمارے بے سہارا تھہ پاون
بھولی بھولی انکی صورت پیسا اُتھہ پاون

عزیز نادانی اسے کہتے ہیں کیا روزِ جزا
منہ پھٹی اپنے کئے کو خود بکا رز اُتھہ پاون

پتا نہ معنی کا یا تا ہوں شخصِ مصل میں
کہو تو پھار کے تھکلی لگاؤں بادل میں
بھرا ہوا ہر لبالب یہ مشک بوتل میں
اندھیری رات کے اندر بھنسا ہوں لعل میں
گچ رہا ہے مگر نیر آج جھگی میں
دھواں سا دکھتا ہوں میں فروغِ شعل میں
لٹک رہا ہے قفس اپنا شاخِ صنل میں
سوار کا بھین دیکھا وقار پیدل میں
دھوئیں کا نام تھا طور کی بھی شعل میں
دلی ہے آتشِ گل آج اپنی منقل میں
سلاخی نیل کی پھیرون میں چشمِ ہول میں
بڑی لگا ہ کی شوخی ہے صاف خجل میں
مگر بند ہے کوئی دل تمہارے اچھل میں

سور و قافم و خجابت شاہ کو ہو نصیب
یہ منہ پھٹی ہے گدا گرم اپنے کل میں

عاشق سوئے کمر کی لے خیر او پہلے خیر
میری خدمت سے نہایت خوش ہوا وہ ظہیر
بحرِ ہستی میں ملا ہکمو در مقصد نہ حیف
قتلِ بچ بولا قاتل عاشقِ نادانِ داس
کھیل رہتا ہے کل پر مری اوقات کا
تیکھتی تیکھی انکی چتون بانکی بانکی چال

نہ دل مجھے نظر آتا ہے سینہ نل میں
یہ چشم کہتے ہیں اسکی ابھی ابھی پل میں
خیالِ زلفِ صنم سے ہے دل مرا مملو
بڑا ہوں در دکشوں میں میں تیرہ بجی سے
گدزنیں مل ویران میں اپنے نالے کا
ہیں سچ زلفِ سیہ کا روئے روشن پر
بند اس دل صد چاک کو ہر سا عیار
لطیف روح سا ہوتا نہیں ہے جسم کبھی
نشانِ خط کا نہیں اُسکے روی روشن پر
خیال گرمیِ خسار یا رہے دل میں
دوسے سے دیکھے اگر یار کو مرے پل بھر
مری زبان میں عالمِ جنتِ بڑان کا
گرا ہیں مٹیے ہو کس کس کے اتنے کیوں پیار

فلک کی طرح کہیں اسکا اک مقام نہیں
یہ صبح وہ ہے کہ جسکی جہان میں شام نہیں
نہ اوسکو کچھ کے لاؤں تو میرا نام نہیں
یہ داغ دل ہے ہمارا چراغِ بام نہیں
تمہاری خدمتِ عالی کو کیا غلام نہیں
ابھی یہ مریخ خوش الحان اسیرِ دھم نہیں
کبھی پیام نہیں ہے کبھی سلام نہیں
خونِ پختہ ہے اپنا خونِ خام نہیں
سمند ناز کے منہ کو ذرا سجا م نہیں
یہ وہ سحر ہے الہی کہ جسکی شام نہیں
جو میرے خون کا دنیا میں انتقام نہیں
یہ بہرِ خاص ہے اسے دل یہ بہرِ عام نہیں
ہماری بزم میں ہرگز عدو کا نام نہیں
اثرِ پذیر ہمارا انہیں کلام نہیں +
کسی کی تیغ ابھی قابلِ نیام نہیں
ہماری سجدہ صد دانہ میں امام نہیں
حرام اُسکو ہے جسکی گرہ میں دام نہیں

نظر میں چشمِ مروت نگہ میں دستِ کرم
کچھ اور اوسکی بغیر منتھی کو کام نہیں

یہ عشاق سوئے عدم دیکھتے ہیں
وجود و عدم کو ہنس دیکھتے ہیں
وہی لوحِ دلیر رقم دیکھتے ہیں
خدا کی خدا سے کو ہم دیکھتے ہیں

ہمارے دل کو تسلی نہیں قیام نہیں
تیغِ حبیب پہ خطِ سید کا نام نہیں
ہمارا جذبہ دل ہم سے آج کٹا ہے
ہوائے دہریہِ خلف سے مجھ نہیں سکتا
نہ کما کر کسی اغیار سے شبِ خوبی
ابھی نہیں دلِ نالان اسیرِ کاکلِ بار
خدا ہی جانے کہ بارانِ رفته میں کس جا
جدا جدا ہیں زمانے میں عاشقِ عاشق
بزرگِ ابلقِ ایامِ دشتِ عالم میں
کرے گی خود جوانی نہ عہدِ پیری میں
شہیدِ تیغِ تبسم کا ہوں مگر نامِ صبح
گدا رطیح کی خاطر ہے شاعری کی فر
امیں دھڑر رہے رفیقِ ساغر سے
رموزِ عشق سے جگو نہیں ہے آگاہی
کسی کے بوقِ نگہ کی جگہ نہیں دلیں
نہیں ہے انکِ سلسل میں اپنا تختِ جگر
حلالِ دھڑر رہے نکاح ہے نسیم

وہ جب اپنی تیغ و دم دیکھتے ہیں
کہیں ہم جو نقشِ قدم دیکھتے ہیں
جو تیغِ رلوح و سلم دیکھتے ہیں
کسی سے جو وصلِ صنم دیکھتے ہیں

شخصکین تری یاد آنے ہیں پیارے
 جو شیدائے چشمِ محرم ہیں سانی
 کوئی غصہ نہیں ایک صورت پہ تھی
 کر کا نری دہیان آنا ہے جسم
 بھر آتا ہے دل اپنا کچھ یاد کر کے
 کہ ہر بُت کھان کے حسین زمانہ
 گئے رہتے ہیں سوئے در اپنی آنکھیں
 ہوا و ہوس تیرے ماتو نے انسان
 کسی دم جو تیغ دودم دیکھتے ہیں
 وہ کب جانبِ جاہم جسم دیکھتے ہیں
 برابر حدوث و قدم دیکھتے ہیں
 بہت بار سوئے عدم دیکھتے ہیں
 کسی کی جو ہم چشمِ نم دیکھتے ہیں
 ہر اک لعل میں تجھ کو ہم دیکھتے ہیں
 یہ کس شخص کی راہ ہم دیکھتے ہیں
 زمانیکے جو درستم دیکھتے ہیں

زمانے میں یوں تو بہت سے ہیں خوش گم
 مگر منتھی سا بھی کم دیکھتے ہیں

بتوں کے وہ جو رستم دیکھتے ہیں
 جو پھر پھر کے ہم و مہم دیکھتے ہیں
 مفا صورت آئینہ دل ہے کس کا
 مگر ڈھونڈتا ہے جو انی کو بخا
 بے سیم و ز اس جان میں ہر اک
 وصالِ منہم یاد آتا ہے ہمسکو
 مگر اسے آئے شاہ نک جا خیمین
 ہر اک آشنا دوست ظاہر کے تے ب
 جنہیں خاکساری کی دولت ہو مال
 ہر اک طائرِ دل کہ باغِ جان میں
 جنہیں شوق ہے جنسِ وصلت کا اکی
 کس جیسے ہے بے نیابتی جان کی
 ندیکھے کوئی جو کہ ہم دیکھتے ہیں
 تری راہِ فضل و کرم دیکھتے ہیں
 بہت اس زمانے میں کم دیکھتے ہیں
 بہت پشت گردونِ بوخم دیکھتے ہیں
 برنگِ ندیم و ندیم دیکھتے ہیں
 کسی کا جو جاہ و حشم دیکھتے ہیں
 ترا جبہ لطف و کرم دیکھتے ہیں
 دے دوست اک اپنا غم دیکھتے ہیں
 وہ کب سوئے جاہ و حشم دیکھتے ہیں
 گرفتارِ دامِ غم دیکھتے ہیں
 وہ کب سوئے دامِ و درم دیکھتے ہیں
 وجود اپنا نقشِ قدم دیکھتے ہیں

کچھ منتھی سا کن کر بلا سے

جئے تو تھارے قدم دیکھتے ہیں ولہ

بھربھرا آئی ہے بھر زخم جگر آئے ہیں
جگر و دل جو مرے گود لکے بالے ہیں
قیس سے وافق و منصور سے کہتو یہ صبا
نزعین دیکھ کے ہکو وہ لگا یوں کہنے ۛ
دل میں جا چکی رہی ہے یہ وہی گیسو ہیں
کیا ہمارا آئی ہے کیا آتش گل بھڑکی ہے
فرقت یار میں ہے کون مرا یار و آئین
صفت گو ہر دندان ہے سراسر اشیم
نغمہ لبیل شیدا کو کھا سن سن کر
سو جن ماہ محبت بھین ٹکھو ہر گز

منہ تھی کرتے ہیں وہ جو روستم جا بجا

جگر و دل بھین ہنے انھیں ڈالے ہیں

ہزار دن ہیں جب کے خرد یار ہیں
ہم اوس چشم کے عاشق زاہر ہیں
ہم اوس زر گسی چشم کے زاہر ہیں
صبا سے سواتینز رفتار ہیں
نظر آئی ہے جب سے تصویر یار
غم و رنج و اندوہ و حو مان و یاس
طلب کر رہا ہے وہ دل بے وصال
گل باغ گلشن میں بے روئے یار
خزان آئی دست خون چل بسا
ہم اوس یار کے ایک ہی یار ہیں
وہ بیمار ہے جب کے بیمار ہیں
کہ جب کے سیجا بھی بیمار ہیں
ہوا کے وہ گھوڑے پہ اسوار ہیں
ہم اوس وقت سے نقش و دیوار ہیں
ہمارے بھی کیا کیا مددگار ہیں
وہ عیار ہے ہم بھی ہشیار ہیں
نظر میں مری صورت جا رہیں
یہ ماتھ اندون اپنے بیگار ہیں

وفا و عہدہ وصل کرتے نصین
بھرے دل میں ہیں سکے دماغ عشق
بڑے آپ جھوٹوں کے سدا رہیں
خزانے میں اپنے بہ دینار حسین
گھے وارہیں ہم گھے پار حسین
بلاؤں میں گو یا گر قارہ میں
عدو کے لئے تیر تلو ارہیں

زمانے سے ہیں بے خبر منتھی
وہ اس مرتبہ نو گرفتار ہیں

جب وہ پھلو سے تنکے ہٹتے ہیں
دہن گور پُر ٹھین ہوتے
زخم دکلے تمام بھٹتے حسین
یہ گڑ ہے کب کسی سے پٹتے ہیں
شجرہ میوہ دار چھٹتے حسین
آہستہ آہستہ کو وہ اڑتے ہیں
اوسکے کوپے میں اور کھٹتے ہیں
جانڈ کی طرح روز گھٹتے حسین
کیا گمس کی طرح چھٹتے ہیں
اس طرح تیرا نام رٹتے ہیں
کیا بلا کی طرح لٹتے حسین
مرد میدان بھی کوئی ہٹتے ہیں
بھر کھو گے ہمیں اڑتے ہیں
خاک فرش کب سٹتے حسین

جو ہیں دنیا کے دون بستی پر
منتھی دوراؤں سے ہٹتے ہیں

مینا ہے مے ہے یا رمرے نمک رہیں
مچر بڑے کرم ترے پروردگار ہیں

دل سے در حبیب کے جو خاک راہیں
 اُنکے خاک پہ نام زمین پر مزار حسین
 سنتے نہیں کسی کی چڑھا ہے عندِ حسن
 گھوڑے پہ اندنوں وہ ہوا کے سوار ہیں
 رنگِ روانِ روان ہے شبِ روزِ دشتِ مین
 شاید وہاں پہ دفنِ دلِ بیستہ راہیں
 فہیم نہیں پڑی ہے گلستان پہ رات بھر
 موتی عروسِ گل پہ سدا پائشاہیں
 سرخی نہیں شفق کی خاک پر جو جا بجا
 خاکِ چڑ ہے ہوئے شہدا کے غبارِ مین
 انجمِ خاک پہ جلوہ نما گلِ زمین پر
 پنہان جو تیرے راز تھے وہ اشکِ مین
 دل میں ہر ایک بات کے ہے آتش بھری ہوئی
 پنہان جگر میں سنگ کے جیسے سزارِ مین
 غافل کسی کے حکم سے چلتے ہیں ماتھے پاؤں
 جس پر کہ اختیار ہے وہ بے اختیارِ مین
 انسان کی زیت آمد و رفتِ نفس سے ہر
 دم سے ہوا کے بجٹے اُٹھتے غبارِ مین
 خال یہ ہے جب سے ترے رخ پہ آشکار
 سخی کے مولِ نافرِ مشکِ تبارِ حسین
 حینِ قبول رکھتے ہیں جو اشکِ ناحو
 آنسو نہیں وہ سلکِ درِ شاہوارِ مین
 زندانِ پاک باز ضم کا یہ قول ہر
 ہمِ نغمہ رشتی ہیں ہمِ میگاہیں

دل میرا دور بین محبت ہے منہ منی آنکھوں کے سامنے شہدا کے مزار ہیں

دل و جگر مرے از زبان او ٹھاتے ہیں
خدا ہی خیر کرے رکھ لے ابرو میرے
دلا ضرور ہے پیری بن عشق سے پیر
صدا یہ زمرنہ عند لیب سے آئی
مری زبان کا مزا خوش جان او ٹھاتے ہیں
عبت یہ سر پہ زمین آسمان او ٹھاتے ہیں
وہی ہیں مرد جو کوہ گران او ٹھاتے ہیں
مزا کچھ اوسکا ترے بچان او ٹھاتے ہیں

ولہ

ہوں نسل شاہ سے کہ امیر کبر ہوں
گو بینا ہوں عشق کی دولت سویر ہوں
تھا یہ اشارا اُس نگہ برق یار کا
مدت سے شوق کچھ قناعت کا مجھ کو
دار فتنہ ہوں میں جادوہ کوئی طریق کا
تجما حسین نہ مجسا ہے عاشق جان میں
نڈت سے ہوں میں شفیقہ گیسوئے ضم
جاؤں جسم کی ہمت کہ تنہا نے کی طرف
کہتا ہے وقت گریہ مراد امین مژدہ
دل میں ہے میرے داغ محبت کا جلوہ گر

دیہیم توخت و ملک نہ دینا وہ کیا مجھے

خود منہ منی بن قابل فرخیں حیر ہوں

کون اس دام محبت میں گرفتار نہیں
صاحب سچ نہیں صاحب زنا نہیں

ملے کس وقت مجھے درہم و دنیا نہیں
 زہد کا اپنے بھروسہ ہے تجھے او زاہد
 کون دنیاے دنی کے نہیں رہتا درپے
 دلو دنیاے دنی سے نہیں رہتو غربت
 نہیں بچتا نہیں بچنا کبھی مارا اسکا
 میری دیوانگی کس دن نہیں ہوتی مشہور
 کس کو اس نلکے سیہ کا نہیں سوار رہتا
 طینت بد کے سوا کوئی نہیں بد خصلت
 سائبان ہو میرے سر پر ترے واس کا دہان
 ابر رحمت مرا کس روز گہر بار نہیں
 ہوں گنگا رمد کو مری غفار نہیں
 دامن تدویر میں بیان کون گرفتار نہیں
 جبت ہر جائی سے رکھتا میں سر و کار نہیں
 نگھ بار تو خیر نہیں تلوار نہیں
 کب یہ سودا مرا بکنا سر بازار نہیں
 کون اوس نرگس جا کا بیمار نہیں
 خوش طبیعت سا کوئی اور خوش اطوار نہیں
 سیکڑوں کو س جہان سا دیوار نہیں

کثرت عالم امکان بجز واحد پاک
 منہی یاد رہے کوئی ترا یا نہیں

دیر و حرم کو چھوڑ کے اسے دل چل بیٹھو میخانے میں
 خوب گذر جائیگی اپنی ساتی سے یار آنے میں
 سیر طبیعت ہو جائیگی نشہ جو ہے ہو دے گا وہی
 فرق نہیں ہے ساتی ہرگز چلو میں پیانے میں
 روح ہے جب کہ جسم کے اندر جسم پھر وفتی ہے
 کاشانہ آباد ہے جینک بلیں ہے کاشانے میں
 دستِ متنا قطع ہوا برباد ہوئی ہے حرص و ہوا
 زیست کی صورت اپنی بند ہی اور نفس تر و مجاہد نہیں
 سچ ہے دلو اپنے بھی جز یاد منم کچھ دبیاں نہیں
 دیکھ تو اسے نامح کیسی ہشیاری ہے دیوانے میں
 فکر دنیا سے چھٹے اس پر خج جہان سے بائی نجات
 لاکھ طرح کی راحت باپی اک اپنے مر جانے میں

پیشِ جنوں نکتہ ابدل موتِ زیست سے خوشتر ہو
 شمع کے آگے رقص کمانِ تھاپروانہ جلوئے میں
 حُسنِ نیرنگ اوس مہر و کا دلِ خیزن میں رہنا ہے
 چشمِ بیا ہو تو دیکھے بسنی ہے ویرا نے میں
 نفسِ محبت کہیں نہا با لوحِ دلِ پیرا انسان کے
 پھرا فلم کی صورت سے میں برسوں اک اک خانے میں
 ولہ

جدا کب وہ دیر و حرم جانتے ہیں
 مزہ جو قناعت کا ہم جانتے ہیں
 نصیحت ترے واعظ بے حقیقت
 ہر اک شو میں ہے جلوہ گرا سکا جلوہ
 تنفر ہے لغت سے دنیا کی جسکو
 حبیبِ خدا عاشقِ حق تھا لے
 سوا ہے گذرِ جب سے دشتِ فنا میں
 اگر ہفت اقلیم کا پادشاہ ہے
 جو ہیں محوِ نیرنگِ حسنِ منہم کے
 قدم جب سے رکھا ہے دارِ فنا میں
 قناعت کا جن کو مزا آ گیا ہے
 ہر اک دل میں ہے جلوہ اُس کی کلید
 جابون کو مانندہ بھرِ جان میں
 وہ ہے میرے معبود کا ایک بندہ
 غمِ دوست کا نیکا جسکو مزا ہے
 مئے عشق پیتے ہو چھپ چھپ کے ہم سے

جو تحریرِ لوح و قلم جانتے ہیں
 زما نیکی عشرت کو غم جانتے ہیں
 وہ فقر سے غم اُسکو دم جانتے ہیں
 اُسی کی قسم اُسکو ہم جانتے ہیں
 وہی نوشِ دار و کو سُم جانتے ہیں
 حد و ث آپ کا ہم قدم جانتے ہیں
 وجود اپنا نقشِ قدم جانتے ہیں
 ثمرانندہ بے درم جانتے ہیں
 وہ صحران کو باغِ ارم جانتے ہیں
 وجود و عدم کو ہم جانتے ہیں
 وہ جامِ گلِ جامِ جسم جانتے ہیں
 ہر اک گر کو بیتِ الٰہی جانتے ہیں
 وجود و عدم کو ہم جانتے ہیں
 جیسے لوگ میرا سُم جانتے ہیں
 وہ نادانی زما نیکی غم جانتے ہیں

میانِ تنہی منگو ہم جا سیتے ہیں

کھتا ہے زمانہ اک تدبیر ہے یا مین ہوں
مین دیکھتا رہتا ہوں مہ کو شبِ فتنِ مین
وہ عالمِ رُویا مین بجو نہ نظر آ یا
جس روز کہ ہو دیگا ہر اک کا صائبیل
انکا ہو نفرت ہو دُمان نام سو عاشق کو
و دمان غصہ کر تم ترا ہر جوش پہ او پیارو
ہو دے دل شیدا کو گر شوق شہادت کا
وحشت مین نظر آئی شبِ خوابِ مین کا کل
جس روز کہ چھین گے محبت مین گلِ بر سو
وصف اس گلِ رعنا کے ہن درِ زبانِ بکر
میرا یہ مقولہ ہے تقدیر ہے یا مین ہوں
اس چہرہ انور کی تصویر ہے یا مین ہوں
اس خواب پریشان کی تعبیر ہے یا مین ہوں
اس روزِ مقدر کی تحریر ہے یا مین ہوں
یہاں جذبہ الفت کی تاثیر ہے یا مین ہوں
یہاں جرم ہے عصیان ہو تقصیر ہے یا مین ہوں
پھر قاتلِ عالم کی شمشیر ہے یا مین ہوں
اک دن درجائے کئی رہنمائی ہے یا مین ہوں
اس فردِ مقدر کی تحریر ہے یا مین ہوں
گلزار مین بسیل کی تقریر ہے یا مین ہوں
جس تیر نگہ نے کل بر ما یا دل عاشق
اسے تنہی دُن اک دن وہ تیرا مین ہوں

جورِ فلاک بسکہ جھیلے ہیں
گہ حضوری ہے گاہ ہے دوری
اسپہ تازی نظر نہیں آتے
کہتے ہیں بیانِ حبسے قمارِ عشق
جیتے ہیں وہ قمارِ عشق مین یار
ٹھہرے کب جنگِ حُسن مین یہ شیخ
پاس اپنے دلی کا نام نہیں
نہ گمانِ حُسنِ آنکھیں نکسے
کفر و دین کا ہو فیصلہ کیونکر
ویر و کعبہ کی بھیڑ بھاڑ ہے کیا
ایسے پا پڑ بہت سے بیلے ہیں
گہ اکیلے ہیں گہ دو کیلے ہیں
سُخروں سے بھرے طویلے ہیں
کھیل ایسے بہت سے کھیلے ہیں
جان پر اپنی جو کہ کھیلے ہیں
ایک مدت کے یہ بھگیلے ہیں
جب سے پیدا ہوئی اکیلے ہیں
پاس اپنے بھی مل کے ڈھیلے ہیں
ایک مدت کے یہ سنجھے ہیں
ایسے دیکھے بہت سے میلے ہیں

گر یہ پراثر کے شدت ہے صاف آبِ بقا کے ریلے ہیں

بھیجا اپنا خیال اُس بیتے

جب سنا منقہ کی اکیلے ہیں

خنجر حرص و ہوا سے بہ گزرتا ہی نہیں
جن چڑا عشق کا سر پہ تو اترتا ہی نہیں
شوخیِ حسن نے مغرور کیا یہ اسکو
تا گئی حسن سے دامان نگھہ بھر جائے
پھر عبث رند قیچ خوار کو کہتا ہے بُرا
گوشِ زو یار کے ہوتا نہیں سودا میرا
عشق کا نہیں جائیگا مرا تا دمِ مرگ
سیر ہوتا نہیں دل دولت و صلت سودا
جب سب جو بن نے جوانی کے ابھرا ہے اُسے
منع کرنا ہوں نہ جا کو چہ سفاک کو یار
طول نے عمر کے ایسی تجھے ایذا دی ہے

منقہ ہے متوکل مجھے معلوم ہوا

نہام کو ملتا ہے جو صبح کو دہرتا ہی نہیں

حسنِ شباب بگیا تدبیر کیا کروں
پوچھا جو مجھ سے حشر میں کھدو گناہوں
دنیا نے دو سنا شیخِ طلب گار میں نہیں
عامی گناہگار ہوں مجرم ازل سو ہوں
ہر لوحِ دل پہ نقشِ جوت نگار کی
عاشق میں اسکی زلفِ سیہ فام کا نہیں
جوشِ جنون ہر اور نہ فصلِ بہار ہے

افسوس ضبط ہو گئی جاگیر کیا کروں
عاجز گناہگار ہوں تفریر کیا کروں
پھر لیکے تیرا جائے تدبیر کیا کروں
میں پھر لیکے زائدِ خاطر تقدیر کیا کروں
میں لیکے کاغذی کوئی تصویر کیا کروں
پھر دیکھ کر نوشتہ تقدیر کیا کروں
حداد لیکے میں خل و زنجیر کیا کروں

یہ ہے ضعیف صید میں نچیر کیا کروں
 میں بول لیکے خانہ زنجیر کیا کروں
 قبضہ نہ ہوئے جس پہ وہ شمشیر کیا کروں
 پھر دیکھ کر نوشتہ تقدیر کیا کروں
 نقش درم سے اسکو میں تسخیر کیا کروں
 تقدیر کو حوالہ ندیر کیا کروں

کھنے لگا وہ عاشق مغلس کو دیکھ کر
 وارفتہ مزاج ہوں صحرا نوز و ہوں
 قابو میں گر نہ مار ہو پر ہنیر جا سئے
 ہوتا نہیں ہے اس میں کم و بیش آج کل
 میں جذبہ دلی سے اسے کبچ لاؤں گا
 دنیا کے دون کے واسطے عقبی نہ لوں دو

شب بجز فلک نظر نہیں آتا ہے منتھی
 آہ جگر خراش کو میں تیر کیا کروں

لے لے گیا ہے اسکو مقدر کہاں کہاں
 دیکھی ہے ایک زلف مغبر کہاں کہاں
 کھائے ہیں داغ دل پہ جگر پر کہاں کہاں
 روشن ہو ایک ہی نہ اور کہاں کہاں
 بولا وہ مجھ سے رک کو شکر کہاں کہاں

پر دیس میں پھر ہے سکندر کہاں کہاں
 گا ہے کمر پہ زنجیر سرد و خوش بر کبھی
 کعبہ میں وہ ملا نہ کبھی دیر میں ضم
 دیر و حرم میں جلوہ جاناں ہے آٹکا
 مدت کے بعد میں جو گیا بزم یار میں

آئینہ ہر حسین کو دل سے پسند ہو
 سیکہ بڑا ہے ترا سکندر کہاں کہاں

ناید شب فراق کو ممکن سحر نحسین
 جھل وہ کوں سا ہے جان شیر ز نحسین
 طول شب فراق مگر مختصر نحسین
 معلوم یہ ہوا کہ کسی میں اثر نحسین
 موجود ہے گہر مگر آب گہر نحسین
 جواہر ہووے راہ و مان رہگذر نحسین
 داغ جگر سے بھی کوئی پتھر سپر نحسین
 بیدا گر بہت ہیں کوئی داد گر نحسین

ہوئی نہیں اذان کہیں بچا گجر نحسین
 نالے کا اپنے کس دل ویران میں گہر نحسین
 زلف دراز یار کے مانند نا صحو
 نالے کئے دعائیں بھی کیں وصل کے لیے
 معشوق ہے پہ نام کو بوسے و ناہن
 جاوے نہ کوئی جانب معشوق بے وفا
 اس جگہ حسن و عشق میں عشاق کے حضور
 معیوم دوست دشمن انسان ہیں بے شمار

دیکھا نہیں اسنے ابھی روئے آئینہ
عاشق کے قتل پر ابھی باندھی مکر نہیں
نالی نہیں ہے عیب سے کوئی بخر خدا
مجھ میں یہ عیب ہو کر مرے پاس زرد نہیں

کیا کیا دردِ سخن، مین مرے پاس منتھی
افسوسِ قدردان نہیں اہل نظر نہیں

بھری ہے جب سے مئی خوش گواثرِ یون
نہیں ہے دختِ رزگلفدا رشتے میں
ہمیں ججوش نے خوش گوارِ رشتے میں
نہ کس طرح سے مجھے اضطراب ہوئے
یہ رند باکی جس کہتے ہیں مئے گلگون
پڑا جو عکسِ رخ و زلف کا ترے ساتی
یہ کس کا نقشِ میرے دل سے مٹ نہیں سکتا
مجھے عجب ہے وہ ساتی عزیز کہنا ہے
یہ صاف دل نے کہا رازِ عشق کو ظاہر
صدائے قلیلِ مینا کو سن کے وہ بولے
نہیں سے وہ بیان مرے دل میں ضعیف کیا
اوڑا ہے دید سے جسکی قرارِ دل ساتی
مذاق ادا سکا مجھے دور کی سجاتا ہے
نہ بند کر اسے فصلِ بہار میں ساتی

ہے نورِ حسنِ صنم منتھی میرے دل میں
بھری ہے صحت پروردگارِ رشتے میں

روایف واو

عاشقِ شیدا کا اُسدِ دیدہ تر خشک ہو
جگمگائی اِجانِ جانِ سارا سمندِ خشک ہو
اس لئے روتا ہوں یادِ بارِ مین میں بدیم
نہا کسی صورت سے میرا دامن تر خشک ہو

یا آہی جلد تر دست کند رخ شک ہو
جان کیا رکھا ہے تو میرے برابر شک ہو
جل بچے نامہ مرا خونِ کوترخ شک ہو
خاک کا پیوند ہو پائے صنوبر شک ہو
جل تجھے آتش کدہ خونِ سند رخ شک ہو
تپ چھڑے گر طفل کو تو خونِ مادر شک ہو
جاؤں جنت میں تو آجِ حفص کو تر شک ہو
یا خداوندِ جہان دستِ شکر شک ہو
آفتابِ حشر سے کب یہ لبِ تر شک ہو
بھڑکے آتشِ رشک کی خونِ برادر شک ہو
صورتِ برگِ خزانِ دامانِ صرصر شک ہو
رشک سے چشمِ صدف میں آبِ گوہر شک ہو

منقہی جب دل پیچے اوس بتِ بیرحم کا

جگہ سے دشتِ جہان میں سخت پتھر شک ہو

ساقیادستِ گرم تیرا اگر آمادہ ہو
محسا بھی بارب نہ دنیا میں کچھ دلدادہ ہو
ہو گدازادہ کوئی اسمنِ ویا شہزادہ ہو
خانہ تار یک من روشن چرنجِ بادہ ہو
ڈھونڈ کر لاو اگر محبا کوئی دلدادہ ہو
رہبری کو عشق کی پیدائیا اک جادہ ہو
پاٹ دامان کا ہر اک میرے لئے سجادہ ہو
بچہ زما د ہو دو یا قلندر زادہ ہو
اسے خونِ گرہوش اپنی کام پر آمادہ ہو

ان حسینوں کو کمالِ حسن سے آگے کیا
خارِ صحر سے ہی کہیو تو اسے بادِ صبا
گر رقمِ اسمنِ کروں سوزِ فراقِ یار کو
پیش قدمی گر کر دو اسکی خرامِ ناز کو
کام لون میں اپنی آہِ آتش میں سے جگہ کو
پرورش میں ہے تماشا قدرتِ اللہ
میں وہ محرومِ ازل نشہ ہون سوزِ یار
توڑ کر گلچین نے گلِ بیل کو دیران کر دیا
جامِ می میں نے پہلے ساقیِ گلفام کا
یہ زمانہ وہ ہے گردِ دیکھے برا در کو خوشی
میری آہِ آتش میں کی آج اگر اسمنِ گے
اشکِ آنکھوں میں اگر پیدا کر دین قبول

جوشِ گل میں باغ کی ہر خھر بجا دہ ہو
زندگی سے سیر ہوئے موت کا آمادہ ہو
لقمہ تر ہو گیا اکدن دمانِ گور کا
اس دلِ محزون میں ہو دو نورِ ساقیِ جلوہ گر
دولتِ ایمان ہی دی حافرِ نقدِ جہان ہی یار
زخمِ گردِ پیر لگے تیغِ نگاہِ یارِ کلہا
طاعتِ پردہ نشین پر جگہ سڑی باندھوں گھر
کون ہوتا ہے پسندِ یارِ اسمنِ دیکھے
فصلِ گل اسی ہے تو پیرِ اسمن کی لے خبر

نفس عادل ہو مرادیکھوں گامین و محاسب
 مگر کے آرایش کروں شہرہ بت گم نام کا
 جو گبولہ دشت میں اوٹھے ہوئے تازے
 کیون پئے دنیا ہوا ہر دل کس لہو ہوئے بٹا
 ہر یقین فردعل مانند روئے سادہ ہو
 گلستان اسکو بناؤں جو زمین اُتقادہ ہو
 شامیانہ خاکساروں کے لیے اُتقادہ ہو
 صورت نقش قدم کیون خاک بر اُتقادہ ہو
 گر رمائے دو جہان سے چاہتا ہے شہتی

جا اسیکسیوئے مشکین سیدزادہ ہو

بہر زمان زسیت میں در ورنہ پھرانا مجھ کو
 عاشقی سے نہ کرو نکاح نہ کرو نکاح تو بہ
 مئی و معشوق کروں ترک بھار گل مز
 جب کبھی آتا ہے اس بحر لطافت کا خیال
 می و معشوق سے جسدِ نفس کہ تو بہ کی ہے
 آمد فضل باری ہے چمن میں شاید
 با وفا یار میں سجا کیا ہر اک بت کو
 با ہم پر قاسم جانان جو نظر آجائے
 با وفا یار میسر خیمین ہوتا ہر گز
 صورت آئینہ اسے یار ترے جلوئے
 گردش چشم وہ ترے ہے کہ تو بہ تو بہ
 دم پہ نبجائیگی یاد ای گی تفریر کے
 جانتے عشق کی ایسی ہی بلا ہے بد ہے

خبر وصل ہے عاشق کے لیے شادی مرگ

منہجی تو نہ سنا نا نہ سنا نا مجھ کو

نغان و آہ سے پیدا کیا درد جدا یکو
 مٹایا پائیں تو ہے سے تیرے آئنائے کو
 غضب میں جان کو ڈالا جا کر آتشنا یکو
 بچاؤں آپ کے عصمت کو اوٹھ مون پار کیا

نہ آیا بعدِ مردن بھی لحد پر فاتحہ پڑھو
نہ دل اپنا ہوا اپنا نہ اک بت پر ہوا قالو
کسی محفل میں جہدم ذکر شمع طور ہو جائے
فقیر بے نوا اسکے دردِ دل کا ہے بندہ
اثر پیدا کریگی آہِ اپنی یار کے دلین
کبھی ہے فکر دنیا کی کبھی عقبا کا دھڑکاؤ
گریبانِ ماتھے آتا ہے نہ صحرانِ بھیا ہوں
فلک وہ تفرقہ پردازِ عالم ہے دلا سربز
نشتِ دل میں ہر دم ہر گھڑی بین جانے لگے
تمنائے دل نے منتھی کہو یا منتی کو

ملا یا خاکِ مینِ دستِ ہوس نے میرا نیکو

مکن مجھے جو ہو بے ریا ہو ۴
جب قابلِ دید دلِ ربا ہو
بھجا ٹھین خط شوق کب سے
بے تابے دل اگر دکھاؤں
مرتا ہے زہر پہ اہل دنیا
مٹی کر دے جو آپ کو تو
آئی ہے فصلِ گلِ جہنم میں
کیسا مجھے در بدر بھرا یا
دکھلائے تونے یار کی شکل
لپٹو مجھے آکے ہجر کی شب

اے منتھی بزمِ یار کا حال

کیا جانے بعدِ میرے کیا ہو

سرخ نہ ہو بھلا کیا در گم نہ کہنا سب کی چراغ با ہو

غیر ممکن ہے ہوسن فحش کی دوائے ہو
 روبرو قاتل کے کرتے چاہ کا مذکور ہو
 بے کمال عشق سر بھوڑی چڑ ہے با دار پر
 ہے خوشی اپنی وہی جو کہ خوشی ہے اپنی
 فصل گل بن یکیشی کی گریں نیا صلا
 دور ہونا صبح ہمارے سانے سے دور ہو
 جائے کتبہ زیرِ زانو کو نغفور ہو
 منہ پہ کھنا ہے خوشا مدِ حضرت دل شو ہو
 دخل کیا فرما دہو مقہور کیا منصور ہو
 ہے وہی منظور جو کہ آپ کو منظور ہو
 گر جگہ دل میں تمہاری بار کے باقی نہیں

لب بلب ہو منتحی تو بھی نہایت دور ہو

جو بن بتِ سفاک کا ٹہل جا کر تو جانو
 دل سے ہوس وصل بخل جائے تو جانو
 شعلہ طیش عشق کا گو سر بہ فلک ہے
 مینا نہ سے ہمکش کہیں لکھی تو یقین ہو
 بھکا یا ہے دل کو مری الفت نے نہایت
 میری طیش عشق کی گرمی کے سبب
 مدت سے طبیعت مری مضطرب ہے بار
 فصل گل مل اپنی کہیں خیر سے گزرے
 کچھ رنگ زمانے کا بدل جائے تو جانو
 سر سے مرے سودی کا حل ہے تو جانو
 ساقی خم گردن یا ابل جائے تو جانو
 مینا رون کا دینا سے حل جائے تو جانو
 نا صبح تری باتوں سے بھل جائے تو جانو
 اکدن شمع طور بگھل جائے تو جانو
 واعظ ترے فقر و غنہ سے بھل جائے تو جانو
 واعظ ترے فقر و غنہ سے بھل جائے تو جانو

ولہ

بمیر ہو بگی کسی اور سے کہ ساز نہ ہو
 حسرتِ زینِ چین و محنت و اُمِ قتاد
 باتوں باتوں میں نہ آجائے کہیں مل اپور
 ایک مدت سو فلک پر ہے دماغ عاشق
 دوست جانی جو بنا ہے کہیں دشمن نہ بنے
 وہ بھی کیا دوست نہ جو ہمیں ذرا بکروفا
 اثر آہ نہ اوڑ جائے شبِ فرقت میں
 خشر کو خیر کی جانب گھٹنا نہ نہ ہو
 پوچھئے اوس سے جسے طاقت پروا نہ ہو
 بیٹھے بٹھلائے طبیعت کہیں نہ ساز نہ ہو
 ایسے پردی میں کہیں رہ بتِ طائر نہ ہو
 جو کہ دم ساز نہ بلبے وہی غار نہ ہو
 وہ وہی مستوق ہے حسین کوئی انداز نہ ہو
 حرفِ مطلب کا آملی قلم انداز نہ ہو

مال کچھ نہ حقیقت کو ذرا اہل مجاز
بے اثر نالہ ہی ہو دے نوکرے کیا عاشق
قایل بحر کبھی مایل اعجاز نہ ہو
سوٹ ہو صید کی گرفت پر وار نہ ہو

منہی تیر وہ مارون نہ ملے جگتا
وہ کروں نالہ کہ حسین کبھی آواز نہ ہو

آبِ روان ہو باغ ہو جامِ شراب ہو
ساتی ہو بزمِ یار ہو جامِ شراب ہو
دریا چھڑے اس اٹک مسلسل کا جگر
سایہ فگن ہو دامنِ محبوب اس گھڑی
دیکھے نہ دل کسی کا جانِ خرابین
اٹھے غبار اس دلِ مضطر کا جس گھڑی
شوقِ ولی مجھے ومان بجائے گا ضرور
دنیا بے نبات کا افسانہ گر کمون
دستِ طمع کو توڑ کے مقصد کو حصول
نعرہ کر دینِ جنِ دل سے نیتان جس گھڑی
ہوتا تو ہے بتوں کا طلبگار تو دلا

کو نہیں کا فراتجھے حاصل ہو منہی

ہر نیک دہ سے نکلو اگر اجنباب ہو

جل بسا سوئے ضم پہ دلا شیدا دیکھو
بھر بہا آئی ہے بھر ہوتا ہے سو دیکھو
زلف ہے رنکے قرہی اور تاشا دیکھو
کڑبٹ اٹک نے پیدا نہ کیا حسنِ قبول
اٹک باری سے شاد و دلِ مضطر کا غبار
لقمہ نعمتِ دنیا تھا میسر جس کو
بھر گیا مجمع سے مرے گود کا پالا دیکھو
دل کھنچا جاتا ہے بھر جانبِ صحر دیکھو
پاؤں کالے کچے دہرا شیر کا پالا دیکھو
موتیوں کا نہ لگا انگ لہلا دیکھو
خفقان ہو دے تو موجِ لبِ دریا دیکھو
ہو گیا گور کا آخر وہ نوالا دیکھو

دل کو دیکھو مرے اور سو مولا اسکا دیکھو
دور سے منزلِ سہتی کا تماشا دیکھو
حال کو میرے ذرا خضر و سیاہ دیکھو
مجلو دیکھو مرے اس دل کا تقاضا دیکھو
لوگ کہتے ہیں مجھے عاقل و دانا دیکھو
اسکو دیکھو نہ کوئی دشتِ جنون را دیکھو
کس محک پر ہے مرا عرش کا تارا دیکھو
جا کے حقیقتِ حباب لبِ دریا دیکھو

چور محمد کی دکھا کر وہ لگے یوں کہنے

منتہی آدھارا پیر بیضا دیکھو

مٹ گیا آپ وہ جس نے کہ مٹایا مجھ کو
تیرہ بختی کی سیاہی نے دیا یا مجھ کو
عالمِ غیب کا نقشہ نظر آیا مجھ کو
نہ کبھی ابلقِ اہام نے پایا مجھ کو
ڈر گیا آپ وہ جس نے کہ ڈرایا مجھ کو
حطرت دیکھا او دہر تو نظر آیا مجھ کو
لفس امارہ نے کیا کیا نہ ستایا مجھ کو
قدرتِ حق کا تماشا نظر آیا مجھ کو
رات بھر طالعِ خفہ نے جگایا مجھ کو
نہ کسی نے کبھی اس نیم بن پایا مجھ کو
عیونِ آبِ بقا نہ ہر پلایا مجھ کو
اپنا افسانہ غم جس نے سنایا مجھ کو
گاہ بھلا یا مجھے گاہ اٹھایا مجھ کو

بارِ آفت کے اٹھانے پہ مولا جاتا ہر
آئے ہو تم تو طلسماتِ جان کے اندر
لب پہ مرنے ہوں کبھی سببِ خطر گاہے
وہ دم دیتا ہے ترغیبِ خیالِ جانان
مے آفت سے جو اس یار کے توبہ کی ہر
پوچھتے کیا ہو مرے وحشتِ لکی وعت
جلوہِ داغِ دلی ہے مرا کس زور وں پہ
وقفہ زینت کھلے چشمِ حقیقتِ بین سے

اوڑ گیا خاکِ جس نے کہ اوڑایا مجھ کو
شب جو وہ گیسوئے شبگون نظر آیا مجھ کو
لے جب موئے کراپنا دکھایا مجھ کو
گردنِ چشمِ صنم کا جور و آوارہ
مار گیسو مجھے دکھلا کے وہ طفاک جھوٹا
ہوشِ جسدن سے ہوا چشمِ حقیقتِ بین کا
عیشِ عشرت کی ہوشِ سیت میں کیا کیا نہ
حسِ نیرنگ ترارنگ جو لایا مجھ کو
شام سے تا بہ سحر منتظر لایا مجھ کو
نہ کوئی میری طبیعت سے خبردار ہوا
نام کے بدلے مجھے عشق نے بدنام کیا
اوڑ گئی نید نہ بھرتا بہ سحر آئینہ لگی
بیتاری نے شبِ ہجر دلِ مضطر کی

روح کو میری ملا جسم گلی و ابر نصیب
جستہ نے تری اسے شعلہ حُسنِ خوبی
خاک میں صنایعِ قدرت نے ملایا مجکو
در بدر صورتِ خورشید پھرایا مجکو

دیکھ کر یارِ زمانے کے جلن کو ٹولا

منہجی سانہ کوئی پھر نظر آیا مجکو

عشقِ تباہ سے حضرتِ دلِ ناصبور ہو
جسمِ بہارِ گل کا جہان میں ظہور ہو
عاشق نہ ہو جیسے بت ہر جاہلی کے کبھی
سایہ فگن ہو سیرِ ہمارے وہ آفتاب
آہِ شہرِ نشان کو نہ پہچھے مرے کبھی
غیرِ دل کے مانسے وہ حینِ جامِ می پیئے
کیون بارِ عشقِ یار اٹھاتے ہو تم دلا
جسوتِ یار سے میں ہوا طالبِ وفا
شرم و حیا کجا و کجا عشق و عاشقی
ہوں رند مجکو ناسخِ منسوخ ایک ہو
اظہارِ عشق کرتے ہو قاتل سے کیون دلا
اسکے لیے بے عشرتِ نریم وصالِ یار

ہے منہجی دعامری خالق سے پیشِ حشر

ہو باس یارِ جامِ شہرِ اب ظہور ہو

دنیا میں یہی چور بنا تا ہے جس کو
دل دیتا ہوں میں قامتِ دلدار کو اپنا
جیسا کہ یہ دلِ دامِ محبت میں نہا ہو
نیکے میں خط و خیالِ لبرِ یار کے نزدیک
دوڑاتی ہے یہ روحِ مری جسم کو سہو
آئندہ کرے قطعِ کھین دستِ ہوس کو
لٹکا تا ہو بینِ غفلِ محبت میں نفس کو
کم دیکھتا ہوں مریخِ گرفتارِ نفس کو
آئندہ نے دیا شہد و شکرِ مور و گس کو
اسوارِ اوڑا تا ہے زمانے میں نفس کو

خیا ط ازل سے نہ سکا چاکِ قفس کو
اس پیری کے آنے ہی سرسبز گوشت کو
تو رو نگا نہ جب تک کہ میں اس تارِ قفس کو
ٹلجاؤنگا ابکی کہیں دو چار برس کو
ایدستِ جنون مانسا ہوں میں ترس کو
گھڑا رسے بہتر کہیں بھون میں قفس کو
اس دشت میں دورا نہ طبیعت کے درس کو

دل دیتا ہے اُس طفل پر زار کو نادان
کیون منتھی شعلے سے بھڑاتا ہوں خوش کو

دی ہے شمشیر پر ہنہ مردم بھوار کو
سبری آنکھوں نے گرایا ثبات و ستار کو
طے کر دن گا ایک دم میں منزلِ دشوار کو
اپنی آنکھوں پر سے وارون ہو تو بکھار کو
دوست تر رکھتا ہے انسان طفلِ زوردار کو
سمجھ کو مانے کوئی بوجی کوئی زنا ر کو
پھینکد و لگا کھود کر گھزار کی دیوار کو
پانی پانی کر دیا ہے ابرو دیا مار کو
میج بحرِ حسن کسوں یار کی زلفا ر کو
دل لگا کر خوشی نہا ہے وہ اس اخبار کو
یوں بغل میں پاتا ہوں مرغِ آنسو ابد کو

دل میں جا دیتے ہو عشق کیسوی پریم کو
منتھی کیون پالنے ہو استیج مار کو

عشق بازی وہ کرے جسکی قضا آتی ہو

نرخِ دل شیدا ہوا اچھا نہ سیما
رہتے تھے ہم آغوشِ جوانیمیں تھونے
کب پیچ سے اس سستہ الفت کے چھوٹکا
بیاری الفت سے جو میں بگلیا ناسح
دامن کا نشان ہے نہ گریبان کا پتا ہے
صبا جو دیکھے مجھے الفت کی نظر سے
اے دل کبھی کہنے کا نہیں رازِ محبت

برق کا رتبہ ملا ہے مست چشمِ یار کو
یا دزدانِ مین دلا اشکِ روانِ رخسار کو
نا صحا اپنا سمندرِ عمر کھتا ہے یہی
یہ مسلسل اشک گرید اگر دُحسین قبول
اشک پر تاثیر کو کیونکر نہ رکھوں میں عزیز
حلقہ طاعت کا اُس محبوب کے دیوانہ ہون
پھاڑ ہی ڈالو نگا میں اگر نہ نقابِ رویا
تار باندھا ہے مرے اشکِ روانِ جگر کی
بیل بیل کا محبت ہے مرے طبعِ روان
مرگِ عاشق سے نہایت نسا دہوتا ہے وہ شوخ
سفرِ عشقِ فرقت سے تشکین و گود پتا ہوں ام

نامِ جاہلیت کا وہ لے جو کوئی سودا ہی ہو

خس دل مانگتے ہو ہم سے بغیر از وصلت
صاف بن صورتِ آئینہ عزیز دل ہو
مفت تبین جو کہیں مہنسے بڑی پائی ہو
عاشق کیسے اگر دعوہ دانائی ہو

گاہ بیگاہ فغان کرتے ہو کہتا ہو و شخ

منہی ایسا نہ ہو سے مری روتی ہو

ہنگہ یار کا اس دل میں اثر ہو کہ نہ ہو
شیخ جی نرم میں رندوں کو بُرا کہتے ہو
قبل اس کے میں پر بوئے وفا آؤ نہ آؤ
پر لگا دیگا مرثوق دلی ادا صحیح ۴
۳ دل داغ جگر ہو کہ نہ ہو عاشق بین
ہے فروغِ رخ روشن سے مرا دل روشن
مردِ غم نظم سخن ملک جواہر ہے ہر اک
فتنہ کی جاہلی ضرورت ہر بتوں کے دلیں
آہ سے عاشق جاہلہ کی امشبہ نہیں
رات دن نالہ جانکاہ کیا کرتا ہوں
اہل دنیا پئے دنیا لئے دنی جاؤ نہ جاؤ
رکھتا ہوں کو چہ قاتل میں قدم بڑھو
جانتے ہوں جگر و دل نہ اگر رتبہ عشق
شعر میں دستِ خاشی کی صفت لکھتا ہوں
راہ باریک ہے اس درجہ ترے کوچکی

منہی یار کے بیمار کا یہ عالم ہے

شب کو یا نہ کئے اور سحر ہو کہ نہ ہو

آہ کی طاقت دکھاؤں آسمانِ پیر کو
آزماؤں ایک دن اپنے ہوائی تیر کو

آفرین صد آفرین بے نہایت تقدیر کو
توڑتا ہوں سنگِ خار سے مگر تقدیر کو
آفرین صد آفرین کہنا دے تقدیر کو
کون سمجھے گا ہمارے خواب کی تعبیر کو
میں دکھاؤ لگا تھا مرے ہاں دے تصور کو
مرتبے کیا کیا دے میں اس گلی تصور کو
چاہئے قبضے میں رکھنا اس گلی فہم کو
روکتا ہے کون دنیا میں فضا کے تیر کو
کون پہنچے گا زمانے میں مری تو تیر کو
حضرت آدم نے پہنچوایا مری جاگیر کو
کیسی کیسی سو سازی کی مری تشر کو

منتہی انسان بے جوہر کو کیا بوجھے کوئی
کیا کرے لیکر کوئی بے باغ کی تشر کو

بھولے سے بھی بھولے نہ کہیں ملک عدم کو
خیمہ مرا غلابے میں جاتا ہوں عدم کو
منتہی پھیر کے دیکھا نہ کہیں جاہ و خیم کو
ارباب ہم دیکھ لینا اصحابِ کرم کو
ساقی تو مئے ناب ہے بھر سا غرِ حسم کو
میں ڈھونڈتا ہی رہ گیا اہمابِ کرم کو
دکھلائی گئے محشر میں اگر دیدہ غم کو
زلفِ شب و بھر کرین زلفِ علم کو
سیج جانتا ہوں یا رتر سے قول و قسم کو
منتہی ہوا وہ دانغ ہوتا ہوں دم کو

دغمن عاشق بنایا اُس مُبت بے پر کو
پیار کر تا ہوں میں دل سے اُس تجھے پر کو
رام نفرون سے کیا اُس کا فریہ پر کو
دور سے دیکھا ہے شب کو خواب میں ظلم
نامہ اعمال دکھائے گا ہر اک حشر میں
صانع قدرت کی قدر کا تماشا دیکھئے
زخم کا تیغ زبان کے بس ہے شکل اندام
بیخ نہیں سکتا لگا ہاں کا مارا ہوا
خاکساریے درجہ ان کے ہو نہیں سرفراز
خلد سے جھکو ٹٹکوا کر کیا خانہ خراب
پہلے کیا کیا کی لگا وٹ بھانسنے کو دل

ہستی کے حادث نے دے تیغ جو سمجھو
دل دوڑ رہا ہے کمر یار کی جانب
جب عارضی اسبابِ تعلق نظر آیا
رند و لکھو نظر آئے تیغِ پیرِ خرابات
تا عالمِ نیزنگ کا نقشہ نظر آئے
کیا وامق و منصور ہوئے ملے سرافراز
وہو جائیگا یہ دفترِ اعمالِ حمارا
دنیا کے حوضِ دین کو دینِ شاہِ زمانا
دنیا کی ہوس کتنی ہو مضطر مجھے ورنہ
بات آیا ہے جد سے مرے ملکِ فناء

کو نین کے احوال سے آگاہ ہے بندہ
میں خوب سمجھتا ہوں حدوت اور قہر کو
جب دن سے ہوا صبر و توکل کا سہارا
کشتکول گدا جانتا ہوں سا غریب کو

منہ پھر نہ تازیت کبھی عشق تباہ
میں جانتا ہوں منتھی پیار تو سرِ عدم کو

قلیل مینا ہو بہرِ م یار ہو
نرم مزہ بلبل کا ہو گلزار ہو
بانج ہو دے مجھ اک مینا ہو
دور سا غر ہو بفل مین یا ہو
قوم کا تدا ف یا عطار ہو
ہے بڑا اشرف گرزدار ہو
بھر رہے پردہ دوی کا گیال
گر مئی وحدت سے تو سرشار ہو
دیکھیں کس گک چہ زنا چن
چٹ کیا فراد کو منصور کو
تنگ چشمی یار کی دیکھو اگر
جو ہر ہمت دکھانا اُسکڑی
مردِ مفلس عشق بازی کی ہے
اُسکے لہجہ میں خرابی کے دلا
موتے پھرتے ہو حسینوں پر شب
عشق بازوں میں اُسے کو ہر فراغ

بجائے کر جیب دگر بیان آجکل

منتھی بیٹھے ہوئے بے کار ہو

پھونگ دی گواش گل خانہ صیا د کو
سیرِ سخن ہو مبارک بلبلِ ناستار کو
کس نے آرائش سکھائے اُس شہم ایجا د کو
دہر میں کس نے جایا ظلم کی ہشیار کو
صاف آئینہ بنا جو بنے تیغین بنین
صانعِ قدرت نے کیا جو ہر دے نولا د کو
کون بھور ازل کو فنا و وصلت ہو کر
روشنی دے کو ن ما بنیا لے مادر زاد کو

کون بکیں کی زمانی بن سنے فریاد کو
خوب دیکھا ہمنے تر سے عالم ایجاد کو
بیٹھ راحت سے جان میں مار کر جلا د کو
ہو مبارک فردہ خوابِ عدم فرما د کو
نغمہ زن ہے باغ میں بیلِ مبارکباد کو
کر دیا نظروں سے غائب گلشنِ ستاد کو
اسلئے تکلیف میں دیتا نہیں اُساد کو
ڈھونڈتے ہیں یاد میری اسلئے فساد کو
جھوٹا چھانے ندینا باغ میں صیاد کو
آفرین صد آفرین کھئے ترے اُساد کو

جام می ہو یا رہو پھلو میں فرشتہ خاک ہو

اور پھر کیا چاہئے اس منتھی آزاد کو

دیکھنا ہے چلکے اکدن جو ہر فولاد کو
ڈھونڈنا بھرتا ہوں ہر دم آپ میں صیاد کو
دی شہادتِ جان شیریں کے عبوس فرما د کو
بار ہووے اپنا طرہ قاصدِ شمشاد کو
ہمت عالی پہنچ جلدی مری امداد کو
صورتِ خاشاک پھونکے کورہِ حداد کو
فصد کی حاجت ہووے ہے اندنوں فساد کو
کر دیا آزاد تو نے بندہ آزاد کو
خیمہ اڑنگ بھولے مانے و ہزاراد کو
پھنیک دو لگا کھو دکر میں ظلم کی بنیاد کو
دیکھنے ہرگز ندی سیرا رم نشاد کو

پر غلط ہیں شاہ اہل کار ہیں غافل تمام
خوب دیکھی کار سازی تیری اسی نگرسانہ
نفسِ امارہ کو اپنے قتل کتنا چین ہو
پھلو سے خسرو میں شیریں کو نہایت چین ہے
خسرو گل آئے ہیں بادِ بھاری پر سوار
ہو گئی پنجان بہار حسن اُس مفرد کی
ہمت عالی خدا نے جگو بخشی ہے کمال
کیا چین میں پھر ہوا بادِ بھاری کا گذر
نغمہ بیل اگر سننا ہے جگو باغبان
نخلِ نبدِ باغِ عالم صانعِ روزِ ازل

از مانا ہے مجھے کا رستم ایجاد کو
صید وہ ہوں صید گاہِ عالم ایجاد میں
بے اٹھائے پنج کب ہوتا ہو کوئی سرفراز
زیب قد دیکھے جو گیسو اُس بہت پر سج کا
کارزارِ جنگِ حسن و عشق بہانِ و پیش ہے
دائعِ آتشِ خروہ دل میں ہو میر و عشق کا
پنختہ مغزِ ان جنون کے خون لینے کی ہو فکر
قتل کر کے عاشقِ دیوانہ بیجرم کو
سبزہ خط دیکھیں گرنیزنگِ حسنِ یار کا
دور ہے گردون کا میں دل سے ہوا جو
عشق نے کیا کیا قارون کو پیوند میں

فصل گل آئی ہو گلشن میں لے جاؤ شراب
 زندہ می آشام کو ناحق یہ کہتا ہے برّا
 اوڑ گئے مریخ چن سب گل کن را کر گئے
 دل نہیں قابو میں اس سفاک کا چنے کیا
 ڈھونڈتو رہن زندگی آشام سب زنا د کو
 اندون مستی چڑھی ہے کس قدر زنا د کو
 جان کے لالے پڑے ہے اندون صیا د کو
 سر کیا ہے آج ہنسنے قلعہ نولاد کو
 کس لئے کوئے توکل سے آٹھنا ہو قدم

منہی کیوں بھونتا ہے تو خدا کی یاد کو

زہرا پانی جگر لہو ہو
 پوری مری دل کی آرزو ہو
 گریبان وہ مثال آج ہو
 شجائے غرور حسن تیرا
 موسم بن گل کی آرزو ہو
 کیوں فریغ سحر سحر کو بولا
 نالہ کروں گر میں کھو کر دل
 بھر کر دیا جاؤ می چین میں
 دشمن ہے یا رانا موافق
 دے پیر مغان جو مکی ساغر
 مانند چھ درہ شب و روز
 ہم نرگسی چشم کے ہون بیاں
 تو شاہو میں گدا ہوں پیاں
 صد چاک سے اپنا جامہ تن
 بدکتا ہے میکشون کو اشع
 تو ہکو پریسے ہے زایدہ
 گرد سب خانی اسکے دیکھے
 رستم گر اپنے روبرو ہو
 اس منزل دل میں یاد ہو
 جس دل کو نہ تیری جیو ہو
 آئینہ کبھی جو روبرو ہو
 ہم زند ہوں بیعت سب ہو
 ہو کند چھری ترا گلو ہو
 گلزار برنگ دشت ہو ہو
 ساقی دنیا ہوا اور تو ہو
 کیا ہی حسین خود ہو
 زندون میں ہمارے آبرو ہو
 دلو میرے تیری جستجو ہو
 دشمن کیا ہی زرد رو ہو
 کیونکر رے ترے گفتگو ہو
 کس جابجیہ کہاں رخو ہو
 بر باد نہ تیری آبرو ہو
 مشفق ہے وہ جو نیکی ہو
 حسرت سے دل عدد ہو ہو

لے منتھی ابرو چمن ہو

مشتوق ہوا اور آج ہو

پہچین گے لعلِ بخشان نہ تری لعلوں کو
روندنا خوب نہیں جانے پاؤں کو
صدائے درد جدائے جو کچھ ہیں وقف
کرم و جود سے جو دل کے ہے ملو نعم
کو چہ قاتلِ عالم سے صدا آتی ہے
عشق کا بار نہ بندے سے کہی اٹھے گا
لسیں ہے آج مری آہ کا تیر بیدار
بارگینوں میں رنج پر ترے لہراتے ہیں
عشق آن گیسوؤں کا رکھتا ہو دلیں ملحق
وا غلوں سے نہیں ملتا نہیں ہے کسی
جگر و دل کو مرے کس نے ہلا مایا رب
جو کہ خود رفتہ می عشق سے رہتے ہیں ملزم
سنبھل کر دیش گردوں میں ہو تا بہ اب
رنشک سے ہو دین ستار و صفتِ خیر مل
مارگینوں ہٹا تو مٹخ زیا سے کبھی
بھر عبت در پہے دینائے دنی ہوتا ہو
لے ہوا

عشق انسان ہو یا بلا ہے یہ
قتلِ عشاق پر نہ باندہ کمر
مری آہ و فغان کو سنکے کہا
نیک و بد جو کہ آپ کہتے ہیں
میں سمجھتا نہیں کہ کیا ہے یہ
کام اچھا نہیں برّا ہے یہ
درد و فراق کا مبتلا ہے یہ
نہیں بجا بہت بجا ہے یہ

آئینہ سے سوا صفا ہے یہ
بخدا قید سے ہوا ہے یہ
صفتِ سنگِ آسیا ہے یہ
ابنے اللہ سے دعا ہے یہ
منتہی تیری انتہا ہے یہ

ولہ

اپنا گرد و ہوس ہو پاک ہے دل
آدمی زاد ہے جو وارفتہ
گردش دہر درپے دانا
بے خطا اس جہانِ سوادِ ہوا
تیز خنجر اوٹھا کے کہتے ہیں

طفل ہے یار بے خطا ہے یہ
عشق باز و نکاحون بہا ہے یہ
آئینہ سے کہیں صفا ہے یہ
کس کی اُتر ہی ہوئی قبا ہے یہ
طر تر بار بار ہے یہ
مرضِ عشق کی دوا ہے یہ
یار کے در کا اک گدا ہے یہ
زیست سے اپنی کیوں ضاہ ہے یہ
دیکھ ظالم بہت برا ہے یہ
یاد رکھ تیرے صدا ہے یہ
ہم فقیر و ن کی اک طاہ ہے یہ
کس کی باندہی ہوئی ہوا ہے یہ
کسی بلبل کا دل جلا ہے یہ
جہنِ عشق کی صبا ہے یہ
اے صنم غیب کی صدا ہے یہ
مرضِ عشق کے شفا ہے یہ
عشق کا خاص ہدا ہے یہ

دل نہیں قابلِ جفا ہے یہ
خون بہا کر وہ میرا کیتھ میں
ما تھ میں نیکی دیکھ تو دل کو
جامہ گل جو ٹکڑے ٹکڑے ہے
سیرے رونے پہ غم نہیں ہے ہن
آبِ شمشیر کل دکھا کے کہا
فیصرِ روم کا نہ پوچھو حال
عشق بازی کو میری نگو کہا
قتلِ عشاق بے گناہ نہ کر
نالہ دل میں گو نہیں آواز
کر بھلا ہو یگا بھلا یتر ا
آمد و شد کے دم کو کیا کہتے
گلِ پژمرده دیکھ کر بولا
دل جو بھرتا ہے تیرا ٹھنڈی سا
نالہ دل کو میرے کم نہ سمجھ
رکھ کے خنجر گلی پہ کہتا ہے
اشتیاقِ صنم میں تر پانا

جب سے بنت الغب سے صحبت ہے
رند کئے ہیں پار سا ہے
نہل جان کر مجھے اپنا
بولان قابل جفا ہے یہ
ٹنڈی آہیں مریں تو کہا
دیکھ لو دامن صبا ہے یہ
جسکو کئے ہیں در و فرقت پار
میرادت کا آستانہ ہے یہ
۔۔۔ زچھنے نہیں مرے دل میں
صورت آئینہ صفا ہے یہ
بحر ہستی میں شکل موج و صبا
آدمی زاد کی بقا ہے یہ
نمکین حسن زخم دل پہ مرے
ہے نمک پاش کیا فرا ہے یہ

مفتھی دغیت زر پہ مرتا ہے

بزم رندان میں پار سا ہے یہ

سودا ہے زلف یار کا یون اپنے سر کے ساتھ
وانع جگر ہے جیسے ازل سے قمر کے ساتھ
پنچان ہوا نظر سے وہ نورِ نجر کے ساتھ
اندھیر چھا گیا بیان نورِ سحر کے ساتھ
حرص و ہوا جو منزلِ دل میں مقیم ہے
سو آفتین لگے ہوئے ہیں ایک سر کے ساتھ
جائیکا صمد مرے چلو سے ماہ و ش
میرا چراغ زینت بھیگا سحر کے ساتھ
ہوش و حواس اوڑتے ہیں پیری کے ساتھ
ہمسائہ بار ہونا ہے ہمایکا ضرور
رہنی دگی پیری دگی جگر کے ساتھ
موتے سفید دیکھتے ہی دم نکل گیا
انفوس چھوٹتے ہیں مرے عمر بھر کے ساتھ
وہ بات کیجئے جو پذیرا ہو یار کو
کیسے اوڑے حواس مرے اس خبر کے ساتھ
کہتا ہے شوقِ دل مرا مجھے یہ بار بار
وہ آہ کیجئے کہ جو نکلے اثر کے ساتھ
ہر دافع عشق یون دلِ جانبار کو غریزہ
یخ و سپر ہو جیسے پاہی کے سر کے ساتھ
پیشک نہ میگا رکبیں پاس شیخ کے
اہل ہنر رہے نہ کبھی بے ہنر کے ساتھ

ولہ

دیکھ کر رکھا جو محکوا سنے منہ پر آئینہ
ہو گیا حق میں مرے سدا سکندر آئینہ
میرے کئے سے ہوا اک مجھ سے دلبر آئینہ
ہو گیا اصلاح سے کس طرح پتھر آئینہ

دیکھتا ہے منہ کو سو سو بار لیکر آئینہ
 حال میرا اسپکرتا یوں کہ تو تر آئینہ
 ہر کس و ناکس کے منہ چڑھتا ہو ذبحر آئینہ
 سخت حیران ہوں چھا کیوں منہ دکھا کر آئینہ
 ورنہ وہ قیمت کہاں جب ہو مکدر آئینہ
 ہو گیا بیساختہ پھولوں کی جادرا آئینہ
 کیا غضب ڈایا بنا کر اوسکندر آئینہ
 میرے گھر سے رہتا ہے باہر ہی باہر آئینہ
 روشنی جاتی رہی لایا جو ہر آئینہ
 توڑ ہی ڈالوں گا میں اکدن لگا کر آئینہ
 کیا ہی پچھتا ہوں اس بد خو کو دیکر آئینہ
 ہاتھ سے چھتا نہیں اس کے دم بہر آئینہ
 ایک جا رہا نہیں رہتا ہو گھر گھر آئینہ

غرض حاجت کی نہیں کچھ اس سے ہرگز منتھی
 حال دل روشن ہو میرا یہ ہر آئینہ

فصلوار کی سوا ہو آجکل دیوانہ یہ
 بدقون سے ہو چراغ طور کا پروانہ یہ
 وہ تری جاگر ہے پیارے مرا پروانہ یہ
 عادت رہا وہ ہے فصلتِ زندانہ یہ
 وہ مئے پر شور اسکے واسطے پیمانہ یہ
 ناصحا اس کشت کی خاطر تو زیبا دانہ یہ
 ہو گمراہ جان میں سبزہ بیگانہ یہ
 بدقون سے سا قیا آباد ہے نہ جانہ یہ

ایک بوسہ جو دیا تھا عارض گل رنگ کا
 پھٹ پھرانا لوٹتا دم توڑتا بے اختیار
 سادہ لوحی اسکی کچھ دکھ پسند آتی نہیں
 روبرو ہوتی ہے میرے ڈال لئے منہ پر لٹاف
 ہو عزیز دل صفا سے ظاہر و باطن دلا
 عکس انگن جب ہوا اُس میں رخ رنگین بار
 ہو گئے ایک بار خود سر دیکھ کر ظالم حسین
 جلوہ حسن ضم آتا نہیں دل میں مرے
 کھو دیا اسکا فروغ حسن خط و حال نے
 مانع نظارہ ہوتا ہو یہ اکثر سنگدل
 دل لگا کر بے مروت یا ر سے جھلت ہوئی
 شیفقتہ شاید ہو اپنے شوخ اپنے حسن کا
 کون سے دل میں نہیں جلوہ تمہارے حسن کا

کہتا ہو میرے پیارم وصل پر جانانہ یہ
 برسوں پہلے دل ہو شید انور حسن باریکا
 حسن کی دولت ملی تجھ کو مجھے فروغ عمل
 انگو بخش کا بھر دے انگو طاعت کا گھنڈ
 ساقی بدست کی الفت کو دل بھی چاہیے
 خالِ روئے یار کی دل میں جگہ ہو و غم
 بود و باش آدم خاکی بیان میں کیا کروں
 دور دور جام مینا کب ہو کر اس دہر میں

عاشق مجلس کے گھڑا ہے بازِ سبہر
اس سجا کے رنجِ روشنی کا دل شیدا ہوا
لے دل صد چاک کو میری جو ہو وہی کچھ شعور
میں کمانِ سچ ہو کمانِ ملک دکن کی سیر
ہو گیا زاہد فروغِ اہل دنیا کا مرید
تینِ الفت سے نہ منہ کو موڑنا اونٹنی

کہتے ہیں ہم سے ہمارے ہمتِ مردانہ

گرزیت میں تقدیر نہ دکھلائے مدینہ
ہو سا غرجم لائے حمرائے مدینہ
ہو جائیگا اکروز وہی شمعِ ہستی
یارِ مری مٹی کہیں لگ جائے شکانے
بو پائیگا وہ سبیلِ فردوسِ برین کی

ولہ

پاؤں پر روزِ ازل آسنے کہا کیا کچھ
حورِ دی خلد یا قصرِ دیا رہنے کو
سالہا سالِ بارِ چمنِ عالم نے
گہ خزانِ آبی گلستانِ میں کبھی بادِ بار
تہمتِ جرم و خطا حرصِ ہوا غفلتِ ل
آسمانِ معرِ فلکِ روئی زمینِ عرشِ بین
بابِ فردوسِ و درِ روضۂ رضوانِ زاہد
نزع کے وقت میں پوچھوں گا کسی منہ سے
وقتِ دل جانے کے ہرگز نہ خبردار کیا
نشدتِ بچہ و المِ صدمہ دل سوزِ جگر

بر خلاف اسکے بیان تو نے کیا کیا کچھ
مجھ گنہگار کو خالق نے دیا کیا کچھ
رنگِ دکھلا بہن ہکو بخدا کیا کیا کچھ
سامنے آنکھوں کے بندے کے ہوا کیا کیا کچھ
ہمنے بازار سے ہستی کے لیا کیا کیا کچھ
پیشتر اس سے چلائے ہوا کیا کیا کچھ
بندانِ آنکھوں کے ہوتے ہی کھلا کیا کیا کچھ
ساتھ کیا اپنے لیا اور دیا کیا کیا کچھ
اب سمجھاتی ہو مجھے فکرِ رسا کیا کیا کچھ
فرقتِ یار میں مجھ پر نہ ہوا کیا کیا کچھ

دیر کو پوچھا حرم کو کسے گا ہے مجھ سے
خود میں محفول کہ یہاں پہنے کیا کیا کچھ
کس کو معلوم ہے شیشے نے کہا کیا کیا کچھ
ہم کو بھی عشق کی دولت سے ملا کیا کیا کچھ

منہ قی زور بدن فوت دل چالا کی
اک آنے سے ضعیفی کے گیا کیا کیا کچھ

نالہ جب بے درد ہو وقت سحر کیا فائدہ
کھینچنا فرقت میں آہ بے اثر کیا فائدہ
جب بہارِ گلشنِ عالم میں ہو وی تارگی
منہ دل پہانے اگر بے بال پر کیا فائدہ
سائے زلف پر بروش تھے بینِ باطن میں دور
ظاہر اہن لوگ دیوانے اگر کیا فائدہ
سیری گردش کے مقابل کس طرح ہو ان شک
روز و شب بھرتے ہیں یہ شمس و قمر کیا فائدہ
جان جائے عشق جانان میں تو کچھ نقصان
شوق دنیا میں اگر تر پے جگر کیا فائدہ
عشق جسکے ساتھ ہو مروت اسکو خوب ہے
نیک جب صحبت نہو کرنا سفر کیا فائدہ
نہزم عالم میں بہت ہوشیار رہنا میکشو
بادۂ غفلت سے رہنا بے خبر کیا فائدہ

دل لگا اہل وفا سے تاکہ کسی نقصان نہو
بیوفا کی دوستی سے احوال کیا فائدہ

رہ دلف یارے

تبتِ عفاک دکھا دو تو شجاعت اپنی
کبھی قاصر نہیں ہو نیکی یہ بہت اپنی
یاد بھجوتے جیسے ہو گیا عیارِ اموس
اسمن دم مار نیکی جانیں شہمت اپنی
سامنا رہتا ہے ہر وقت شب و قریب
شکل دکھلاتی ہے ہر روز قیامت اپنی
دل و جان نہ کہو تیار ہیں ہوجاتا ہوں
اک زمانے سے نرالے ہے نجات اپنی
عشق بازی کی ہی قد چہ نہیں
مفت بہر باد ہوئی جاتی ہے دولت اپنی
خار صہر کے دکھائی ہے گلشن کی جاہ
دیکھئے لیکے کدہر جاتی ہے دشت اپنی
صحتِ غیر کا اتوار کہ وہ کیو نہر
کوئی انسان بھی بیان کرنا عزت اپنی

جا دم آخر زمانہ نامہ کیا فائدہ

نیک ہے ظلمت کی جواب یار کو

چاہے گر تجھ کو صنم زبیت سے ہزار ہوئی
 جسکو جی چاہا اُسے چاہا دل اپنا
 اوست اللہ سے فرما دکر ننگے اکدن
 بسکا ہی جانا ہے دل فصل ہزار آئی ہو
 نالہ ناز زبیت ملک سیر رہیگا اپنا
 خطا کے آنے پہ سنو گے مرا حرف مطلب
 ان حسنین کی محبت کا نہ باور کرنا
 ہو گئی دشمن جان اپنی مروت اپنی
 اسمین کیا خوف کسیکا یہ خنایت اپنی
 دور بھیگی مریجان شکایت اپنی
 نکلی ہی جاتی ہوا تو نے طبعیت اپنی
 منہ نہ بستی کا کبھی دیکھی گی ہمت اپنی
 آپ کھل جائیگی صاحب پہ حقیقت اپنی
 ہر اک پیر و جوان کو یہ نصیحت اپنی

کس کو منظور مدد ای تب ہجر نہیں
 منہی کون نہیں چاہتا صحبت اپنی

عاشق کی باتوں کو صاحب فقہر اچھے یاد ہم
 صادق کو تم فاسق سمجھو اکثر کو صاحب ہم سمجھو
 گردش میں ہو گردون دیکھ جانا عاشق ہوش بہ کا
 جسد کہ مسلح کو دیکھا جانا ہے گدہ گاہ عاشق
 عکس نریگی صنم اسمین جو پڑا منہ ہم
 ہم سے عاشق مفلس کی شہلین جاوے غیر کو دی
 لاشے کو مرواٹھے نہ دینا صبح اسکا یہ باعث تھا
 دریائے راز محبت کو سیلاب صفت ہر در کا کیا
 آئینہ دل کو صاف کیا مدت میں ہم نے دقت سو
 جو راز محبت عاشق نے معشوق سے تنہائی ہو کیا
 گرد و دیامیکا ساقی چلو میں میری محفل میں
 پابند ہوں زلف و زخم کا محروم ہوں وصلت کی شب کا
 اے منہی نام وصلت کو تیور اٹکے کیسے بگڑو

پھلو میں بٹھا کر غیرون کو مانند نفس معلوم سمجھے
 دریا کو تم قطرہ سمجھے قطری کو شلیم سمجھے
 خورشید کو داغ لکھا زہر کو چشم نم سمجھے
 جس جاہ نقش جب پایا اس بار کا ہم قدم سمجھے
 اس صدف گل دلو اپنے مانند جام جم لکھے
 محرم کو نامحرم سمجھے نامحرم کو محرم سمجھے
 انکو جو گمان بدایا یہ بھی میرا اک دم سمجھے
 جو خالق مالک ہو میرا سمجھے او چشم نم سمجھے
 صورت تیری او ماہ نقاش ہمیش نظر مردم سمجھے
 وہ ہی جو رہے ہی ہو جھے کب سمجھے کب ہم سمجھے
 شائق تھے ہم اسکے اپنے زخم دل کا ہم سمجھے
 غم دوست ہوں روز و رات کوئی نہ غم سمجھے
 وہ عین غشی کی باتوں سے نیر ہو کر کیا غم سمجھے

اے اجل کیا تری بن آئی ہے
 کیا مجھے دور کی سمجھائی ہے
 چرخ کا کاسہ گدائی ہے
 یہ بھی اک طور کی گدائی ہے
 ہم سے مدت سے آشنائی ہے
 اسکی ہر رنگ میں سیائی ہے
 کسی عاشق کی موت آئی ہے
 یہ بھی اک قسمت آزمائی ہے
 منزلِ دل میں گر صفائی ہے
 طرفہ صاحب کی پارسائی ہے
 بطرے بھون بھون کھائی ہے
 روح کو مژدہ رٹائی ہے
 کس نے جھوٹی خبر اڑائی ہے
 بے اجل مارا ہے دوٹائی ہے
 پوریا ہے نہ چار پائی ہے
 کیسی غفلت کی نیند آئی ہے
 قیدِ بیل کی خوش نوا آئی ہے
 یہ بھی اک عالم جدائی ہے

عیسیٰ وقت سے لڑائی ہے
 سرنہ چشم نے تیرے پیارے
 مہ جو پھرتا ہے در بدر شب کے
 شاہ مانگے خراج پر جاسے
 جسکو کہتے ہیں یار تیغِ فراق
 چشمِ باطن سے دیکھ اونا دان
 اسکی تیغِ نگاہ ہے ترچھی
 بیہوش ہوں اُسے پیامِ وصال
 چپکے آہنگا یا پردہ نشین
 ہنسے عاشق سے پردہ عصمت
 آتش گل سے بارِ نامہم نے
 قفسِ تن شایا پیری نے
 یار آتا ہو یا راتا ہے
 ان بتوں نے کھونگا خشر کے دن
 سوئے ہیں زیرِ خاک شاہ و گدا
 تنکے سوئے ہیں رہروانِ عدا
 تنگ دل کیوں نہ ہو میں اہلِ سخن
 دیکھ کر اسکو آپ میں رحمتا

منہمھی جانے ہوئے دنیا

دل میں صاحب کے کیا سامی ہے

چڑھی ہے جو سر پر اتر جائیگی
 او دھر کام دریا کا کر جائیگی
 گزرتے گزرتے گذر جائیگی

جوانی کی حالت گذر جائیگی
 جد ہر کو مری چشم تر جائیگی
 زما نیکی ایذا کا شکوہ نکر

کھیلے گا تجھے عشق بازی کا حال
 مرے جسمِ خاکی سے ہو کے جدا
 مرے نغموں سے غنڈیلیب چن
 توجہ تری اُو بٹ بیو فنا
 بہارِ چمن جبکہ ہو گی خزان
 اگر جذبہٴ دل پہ قابو رہا
 کچھ ہی ہے جو تیغِ محبت دلا
 چڑ ہی ہو گی کچھ گھرے کی جیسے
 غارِ محبت میں گر آہ کی
 یہ حرص دہتا جبکہ مر جائیگی
 یہ روح روان پھر کب مر جائیگی
 کہاں اوڑ کے توشت پر جائیگی
 مرا کام آخر کو کر جائیگی
 مری وحشتِ دل کدھر جائیگی
 شبِ وصل کی پھر پھر جائیگی
 یہی ایک دن میرے سر جائیگی
 اترنے اترنے اتر جائیگی
 یہ جیتی ہوئی بازی ہر جائیگی

مری مرگ ایسی ہے اچھی
 کہ جسکی عدم تک خبر جائیگی

عالم ہستی کا یارب کچھ عجب انداز ہے
 کھائے جاتا ہے اسے ہر وقت عشق جا نگذا
 دار فانی میں ہوا کہہ کہہ کے حق وہ حق اس
 راستی پر اہل دنیا کی نہا ہرگز دلا
 ہر کہیں عاشق کہیں عشق اکجا زید پاک
 معرودہ گلِ نکیہ ہیں جن مایہ عالی جاہ کو
 گاہ ہائیں بچ کی گزرا ہو گا ہی عیش کی
 فقرے دینا رہتا ہو دم و گمان کے رفت و بٹ
 بیچ نہیں سکتا ہو دلِ نیرنگ سے نامو
 سیرِ گل ہو دے مبارک باغبانِ انگوٹم
 ڈالتا ہے دل میں لٹکے دوسے کباغیر
 آہ نے مجھ کو کیا دل سے اٹھ محو ب کے
 یہ نہیں معلوم تیرا راز ہے یا ناز ہے
 مرغِ دل پھلو میں ہے یا طمعِ شہباز ہے
 عشقِ بازوؤں میں گر مصو رہی مٹا ہے
 زور کا پتلا ہے یہ عالم سراپا آ ہے
 ناز کا تیری ہر اکجا پر نیا انداز ہے
 جنجِ اطلس بھی اسیکا فرشِ پا انداز ہے
 یہ نہیں معلوم مجھ کو سوز ہے یا ساز ہے
 نفسِ مارہ مرے پھلو میں اک غماز ہے
 دیدہ جانان ہو یا کوئی قدر انداز ہے
 جسکے گزرا جہان میں طاقب پر واز ہے
 خاتمہٴ مدینِ شیطان ظلِ انداز ہے
 فردِ منت کی مگر اپنے ظلم انداز ہے

عجز میرا جیکہ قاصد سے سنا سننے کہا
اے کسے باتوں پر بخانا منتھنی دبستان

دل تو طرفِ دیر و حرم کیوں نگران ہے
زندانی قدحِ خوار کی گویا رگِ جان ہے
منصور سے صادق کو سیرِ دار پہ رکھا
ایدل نہ ذرا غسرت و نیا پہ خوشی ہو
تم ڈھونڈنی بھرنے ہو جسے تیغ و برہن
میں وصف کروں کیا تری ابرو و شہرہ کا
دیتا ہے مجھے حکم جو ضبطِ فغان کا
دیکھو نگاہِ حسینوں کو کروں گا صفتِ اگلی
میخانہ تو ہے رند خرامات کا مسکن
وہاں صدمہ محشر ہو یہاں ہجر کا کھشکا
لہتک وہی سودا ہے سر زلفِ تباں کا
اے باد صبا کہتو یہ مرغانِ چین سے
اے منتھنی پھر تجکو سرا فرا کر و کون
یوں دل تار و کوڑ بتِ شوخِ تنگ ہے
نہ بیانِ جان سے مجھے ایسا تنگ ہے
ہنگن جنوں عشق کا صحرِ ازل سو ہے
دریائے فرحِ عشق کا غواص ہوں بڑا
کر کے خضابِ پیابے جامِ شرابِ سرخ
باتوں میں کس طرح سے حسین جیسے ہنر دل
دل میں ہے میں نے ہزار ارز و گوشت
چین چین نہیں ہے بتِ بجزش کی

معلوم نہیں یہ وہ گرتار کمان ہے
موجِ سئے گلزنگِ جوشِ شہ کی زبان ہے
نافم نہ سمجھے کہ یا فتن کا نشان ہے
یہ سود و وہ ہے حسین کہ آخر کو زبان ہے
پہلو میں مرے روزِ ازل سے وہ نہاں ہے
بے پر کاہے وہ تیرے بے جگہ کمان ہے
ظالم مرے قابو میں دلِ زار کمان ہے
آنکھوں میں بصارتِ سری قابو میں بان ہے
خت جسے کہتے ہیں وہ عاشق کا مکان ہے
راحت ترے بندگیو یہاں ہو نہ وہاں ہے
ہوں بیرونِ دس سالہ مگر طبعِ جوان ہے
گشتی میں بڑی اپنی بھی میل کی زبان ہے
ہو دے جو سخنِ سنخ وہ سردار کمان ہے
قربان جیسے شمع کے اوپر تنگ ہے
تربت پہ گلِ نین مری چانی پہ تنگ ہے
اس دشتِ ہوناک کا بندہ ہنگ ہے
اُس بھر بیگان کا یہ عاصی ہنگ ہے
اے شیخِ بیجا تری ڈاڑھی پہ تنگ ہے
جہان ہوں کمالِ ہری غفلِ رنگ ہے
کہتے ہیں جھکوار بڑا خانہ جنگ ہے
میں جانتا ہوں جو بدربائے گنگ ہے

کیا حال اپنے دل پر داغ کا کون
سردی ہے چاندنی کی طیشِ روزِ شرکی
چیتا نہ شیر ہے نہ یہ ظالم پنگ ہے
بی یار یہ پنگِ مثالِ پنگ ہے
رہتی ہے دیکھ بھال جو ہر سمت ناچو
باقی مئے شباب کی اب تک اُنگ ہے
مشتی نہیں ہے خواہشِ دل اسکی منتھی
یہ نفس میچیا ترے ماتھوئے تنگ ہے

بھر کہیں دل یہ گرفتار ہوا چاہتا ہے
بھر جنونِ دلکا طلبگار ہوا چاہتا ہے
دل خوشی رہتا ہے پھلو میں طبیعت ہوشیار
آئینہ رویوں کی رہتی ہے تلاشِ اسدل کو
آئینہ دیکھتا ہے یارِ مشکا کر ہر دم
خطِ سبزا آتا ہے رخ پر ترے او مانہ ناز
کتنے یوسفِ مہین بیان کتنے زلیخا کردار
کھنٹو مصر کا بازار ہوا چاہتا ہے
منتھی منتھی منہ وہ لگا دی بست ہر جا ٹیکو

فریست اپنی جو بنیرا ہوا چاہتا ہے

کیون ہے فردِ خِجِ تری بالوں کے سامنے
بے دنگ دنگ گل کا ہے گالوں کے سامنے
غوغائے خشر ہو مری آہ و فغان سے بند
جاتے ہو تم عبث ہے اغیار شاہِ حسن
بھکھو بلائے ہجر لگا کر چلے گئے
کرنا تو اس کے گیسوئے پر بیچ سے خد
چشمِ صنم کی دید نے گم ہوش کر دئے
پردہ نشین یار کا احوال کیا کون
دیکھو تباہ ہند یہ شیدا ہر دل مرا
بدلتا نہیں چراغ تو کالوں کے سامنے
بیڈ ہنگ لعل ہے ترے لعلوں کے سامنے
خاموش صحر ہو مری نالوں کے سامنے
ہوئے نہیں شریف رزا لوں کے سامنے
کیو صبا یہ گیسوؤں والوں کے سامنے
جانا نہ مرغِ دل کسی جالوں کے سامنے
بھولا ہوں چو کڑی مین غزالوں کے سامنے
رہتا ہے اپنے چاہنے والوں کے سامنے
مسجدِ نبی ہے خوب توالوں کے سامنے

کستہ میں جب کو اختیار رہ نہ تھی

یہ ٹھہرتے نہیں مرے چھاؤ کو کسے

کس روز ترے یاد میں نالہ نہیں کرتے
کس وقت ترے تجرین رو یا نہیں کرتے
بیچارِ محبت کا مداوا نہیں کرتے
دل پاک رہے یا رکد و رستے جہان کی
دل دیکے حسینو کو غم و رنج اٹھانا
ویرانہ دل دیکتے گر حضرت مجنون
ہو مضبوط فغانِ مملکتِ عشق کے اندر
اس عشق کی آتش میں جو میں غافل بن گیا
دل لے کے سر زلف کا بوسہ نہیں دیتے

تھوڑی سی جگہ ہو جو مرے دل میں تھاری

کو نین کی پھر ہم کبھی پروا نہیں کرتے

قائل ہیں دل سبھی ترے عز و جلال کے
کیا کیا مرے اٹھائے ہیں رنج و ملال کے
دربانِ ہوسدِ راہ درِ خوش حال کے
صاحب نہ عذر کیجئے میرے ملال کے
پہنتا ہے انکے ایک انشا پر منزعِ دل
غنی نہیں بگلاب کے گلشن میں باغبان
اک شجرہ ہے بزمِ جہان یا رساقیا
شہرہ ہے جب سے دہر میں ابرو یا کا
گل ماہِ باغِ دہر میں بوئے وفا نہیں

شیشے بھرے ہوئے ہیں مے پر نکال کے
پھلو میں دل سا دشمن جانِ بال بال کے
کچھ پر بند ہی نہیں مرے منعِ خیال کے
چھینٹے نہ دیکھئے عرقِ انفعال کے
حلقے نہیں ہیں چشم کے پھندہ کو ہیں حال کے
یہ قیمتی بھرے ہیں گیسے گلاں کے
ساغرِ شراب سرخ کے شعلے ہیں رال کے
نقشے بدل گئے ہیں فلک پر ہلال کے
چلے یہ خاک کے ہیں یہ گل ہیں بھال کے

نشہ ہے نازکی میں صفائے میں آئینہ
کعبہ و دیر ایک سمجھتے ہیں زند پاک
قائل ہیں جبکے شیخ برہمن ہیں مقصد
دنیاے دون پرست درپے نہ ہو دلا
دربان تو سدا رہ نہ ہو کوئے یار کا
آیا پیام وصل یکا یک جو یار کا
دکھلائی تیغ و خنجر کین ذکر وصل پر
کیا دیدے جواب ہمارے سوال کے

فجر جان سے بچ کے چلون کیون نہ منتھی

گر تانہیں کنوئیں میں کوئی دیکھ بال کے

گھبرا کے رُوح ہجری میں تن سے جدا ہوئی
دیوانہ کر گئی جب ادھر کی ہوا ہوئی
دیوانگان عشق کو دست جنون میں بھی
وہ دلوں کے کمان و جوانی کہ حد گئی
آوارہ گان دشت کی مٹی خراب ہوئی
کثرتِ فصول بار کی دیوانہ کر دیا
ایذاؤں کا فرافق کی کس سے گلا کیا
بکھر بلند عشق نے گم ہوش کر دئے
باقی نہیں ہر حیب و گریبان میں ایک تار
فرما دے مستونکے فانی سے یہ کھلا
راحت میں بے نیج میں راحت ہوئی ہیں

مَدَن کے بعد آئے گلستان میں منتھی

پوچھے کوئی کہ ہر تھے کہہ کر کی ہوا ہوئی

منظر روح گنگا کی ہے دھوم جب سے تری تلوار کی ہے

جاں ظالم وہی رفتار کی ہے
یہ کشش اپنے دل زار کی ہے
کچھ دوا بھی ترے بیمار کی ہے
آرزو دولت دیدار کی ہے
یہ روش منہ گزفتار کی ہے
صاف پھپھتی لب سونہار کی ہے
زلف وہ اپنی شب تار کی ہے
بھاڑ کیسی تری تلوار کی ہے
اب یہ حالت ترے بیمار کی ہے
ساری صورت دہن مار کی ہے
کیسی عادت ترے بیمار کی ہے
دھوم کیا مصر کے بازار کی ہے
پوٹ گویا کہ خس و خوار کی ہے
بات یہ بھی کوئی تکرار کی ہے
آبرو کا فرو دیندار کی ہے

منہقی ہے جو تڑپتی رگ جان

فرقت اک صاحبِ زنا کی ہے

مرے نظروں میں کٹھری ہو جا
بہت کافر تھے حجتِ خدا کی
تھارے دل میں بیارِ خوشبو جا
تمہاری زلف بھی ہے کس لب کی
یہ کشش ہے مگر بے نا خدا کی
مری نقدیر نے مجھ سے دعا کی

وہ جو صورت تری زقار کی
کیچ لائے اُسے جدم چاہی
تینچ پر ہاتھ دھرا جب پوچھا
زاہدا عاشقِ مفلس کو فقط
قفصِ تن میں پھرتا ہے دل
دہن زخم پہ اپنے قاتل
شاخِ سنبل جسے کہتے ہیں یار
سخت جان ہستے ہیں منہ قاتل
دیکھ کر ہوتے ہیں چپ چاپ ہم
حلقہ گیسوئے پر خیم میں ترے
شریت وصل طلب کرتا ہوں
روشن کوچہ دلبر کے حضور
کثرتِ دولت دینا منعم
بوسہ لب نہیں دیتے پیہم
خوبی زلف و رخ یا نہ پوچھ

کھون کیا تم سے حالِ جسم خاکی
وفاؤں پر مری توئی خفا کی
بنکے جھج ہنتم پر بسا کی
اگر خال یہ بس کی گرہ ہو
نہیں تابو میں اپنا دل کسی کے
اِرم سے کیچ لائی سوئے دینا

بوقت نزع تو بایں پہ آیا
 وصال و ہجر کا شکوہ نہ کر دل
 کوئی بھی آپ کی نظر نہیں ٹھار
 نہ دو رنگا بسول کہ بھر دل کسی
 جو سائے بید کا دیکھا زمین پہ
 نہ لایا جذبہ دل اسس پر کیو
 دیا نقد دل و دین بیوفا کو
 ہمارے منتہی نے انتہا کی

صرصر گریو ہلا رہی ہے
 وقت میں خون رولا رہی ہے
 داغوں نے دل جلا رہی ہے
 دامن میں تیرے بوتے کا کل
 حال تپ ہجر کچھ نہ پوچھو
 جھیلی ہوئی ہے جفا طبیعت
 کسرا محل نہ طاق حم ہے
 مرتا ہے دل بستوں کے اوپر
 لطفی و جوانی خوب گزری
 اوڑتی ہے خاک اوس جگہ پر
 یہ نبت عنب بہار گل میں
 لاتی نہیں بوتے یا رنگت
 ہم بھی تھی کبھی جوان رعنا
 کھتا نہیں حال گل کا بٹبل
 یہ فصل بہار بے خودی کا

سر پر کا لی کھلا رہی ہے
 تقدیر یہ رنگ لا رہی ہے
 الفت کے بٹھا رہی ہے
 کیون مجکو صبا اوڑا رہی ہے
 دل کھا چکی جاں کھا رہی ہے
 برسوں ہی بتلا رہی ہے
 ایدل کس کی سدا رہی ہے
 تقدیر بھاڑ ڈھا رہی ہے
 دودن اچھی ہوا رہی ہے
 برسوں جس جا فرا رہی ہے
 یاروں کی بھی آشنا رہی ہے
 اس دل کی لگی بجا رہی ہے
 اپنی بھی کبھی ہوا رہی ہے
 شبنم پانی چو آ رہی ہے
 رستہ ہمو بتا رہی ہے

گلشن میں عروس گل کے اوپر شبنم موتی لٹا رہی ہے
 پھولے نہیں گل چین کے اندر وحشت آنکھیں دکھا رہی ہے
 فقرے سے لے آئے اس صنم کو

کیون منتھی بات کیا رہی ہے

فغان و آہ سے ہر دم پکار رکھتا ہے غضب میں جان دل بیقرار رکھتا ہے
 گل چین نہ ڈرتا ہوا رکھتا ہے بھرا بھرا جو بدن میرا رکھتا ہے
 لطیف روح کے مانند جسم ہے کس کا پیادہ کون وقار سوار رکھتا ہے
 جدا جدا ہے حسیان دھر کا انداز ہر ایک طرح کی ہر گل بہار رکھتا ہے
 فریب حسن سے اللہ آدمی کو بچا لے چلے یہ پیچ تو رستم کو مار رکھتا ہے
 کمال عشق کو پاتا ہوں خاکساری میں طرف نشیب کے دریا گزار رکھتا ہے
 بہار آئی ہے بنت الغنم پہ جو بن گیا گرہ بین دام کوئی باوہ خوار رکھتا ہے
 سنا ہو جب سے کہ ہیں دفن اس میں عاشق نہا قدم زمین بہ بین وہ نگار رکھتا ہے

ہر ایک شیشہ ساعت فلک کو کھتا ہے
 کہ منتھی سے سرا سر غبار رکھتا ہے

چھوٹا ہوں جب سو محروم و محبت کے دام سے پھلا کے پاؤں سوتا ہوں ہر روز نام سے
 آتی ہے فصل گل کی بڑی دھوم دھام سے صیا و ہوشیا ر خبردار دام سے
 ہو جاتی ہے ہوا قفس تن سے چھٹ کے رجا کیا صید بھاگتا ہے رہا ہو کے دام سے

ولہ

ہمیشہ سیر گل و لالہ زار باقی ہے اگر نبل میں دلِ داغدار باقی ہے
 طفیل روح مرا جسم زار باقی ہے ہوا کے دم سے یہ مشتِ غبار باقی ہے
 بغیر روح روان جسم زار باقی ہے نخل گئی ہے سواری غبار باقی ہے
 بہار میں تجھے نہ لے سناؤں گھا بلبُل اگر یہ زندگی مستعار باقی ہے
 کھو گناہار سے اگر ذرا تھ پھلا کے مجھے بھی حسرت بوس و کنار باقی ہے

جہان کو چشمِ حقیقت سے دیکھو اور غافل
کھلی ہے آنکھ ابھی اختیار باقی ہے
امید ہے ہمیں فردا ہو یا نہیں فردا
ضرور ہونی لگی صحبت یہ یار باقی ہے

ولہ

قصہ کعبہ کا خیالِ حرام ہے
کچھ نھین وہاں ہے خدا کا نام ہے
خاکِ مین لٹا ہمارا کام ہے
خاکساروں کا اسی مین نام ہے
عاشقی جسکا جہان مین نام ہے
زاد او وہ موت کا پیغام ہے
گل کھلے ہر سولہ باب جام ہے
دور دورِ رند سے آغام ہے
پیشتر بڑتا رہے پائے طلب
نزل مقصود زیرِ گام ہے
یہ کھاسکر پیام وصل کو
کام سے اُسکے ہمیں کیا کام ہے
راست گو دورِ مقررین زرا ہدا
صبح کا ذب کس طرح بدنام ہے
روئے گلگون زیرِ زلفِ غبرین
سیری نظرون مین او دھ کی شام ہے
راستی چاہیے جو زلفِ یار سے
اُسکو سودا ہے خیالِ عام ہے

تبارک دنیا ہے جب سے منتھی

مثل بیوہ مادرِ ایا م ہے

دل مین بھری ہوئی ہے ہوسِ غزو جاہ کی
گٹھری دبی ہوئی ہے بغل مین گناہ کی
نشاہ کہ دل مین دردِ محبت نے راہ کی
کانون مین آ رہی ہے صدا آہ آہ کی
دل ہے نہیں ہر اتپِ دوری پھسکا رہا
جلتا ہے مہرِ دانع ہے چانی پہ ماہ کی
خود رحم کیجئے دلِ امیدوار پر
آپھی نکالے کوئی صورتِ شاہ کی
نفسِ حریص کو ہے توکلِ مرے فکر
اٹے سنو کہ گمات مین ہے چور شاہ کی
دنیا مین بے کرم کو کوئی پوچھتا نہیں
مٹی خراب ہے ہتی ہے بے آب جاہ کی
نقشِ سجود حق ہے جبینِ نیا زہر
سرخط پہ اپنے مہرِ عی عادل گواہ کی
مدت سے میکہ ہے یہ نکلتا ہے دم مرا
صوفی مجھے قسم ہے تری خانقاہ کی
کھل جائیگے تمام ترے پنج زلف کے
معلوم ہو گا دل سے اگر ہمنے آہ کی

اکسیر ہے نصیحت پیرانِ پارسا

ہر منتہی غنیمت ہو اُصبحِ گاہ کی

کون اپنے واسطے کالی بلا پیدا کرے
آدمی دل میں ہر اک کے اپنے جا پیدا کرے
جس سے سوچے دور کی وہ تو تیا پیدا کرے
بوئے گل کو دامنِ باد صبا پیدا کرے

آدمی کو چاہئے خوفِ خدا پیدا کرے
بے بضتہ عصفور سے چاہئے حما پیدا کرے
ضبط کی اپنے کھواس سے دو پیدا کرے
فضل گلِ اُگنی کوئی اس سے ہوا پیدا کرے
جب خدا اک و سدا راض و سدا پیدا کرے
یا کوئی محبوب تجھا دوسرا پیدا کرے
حال عاشق مرتبہ معشوق کا پیدا کرے
در در گل دل میں تر و غجر گدا پیدا کرے

جنگِ ہنقاد و دولت سر کرے اکبات میں

منتہی جو تیغِ تسلیم و رضا پیدا کرے

وہ آئینہ ہو جس سے کہ اہل نظر رہے
جیسے نظرِ غریب کی اللہ پر رہے
شکلِ حبابِ بحر جو ماند ہے کمر رہے
ہم خاکسار صورتِ گردِ سفر رہے
جتیک جہان میں ذرّہ شمس و قمر رہے
یہ وہ جگہ نہیں کہ جہان بے ہنر رہے
برسون جہان میں طالبِ غیر اللہ رہے

کون ایدل لُفٹ زلفِ دو تا پیدا کرے
دولتِ دنیا نہ پیمانِ تاج و لوا پیدا کرے
تیز عقلِ عشق ہو ایسی دو پیدا کرے
اپنی آہِ سر دے شہرہ ہو حسنِ یار کا
دیکھ کر جھکو تر پتے یار سے کتے من یار
نور کا بکا لکا لاجبے مشقِ خاک سے
سکے احوالِ محبت کو مرے بولا وہ شوخ
دم بھرن پیرِ میخان کا شیخ و زہا ہنک
جسا عاشق آپ سا معشوق تب ہو نصیب
جانے یا صبر دی دلو خدائے دو جہاں
آہ و نالہ صورتِ تاثیر گڑے جگمگری
شاہِ تجھ کو ہوا مبارک عدل و داد و تخت قباہ

دل میں بشر کے جوہر ذاتی اگر رہے

یون انتظار یا زمین ہم عمر بھر رہے

وقفہ حیات و موت کا مد نظر رہے

گاہی او دہر کو گاہ او دہر سے ادھر رہے

اہل ہوس تجھے ہوسِ سیم و زر رہے

اے دل اثرِ ضرور ہے نالوں کی واسطے

ایک بار با وفا کی رہی عمر بھر تلاش

لبریز دل رہے مئے حُبِ حبیب سے
 خنجرِ کفہ میں اسکے خریدار سکیڑوں
 جب بڑھ چلی یہ گیسوئے بریچ دوش سے
 نہایت ہوا یہ شہرِ خموشان کی دید سے
 صبا دیکھ لو نگا تری دامِ داریان
 ہوا سطر جسے خانہ دل میں مقامِ روح
 جسا پہ ہوئے یار و ہین ہو بہارِ گل
 جسوقت بزم میں رنجِ انور ہوئے تھا
 بیمار و تندرست کا بنتا نہیں ہے ساتھ
 کیا کیئے بے ثباتی عالم کو نا صحو
 منطس کے ہم چراغ تھے عہدِ شباب میں
 سوئے سفید و ضعف بدن کو نہ پوچھے
 شاید کبھی ضرور ہو یہ جام بھر رہے
 بالائے دوش اپنا سلات تو سر رہے
 کیونکر کھوں کہ آپ کی نازک کمر رہے
 آئے تھے دور دور سے تھک تھک کے مر رہے
 پھر ہا زنگ جو مرے بال و پر رہے
 جیسے کسی جگہ پہ مسافر ٹھہر رہے
 جسا ڈیلے شراب و ان ابر تر رہے
 نکتے میں شکل آئینہ بھرون قر رہے
 ہا تو نے دیکھے کیونکر جگر رہے
 کیسے امید و بیم میں ہم عمر بھر رہے
 پری میں زندہ صورتِ شمع سحر رہے
 یہ وہ خبر ہے جسے کہ ہم بے خبر رہے

باغِ جہان میں سا نہ تھا دیکھ کر

اس منہتی کا پاؤں پہ اُس تکیو سر

آپ آئے تھے یہاں جفا کیلئے
 دل دیا تھا تمہیں جفا کے لئے
 تیرے بازارِ دھرمین گردون
 پاؤں ہین کو چہ توکل میں
 آکھی تو مرے قفس کی طرف
 ہر نہ خاکِ فرشِ خاک لگا
 دم پھر کرتا ہے طوفِ کعبہ پر
 جائے بھی کھین خدا کے لئے
 ہو شمعین آئے خدا کے لئے
 ہم بھی آئے ہین اک قبا کے لئے
 ہاتھ اٹھتے نہیں دعا کے لئے
 اسے نسیمِ جنِ خدا کے لئے
 شاہ کے واسطے گدا کے لئے
 دل تڑپتا ہے کر بلا کے لئے

سر اٹھائے میں خار و شیتِ جنون

منہتی سے برہنہ پا کے لئے

مرے سامنے اسکی ہستی نہیں ہے
 دلا بھر تری فاقہ سستی نہیں ہے
 وہ کیا تیغ ہے جو کہ کستی نہیں ہے
 وہ بولے کچھ ایسی نو سستی نہیں ہے
 بندی ہے ہمت کو پستی نہیں ہے
 کوئی ایسی گلزار بستی نہیں ہے
 یہ بدلی بحر خون پرستی نہیں ہے
 وگرنہ چھری کوئی کستی نہیں ہے

توکل پہ ہے منتھی جب سے کہتے
 کسی حال میں تنگدستی نہیں ہے

ہین حسین لوگ آشنا کے
 روح چھونکی ہے شخص جس کے
 بچ گئے ڈنکے مرد مفلس کے
 مار ڈالا اگر ذرا کس کے
 کانٹے بوئے ہیں باغ عین کے
 وہ نظر آئے تو کہیں اس کے
 رہ گیا ہے پہ پھوڑا رس رس کے
 بندے درگاہ اپنے گھر کس کے
 خال مشکین بھی کانٹین ہیں بس کے
 جامہ او ترا بدن سے کس بس کے

دیدہ سرمہ سا کی اُلفت میں
 منتھی خاک ہو گئے بس کے

لوٹنا دل کا جگر کا پھر بھڑانا یاد دہر

جسے فوق بادہ پرستی نہیں ہے
 جو تکلیف میں ہے پرستی نہیں ہے
 طبیعت وہ کیا جو رہے امتحان میں
 کہا مول ہر اک نگھہ بس دل کا
 پختہ ہیں نالے مرے آسمان ہات
 جو امان گلشن کی کثرت تو دیکھو
 ستم ہے ستم ابریشم شیر قاتل
 مزد کو تری یا غیش سے خم ہے

جان دی ان پہ مرے سیکے
 آنکھوں کو سکھائی ہیں آزارش
 نالے پیچھے غریب کے اعز ش
 رکھکے خجر گلے پہ کھتا ہے
 بزم میں جا ملی رفیقوں کو
 کیا بتائیں کہ کس کے عاشق ہیں
 نالہ کر کے دل ہوا خاموش
 کوئی کہے گما حرم کو کوئی
 گیسو کے یار اگر ہے دام بلا
 چھوڑا پیر عین روح نے تن زار

صبر دم ٹھکرا بھلو سے جانا یاد دہر

یارتھا پھلو میں نشی کی پری تھی سنسے
 نئے احوال محبت کو مرا بولا وہ نوح
 لوٹ تھا دل قامتِ دلدار پر دستِ لئی
 کون کبھی خندہ کی طرف اسے غنڈ لیب
 کیا دیکھتا ہے فلک ابرسیہ میں دھواہ
 ہو مقابلِ ماتہ دردِ دلِ عشاق کے

ہجر کی شب نید آئے عاشق بیمار کو
 منتہی تجھ کو کوئی ایسا فسانہ یاد ہے

شا کر ہون اُسپہ جو کہ قلیل و کثیر ہے
 مشہور و صحر میں جو بہت رو دنیل ہے
 چشمِ مروت آبر و کھونیکو کم نہیں
 رہتا ہے ساتھ پردون کے اندر وہ اسل
 وہ چھتے جو حالِ زار کو میرے وہ قاصد
 د لکونہ توڑیو کہ یہ منزل ہے عشق کی
 چشمِ پر آبِ عاشقِ خانہ بدوش کے

ولہ

تم بھی کبھی ہم پہ مہربان تھے
 بر میں جو مرے وہ جانِ جان تھے
 اس ہستی بے بقا سے پھلے
 پھولے یمن گل چمن کے اندر
 رہ رہ گئے ہم ہٹ ہٹ کر
 کس بزم میں تھے ہمارے مسکن
 و صلت میں دوبروئے دوبر

ہم بھی کبھی او جوانِ جوان تھے
 چکر میں یہ ہفت آسمان تھے
 معلوم نہیں کہ ہم کہاں تھے
 وہ رازِ عیان میں جو خان تھے
 شاید پس گردِ کاروان تھے
 کس باغ میں اپنے آشیان تھے
 گویا کہ ہم گنگ کی زبان تھے

کیا کیا تجھ پہین گمان تھے
اتک کھو ملنتھے کہاں تھے

کام آیا نہ وقت کام ایدل
پیری میں جو دل دیا تو بک

ولہ

ہم ہیں تلوار پہ تلوار کے کھانیوالے
بھولے سے بھی وہ نہیں راہ پرانیوالے
نقش پاہم ہیں اٹھائیں تو اٹھانیوالے
جبک بھی جاتے ہیں بہت سارے اٹھانیوالے
یہ نہاد ہو کے کدھر آج ہیں جانیوالے
بولے کیوں جب ہوئے باتوں کے بنانیوالے
صورتِ حرفِ غلط ہیں وہ شانیوالے
روٹھے جاتے ہیں مرے آج مانیوالے
شع کے پاس وہ بیٹھے ہیں جانیوالے
بل کی لینا تو نہ زلفوں کے بنائے والے
پاپنی کو دوڑتے ہیں اگ لگانے والے
ایٹ کیواسطے مسجد کو ہیں ڈبانیوالے
وہمنوں دوست کی نظر وہیں مانیوالے
نثرانی کی وہ آواز سنانیوالے
بند اکھون کو کئے جاتے ہیں جانے والے
تھے جو دنیا میں بڑے چاؤنی چانیوالے
غول ٹھرے ہیں مری راہ بنانیوالے
دل لڑا دیتے ہیں آنکھوں کے لڑانیوالے
ہم ہی ہیں سبرہ خفتہ کے جگانیوالے
دور کی اکنبو سجاتے ہیں سجھانے والے

ہم ہیں جو رو ستم یا راٹھانیوالے
حرم و دیر کے جو لوگ ہیں جانیوالے
بے مٹے ہم نہیں در سے ترے جانیوالے
گوش پر جام کے منہ رکھکے مری نے کہا
بدگمان یا رنے میت پہ مرے ہنکے کہا
مر گئے ہم جو بیان کرتے ہی افسانہ غم
صفہ عالم بستی سے نشان عاشق
نزع کے وقت کہا اسنے مری بالین پر
ہم سر زیم ابھی لاکھ کی منہ پر کمدین
اپنے بھی آہِ شہر بار سے ڈرتے بنا
اسکو بھڑکاتے ہیں دشمن مرے روائیکو
ایک دل کے لئے عاشق کو کرین قیل حسین
خاک ہو جاتے ہیں چلکر کبھی سُر رہ پکر
ارنی خود کھین گر ہو کشش اسدل میں فی
بے خطر راہ عدم ہے مجھے معلوم ہوا
لے گئے ایک بھی تنکا یہ بجز تار کفن
گفتگو کرتے ہیں اغیا شرب و صلت کی
جان پر کھیلتے ہیں دیکھنے والے اسکے
ہم بھی لکھ سکتے ہیں آغازِ خط یا رکاصف
آمینہ لاکے دکھاتے ہیں بکھرتے ہیں وجہ

میرے نل کرنے سے اُنہی کے نہ وہ رخِ نقاب
ناملے دیوارِ جہن کو نہیں ڈانے والے

منہی ہون وہ گرانِ سحان کے اندر
بیٹھ جائیں نہ بخار کے اٹھانے والے

بھرتی ہو آنکھوں میں کیفیتِ وصلت کیسی
کوہِ غم مثلِ برکاد اٹھالیتا ہوں
آپ کے آنے سے آجاتی ہے طاقت کیسی
بڑ گئی ہے مری تھپے شبِ فرقت کیسی
جان تک ہمتو حوالے کرین دولت کیسی
حسبِ خواہ کوئی یا رخصت ملتا ہے
شیفتہ اپنا مجھے خوب یاد کر کے بولے

منہی اب تری رہتی ہو طبیعت کی

بلند دل سے اگر تیغِ آہ کی ہوگی
طلبِ دلا جو یہاں عز و جاہ کی ہوگی
بغل میں جنس کو گھڑی گناہ کی ہوگی
کسی نے جھلے کسی وقت آہ کی ہوگی
کوئی تو اب بھی استنباہ کی ہوگی
خبر اس کو سفید و سیاہ کی ہوگی
کسی کے خون کی حاجت گواہ کی ہوگی
سرِ عز و ر کو حاجت کلاہ کی ہوگی
کینز و ہ مری روزِ سیاہ کی ہوگی
خبر اور سی یہ مری دستِ گناہ کی ہوگی
سند پہ تمھارے عادل گواہ کی ہوگی
کوئی تو بھل مارے نباہ کے ہوگی
ہماری ملک میں بھرتی سیاہ کی ہوگی
کوئی تو مات دلا ہمیں راہ کی ہوگی
کسی کڑی پہ چڑھائے سپاہ کی ہوگی

یہاں ہوگا نہ اشارت کسی کا دل
کبھی نہ فوج کے نقشہ بتا دے گی ہوگی

فلک پہ پھر جو کے ہوئی برق دہشت ہوگی
ضمیم نے خسر پہ رکھا ہے وعدہ و بدار
مزے اوڑھائے ہیں حس نے سائبے پر کو
شہیدِ ماز ہوں اسکے خبرِ عالم کو
میں خاکسار ہوں بس ہے لباسِ عریانی
بہت جہان میں مشہور ہے شبِ بچور
بہت جہان میں دستِ جنوں کا شہر
بنے گا لوحِ چنین پر ہمارے نقشِ سجود
کبھی تو دولت و ملت سے ہونگے مارا مال
خیال اس صفِ مرگان کا دل میں آئیگا
طریقِ شیخ و برہمن پہ دوڑتے ہیں لوگ
کبھی کو پہ گریگی تری صفِ مرگان

جان میں قیصر و غفور بنکے بیٹھے ہیں
 ملی جو آنکھ بھی پیدا ہوئے تر و مگان
 پھٹکے کا صور نہیں روزِ حشر اسے پیارو
 جزا کے روز سر پر غور کے بدلے
 ادب سے کہتے ہیں جب کو جان میں کھیل
 وہ بارگاہ کسی بادشاہ کی ہوگی
 سنا جو ہو گا گیا منجھی زمانے سے

ضرور بار نے حالتِ تباہ کی ہوگی

دیکھئے بگڑی تری کیونکر دل مضطرب
 تا کسی صورت سو تجھے اوبت و لہر ہے
 شور نے میرے اوڑا یا اس بتِ سفاک کو
 بت نہ مٹی کے میسر تھے جہین زیرِ خاک
 سر کو پھوڑ کر وہ سے پائیشہ فرادے
 بار بار روکا ہمیں نے ساقی بدست کو
 تھا جوانی میں بزرگ مہر تابان داغ دل
 لاکھ دہے جبکہ دامن میں لگے تھے ایٹک
 ایک قتلِ عاشقِ بیچارہ کی خاطر منہم
 گر برا کہنا نہ چھوڑا رند می آشام کا
 سر کشی چاہو سکھاؤ جا ہو دلو عاجزی
 دم میں کچھ ہے ایک دم میں کچھ ہو صاف کارج
 عکسِ نگن ہوا اگر اس میں لب شیرین بار
 ان حسیان جانا کا بھی نہ لالہ رنگ ہے
 ظالم و اظلم کا ہر حالت میں نہ جانا ہو گستا
 آبرو ہو معرکہ میں حشر کے قوبات ہے
 کس طرح شیرازہٴ مجموعہ اتر رہے
 کتنے ہی مومن بنے کتنے بیان کا فریب
 نالہ دل کیا ہائے حسن کے شہر رہے
 قدرت اللہ سے وہ صاحبِ شکر رہے
 بے کمالِ عشق کب فریاد کا ہمسرا رہے
 بار بار اس کشتی می کے ہمیں لنگر رہے
 عہدِ پیری میں یقین یہ ہے میرا نور رہے
 آئینہ سے بھی سوا وہ صاحبِ عہد رہے
 کیا کیا تلواریں نہیں کیا کیا تر و خجڑ رہے
 دیکھ لینا شیخ جی اکدن سرِ منبر رہے
 تیر کی صورت کمان کی شکلِ شلیخ رہے
 پھر کسی سے آپ سے فرمائے کیونکر رہے
 آبِ آئینہ بھی رشکِ ثمرتِ شکر رہے
 گاہ داغ دل ہوئے کہ لالہ احمد رہے
 شاہ پر تیرنگہ کا بار کا خجڑ رہے
 چار دن کے واسطے دنیا میں کیا آخر رہے

ٹوٹ جائے جس گھڑی تلوار تو خنجر ہے
 ورنہ کتنے سانسے آنکھوں کے بگڑے گھڑے
 شیشہ گر کے ماتھے سے پون آئینہ پتھر ہے
 خاک سے عاشق کی کیا کیا یار کے مانع ہے
 رفتہ رفتہ چائے شیطان کا شکر ہے
 آپکا زیور بنے میری کبھی چادر ہے
 جسطرح سے تیغ بد آہن پہ ہون جو ہر بنے
 کر مک شتاب کی کیا تاب جو اختر بنے

رکھنا تو ظاہر پستونے امید نیکوی
 کام آنے کی نہیں اور منتقی جو ہر بنے

بخشا مرے گناہ کو پروردگار نے
 کیا گل کھلائے ہیں جن روزگار نے
 گھونگٹ میں منہ چھپایا عروس ہار نے
 یہ دن دھاری آئے ہیں بگڑی اوتار نے
 بچے اختیار ہو کے لگا میں بکار نے
 دیوار کر دیا مجھے میرے وقار نے
 پیدل کا ساتھ چھوڑ دیا ہے سوار نے
 کیا کیا قدم لئے مرے ہر لوگ خار نے
 ڈھوکا بڑا دیا مجھے ابر بہار نے
 کیا کیا دیا ہے دناغ دل داغدار نے
 کیوں عشق یار آج لگا جان مار نے

پھولے نہیں جن میں گل دلالت ہے
 داغ بگڑ کو میرے گے ہیں ادب ہار نے

رکھ نہ ظالم سے کسی عالم میں راحت کی مہد
 شومی تقدیر سے یہ دل رہا خانہ خراب
 جائے غیرت ہو نہ ہو ہم سے کہ تو رو کی مٹا
 بعد مریکے ٹھکانے لگ گئے مٹی مری
 آتے جاتے ہیں رقیب سید اس نرم میں
 اسلئے پیدا ہوئے ہیں گل چین میں ہر کے
 بھقیقت شخص کے تن پر ہے پون گلگون قبا
 کب رقیب روسیہ کو ہو مرے آگے فروغ

فرقت بعد نشا و کیا وصل یار نے
 غازہ ملا ہے مہدی لگائی ہو یار نے
 کی دل میں جا تصور روئے لگا رہے
 بوسہ جو مانگا نرم میں فرمایا یار نے
 تنہا لحد میں چھوڑ کے احباب جب چلے
 ہنے دیا نہ پائے تو کل نے دو قدم
 جلدی ہے روح پیکر خاکی کو چھوڑ کر
 اوستاد قیس جانے کے گل دشت نجد میں
 ٹیسو سیاہ جب بنے زبکین پہ جھاگیا
 اچھر تھا سوزِ جگر سے گہ شعلہ چسراخ
 اک دلی سمجھ گئے کیا تھا کل اختیار

وہ چھپتے پھرتے ہیں دبتے جواک نشہ سختی
سکال کرتے تھے اوصافِ نغمہ بلبل
تھارے عشق سے پھلے اگر تھے شہزادہ
دعائیں دولت و صلت کی مانگتا کیونکہ
شرعی سمجھتی تھے انکو بہت انہیں بے تنگ
ہمارے نماز کبھی تم نہیں اُٹھاتے تھے

اسیر سکو کیا کیا ستم کیا جتنا د
تم فٹنا بھی ابھی اپنے اشک پانے سختی

رنگ گلشن کا اوڑسے وہ رنگ لایا جائے
نفیق جانان کو گلشن میں دکھایا جائے
گر می زخسارِ دلبر کو دکھایا جائے
حرفِ اُلفت کا نہ بھولے دلسے اُسکے زیہار
زمرے بھولیں جن میں ہوش نہ رہے پیرین
یار سے اغیار سے کل بزم میں یہ قصد ہے
لپٹے چلکر حسیانِ جن سے باغ میں
خود بگڑے یار سے اب ہو چکی چشمِ اسید
پھر نہ آئے ہوش محکوب پھر نہ ہو فکرِ جان
دہوئے رُور کو اپنے نامہ اعمال کو
حاضرِ مضمونِ فلک پر ہو کندِ فکر سے

قول کرتیخِ طبیعتِ بزم میں اُس راک

منہقی اغیار کو چلکر دایا جائے

غمِ حیرانِ دلِ حیران سے نکالے جاتے
دل کے ارمانِ نئے جانان نکالے جاتے
بھوتِ اسِ غلغلاہ و بران سے نکالے جاتے
اپنے مطلبِ اسی قرآن سے نکالے جاتے

جو ہر آئینہ حیران سے نکالے جاتے
 یہ وہ وہ ابلیس ہیں شیطاں سے نکالے جاتے
 گوہر و لعل نہ عمارت سے نکالے جاتے
 دیو کب طاقت انسان سے نکالے جاتے
 مغیہ محفل رندان سے نکالے جاتے
 گر سڑی آپ کے زندان سے نکالے جاتے
 یہ پڑھے جن نہ پریشان سے نکالے جاتے
 چھانٹ کر وہ صف مردان سے نکالے جاتے
 کاروان بُو کے گستاخ سے نکالے جاتے
 گر نگہبان درجائان سے نکالے جاتے
 اب نہیں تار گر یا سے نکالے جاتے
 استخوان گور غریبان سے نکالے جاتے
 خار کتبک مرے دامان سے نکالے جاتے

نقش الفت دل حیران سے نکالے جاتے
 خیر در کے ترے دربان سے نکالے جاتے
 نخت دل گردل گریا سے نکالے جاتے
 دلولے عشق کے جاتے نہ مرنے طبیب
 دو گھڑی اور نہ آتا وہ اگر ساقی مست
 و ہوم ہو جاتے زمانے میں سہار گل کیا
 کبھی بقراط سے جاتے نہ مرے خوش خون
 دل جراتے تھے جو تیغ نگہ قاتل سے
 کھول دیتے وہ اگر گیسوئے مشکین اپنے
 نہ بگڑتی نہ بگڑتی کبھی ہے اوسٹے
 مدد اے دست جنون ضعف تو نگاہ ہو
 صفت شمع جلاتا وہ اگر محفل میں
 پہاڑ کر پھینک دیا دشت جنون میں اسکو

منہی روز جزا راگ جلاتا یہ جنون
 بے سزا خنجر کے میدان سے نکالے جاتے

جسکو ممکن ترانہ را ہے
 اپنا اس دشت میں گدرا ہے
 دل میں جا دی ہے عشق جانان
 رسم و زال سے نہیں دبتا
 کشتی نوح پر چڑھے وہ کون
 پہننے مالے نہیں کئے پیہم
 کو بکو بھررتے ہیں وہ نمل مہا
 بوئے کا کل سنگا کے ہونٹ اورا ہے

یا را اللہ کا وہ پیارا ہے
 شیر گرد و ن جان چکا را ہے
 جن بڑا عیشے میں اوتا را ہے
 نفس سرکش کو جسے مارا ہے
 جسکو اللہ کا سہارا ہے
 یا رشب بھر تجھے پکارا ہے
 آنکو جو بنے یہ اُبھارا ہے
 کیا صبا تو نے جال مارا ہے

گر مئی حسن و سر و دھریے مہر طلعت ہے ماہ پارا،
 بھر عشق صنم ہے وہ دریا جسکا ملک عدم کنارا ہے
 نفس سرکش کیا ہے قابو میں آج اک شیر پھنے مارا ہے
 کس سعادت پہ ہر ہاؤ خاک اُسکے صدقے میں کل اوتا را ہے
 مرغ مضمون کا کھیلتا ہوں شکار شیر بچا را کیا چکارا ہے
 دولت وصل اتمہ آئی ہے خوب یاروں نے مال را ہے
 پھونکا ناخوس گھے دلنیان اسکو کس طرح بکارا ہے
 عشق جانکاہ و حسن روز افزا یہ تمہارا ہے وہ ہمارا ہے
 نہیں پہنے کیا ہے ناٹھ گرم آج دشمن کو بان مارا ہے
 منتھی میں کھون کا روزِ جبارا

یہ گنگا رہی تمہارا ہے

قہر اسبت کی چا پلوسی ہے دولتِ دل ہماری موسیٰ ہے
 خون عشاق کا خدا حافظ آج مہدی تری لھوسی ہے
 گل گھلے میں مہکے ہو چین یار کے پیرہن کی بوسی ہے
 جگر و دل کہیں نہ جلتے ہوں کچھ کبابوں کے آج بوسی ہے
 منتِ حق سمجھ کے کھا ہوں

جو کہ قسمت کی مابسی کو سی ہے

کوچے سے ترے عاشق شیدا اُجڑ گئے او بے خبر صنم ترے بھن سے جڑ گئے
 تم سے تمہارے عاشق نیدا اُجڑ گئے لوزیم تیغ عشق کے انگور سڑ گئے
 فرما دو قیس و امق و منصور مرٹے دیوانگان عشق کے جھکڑے بٹڑ گئے
 گاہے گئے جوم کو گئے دیر کی طرف اس ہستی کے دورِ بے مین کیا بھر پڑ گئے
 پٹکے عرق کے قطرے رخ ماہ و ش سورا گویا چراغِ طور سے یہ پھول چھڑ گئے
 برسوں کیا ہے حسنِ سینان کا اتھان میزانِ چشمِ مین یہ گہرِ خوب تڑ گئے

کیا کیا حسین جوان ہوئے غامانِ جزا
 شیرِ نگِ حسن پر ترے آیا نہیں زوال
 آنکھیں جفا و جور سے عاشق نے پھیر لیں
 دل میں ہوئے حرصِ زما نیکی بھر لئی
 فرما دو قہسِ عشق سے دل شاد کر چکے
 احوالِ شہِ مہرِ ی کا جدمِ بیان کیا
 اور صاف منہ تھی نے نہیں زلف کئے

زنجیرِ آبنی پئے عشاق گہڑ گئے
 جامِ مینِ عکسِ فلک ہوئوں کی لالی نہ ہوئی
 کوئی کتاب ہے کند اشکو کوئی مارِ سیاہ
 رازِ منصور کا ہرگز نہ سمجھ میں آیا
 کچھ تو کینِ دل زار کی ہوتی یا زار
 لقمہِ احمد رہا یا ر سے عشق صادق
 منصبِ قیس ملا تجھ کو نہ ملکِ فرما د
 عینِ خلوت میں جوارِ شاد کیا کرتے ہو
 نہ پذیرا ہوا اشکو کبھی حرفِ مطلب
 غم رہا دل میں کبھی عیش رہا تا دمِ رست
 اولہ

اس دیکے لگانے کی سزا
 بیان چاتی ہے سانپ لوتا ہے
 اغیار کی یہ بند ہی ہوا ہے
 کیا جانے دل کو کیا ہوا ہے
 بیمارے عشق کی دوا ہے
 جو کچھ کہ ستم کر دیا ہے
 وہاں گیسوئے مشک بوکھلا ہے
 جلتا نہیں ہے چراغِ اپنا
 پہلو میں نہیں قرارِ اسکو
 عتابِ لبِ ایضم تمھارا

لب تک لانا نہ رازِ آفت
 اختیار میں یا رتھپہ چھائے
 سوزِ تپہ ہجر یا رکا حال
 کب تک رنجِ فراق یا رب
 وصلت سے ہے ہر اک سزاوار
 جسکو نہیں لطفِ عشق بازی
 زیبا ہے غرورِ آج پیار
 لب پر ہر دم ہو ذکرِ گیسو

ہر بار سے بھی امیدِ وصلت
 اسے منتھی تجھ کو کیا ہوا ہے

آپ آئے تھے جہان جفا کے لئے
 پاؤں میں کو چہ توکل میں
 تیرے بازارِ دعو میں گردوں
 آکھیں تو مرے قفس کے طرف
 ہر تہِ نماکِ فرشتہ خاک لگا
 سر آہوں نے اپنی گلشن میں
 جائے بھی کھین خدا کے لئے
 ماتھا اوٹھتے نہیں دعا کے لئے
 ہم بھی آئے ہیں اک قبا کے لئے
 اے نسیمِ جہن خدا کے لئے
 تباہ کے واسطے گدا کے لئے
 چٹھڑے دا میں صبا کے لئے

سراٹھائے ہیں خارِ دشتِ جنوں
 منتھی سے برہنہ پا کے لئے

آتش ہے عشق یا رکے گھر گھر لگی ہوئی
 بیجا ہے خطا میں وصل کا پیغام یا رکو
 یہ دل بچے کہ صورتِ پروانہ جل بجھے
 ہو انتفاغِ قاصدِ دلدارِ اندون
 میخواروں کا ہجوم ہے فصلِ بہار میں
 یہ آگ ہے جہان میں برابر لگی ہوئی
 ہر پیشِ شاہِ فردِ مقدر لگی ہوئی -
 گو شمعِ رو سے ہے مری یکسر لگی ہوئی
 نیت ہے اپنی سوئے پھیر لگی ہوئی
 دوکانِ شمع پہ ٹٹٹی ہے اکثر لگی ہوئی

زنجیر دیکھا ہون میں اکثر لگی ہوئی
 رکھنا نہیں کسی کی وہ تل بھر لگی ہوئی
 بچھنی نہیں کسی کی برا در لگی ہوئی
 اک تیغ تیز ہے مرے دل پر لگی ہوئی
 دھونی تری کہاں عز قلندر لگی ہوئی
 ہر آنکھ اپنی سوئے صنوبر لگی ہوئی
 نمت ہے پھر جان کی سر پر لگی ہوئی
 دمان گھات بن عز رلف مضمر لگی ہوئی
 اس گنچے میں بازی ہے اتر لگی ہوئی
 یہ شاخ ہے جھانکے سر پر لگی ہوئی

بنتے میں قصر و باغ ہے عیش و شادی

دمان موت گھات میں ہر برابر لگی ہوئی

نظرون سے اک جان کے جونا پدید ہے
 قفل در قبول کی یہ ہی کلید ہے
 آفتاب دہر کا کوئی فتنہ مرید ہے
 عاشق ہے وہ مرا جواز لکھا سید ہے
 ذکر قدیم ہے کہ بیان جدید ہے
 اتنا کبھی کہنا نہ یہ میرا شہید ہے
 دار و پے اسکا نام نہایت مفید ہے
 یعنی شباب بیا رہے ہنگام دید ہے
 جس گراں ہوا کی کہاں پر خرید ہے
 جب سے قاتلے یار کی قطع و برید ہے
 ذکر کلام بیا کہ کلام مجید ہے

وہ بات کیا ہے جس کے سبب رہا آپ کے
 جب پھیرتا ہے چشم مروت وہ بیوفا
 کھوسکتا کون ہر چپ الفت کو یار کی
 برق نگاہ یار کا مد سے وہ بیان ہے
 بولے وہ ہنس کے عاشق شید کو دیکھ کر
 ہم دکتے ہیں قامت رعنائے یار کو
 جو کچھ کہہ دیا تھا ہوا جو کھا کبیا
 عازم ہے دل بیان رخ زگیں کا دید کا
 جیتوں فار عشق میں نامح میں کس طرح
 بولے صنم بھری ہے ہر اک کے دماغ پر

مکمل ایسی کی کوئی دیر وید ہے
 وہ دے اتر زبان کو مری کیا بعید ہے
 خال یہ نہیں ہے تیغ شمشیر پر
 کہنے لگا وہ شب کو سر بنم زاید ہے
 شکر شب فراق کے صد ہو کو یوں کہا
 سو بار بعد مرگ مری آیا گور پر
 شب کو شراب زاب مجھے دیکے یہ کہا
 چو ش بہار ہے چین روزگار پر
 یتا ہے کون بیان سر عشاق با وفا
 میان جامہ حیات کی اوڑتی ہیں بچیاں
 کیا وصف دے یار ہو صورت ہر نوری

پردہ نشین بار سے کھینچو تو قاصدا
بندہ کمال آپ کا شتاق دید ہے
اس بت کو چھوڑ کر حسرت و دیرپائی
عقل شریف سے یہ نہایت بعید ہے
طاقت گسٹی شباب شا بال پک گئے
اب بھی وصال یار کے چکواں ہے
کننا دکھا کے نامہ اعمال منٹھی

جو کچھ کہ لکھ دیا تھا یہ اسکی رسید

شب وصل بار نصیبِ غم و رنجِ دل سے بعید ہے

یہ جو رات ہے شبِ قدر ہے یہ جو روزِ دہم ہے

وہ اٹھا کے خیرِ تیز دم لگا کھنے مجھے یہ ہو ہم

اسی سن بے برے اسیرِ غم در عشق کی یہ کھید ہے

ہوں خراب عاشق با وفا کرین چنِ ناسق و بیجا

تری عقل کے یہ خلاف ہے تری شانے یہ بعید ہے

مین دکھا کے خطِ عمل دلا یہ کھولگا حشرِ مین بر ملا

وہ جو کھتا تھا ازل کے دن سو یہ پڑھ لو اسکی رسید

یہ کھولگا عاشق زار سے اسے پوچھ لے تو ہزار سے

کسین عشق گیسوئے بار سے تجھے نہرِ مارِ سعید

یہ بشر ہے شعبہ جہانِ یہ جہان ہے نرمِ ساغرِ ان

یہ مکان دھوکے کا ہو مکانِ یہ زمانہ قابلِ دید ہے

جو تمہارا منٹھی زار ہے یہی کہنا لیل و نہار ہے

اُسے ذوقِ طاعتِ بار ہے جو ازل کا نکل سدا ہے

سامنا بہون دیا جامِ سئے آلود سے

دولت و صلتِ مین یارِ جانکا کھٹکا ہو کر

خال لبِ بار سے ادولی مغرورِ ڈر

گر می سادہ رخاں دلو کر گی کی باب

چاہے کتنا حذر آتش بے دود سے

منہ نہ کبھی پھیرنا طاعت معبود سے
ایسی ہوئی کیا خطا عشق کی چھوڑ سے
ہر مری شئی گندھی آب گل آلود سے
عشق نے بای نود ایک سری بود سے
آدمی لاچار ہے عادت معبود سے
شاد تو ہو گا فلک لب سرے بہود سے
رابطہ یہ کیونکر ہوا آتش و بارود سے
دانت نہ تھے جگمہری سیر کیا دود سے
پوچھوں گا اکدن ضرور حضرت داد سے

دولت وصل منم ہوتی ہے کیونکر نصیب

پوچھوں گا اکدن ضرور طالع معبود سے

گدا کو بور یا بتر ہے شاہو کی نہالی سے
ہوئی ہر موج می کی شاخ گل ہونٹوں کی لالی سے
مڑے لوٹے بن بنے تیری تصویر خیالی سے
مقابل کا نہ چینی نہ کر جام سفالی سے
امید بار کب ہو باغبان کو خشکالی سے
تنفر دل کو رہتا ہے ہمارے مہر جالی سے
تنفر جس طرح ہو میکشہ کو جام خالی سے
ہمارا چلو بھی بھر دے شراب پر نکالی سے
زمین دیتی بنین ہر اک جا کی پامالی سے
کر گیا قتل عاشق کو مگر بیخ لالی سے
خدا محفوظ رکھے ہر بشر کو خشکالی سے
لگا تے منہ نہیں میکش کیدن جام حالی سے

عاشقی یار سے اٹھانا نہ دل
کر دیا فرمان پذیر بندہ ناچر کا
خشک و تر دھڑ سے ہو گی نہ فرصت کبھی
حسن کی جلوہ گری دید سے برے ہو
عاشقی یار کا راز صحا مانع نہ ہو
دولت وصل منم کب ہو گوارا تجھے
گر درخ آتشین ہے جو خط غبرین
دانت دے بہر دیا نشتون سو منہ مرا
یار کی تقریر سے آپ بھی کچھ مین خبر

نہ خواہش منہ جیم کہ نہ مطلب فرس خالی سے
لگا یا اس نے نہ جام شراب پر نکالی سے
کوئی جا کر کہے اتنا ہمارے لاو بالی سے
نہ رکھ سر غیر کا زانو یہ اپنے بت نادان
واقع کب ہو دست بے کرم سے مردِ عاقل
ریاضی نقش سجدہ و ارج پیشانی سمجھتے ہیں
خذر رہتا ہے چشم بے مروت سر مجھے مرد
نجم می جھکو چاہے بخش دے اوساتی گردو
خدا جو رے ڈرتے نہیں ہر غاکار ایدل
بھو نہ کو تانا ہے ہر گھڑی ظالم سر محفل
نہ مانع گرمی عاشق کا ہو موم سگم مین
دل بے عشق جانان کے صفت کرتے نہیں نہ

شبابِ آخرہ ہوا ہر عضو تنکی گہٹ گئی قحط
مگر ہم چوکتے اب تک نہیں ہنریکھا بھالی سے
اُسے زنجیر بھائی گئی منت کے چلتے
رہا ہے عشقِ جانان منتھی کو غوردلی سے

قافلِ عالم سے کیا مارا نہ ہے
ہر مسکان میں جلوہ جانا نہ ہے
چھین لیگا ہر زلفِ عنبرین
لوگ کہتے ہیں جیسے پیرِ معان
حلقہٴ اعدا میں ہے وہ سیم
جبرِ بگمہ چلتے تھے کل جامِ شراب
بیعتِ دوست سب سے یہ اکھلا
کیون نہ پھانسی دولتِ دنیا میں
مردِ آخر میں کے آگے منعون
کام کیا ہے اُسکو ملکِ مال سے
ہجر میں اشکِ سلسلِ زاہدا

منتھی زیرِ قدم اُس یار کے
سر کا نا سجدہ اشکِ رانہ ہے

دولت و صلت نہ اٹھ آئی اگر بدیر سے
کوئی کھدے جا کے چپے واعظِ بے پیر سے
عاشقِ جانبار ہوں پیدا ہوں مفتونم
جی ہی دینا ہو نگاہِ یار کا مارا ہوا
خواب میں و صلت ہر بیماری میں قہر
تنگ آیا ہوں میں ایسے خواب کی تعبیر سے

مانی و بھرا دے دیکھا مرتعِ جہترا
ننگے بت ہو گئے خاموش و تبصیر

کشت عشق پہ قادیو مراد دل ہو جائے
دولتِ حسن سے اٹکے جو مقابل ہو جائے
عہدِ پیری میں برہمن یا نہرہن بنوئی کوں
دم نکل جائے تو ہر عضو بدن کو ہو سکو
یار اٹھ جائے بغل سے جو دم بادہ کشی
فاش پردہ ترا سے صاحبِ محل ہو جائے
چشمِ دیدار طلبِ کائنات ہو جائے
صبح کیا جائے کیا حالتِ محفل ہو جائے
شمع بجھ جائے تو خاموش یہ محفل ہو جائے
سنتِ دل صفتِ آئندہ دل ہو جائے

ولہ

حسن کی دل میں مردِ جلوہ گری رہتی ہے
دل و دان کھتا ہے جیسا کہ رہو جامِ شراب
طفلی و عہدِ جوانی کا نہ پوچھو احوال
بانعِ عالم میں نہیں دستِ کرم کو ہر زوال
باد میں جام و صراحی کے ترے لے ساتی
میں و معشوق سے دولت سے بہارِ گل میں
ہر گھڑی رہتا ہے خالی رخِ محبوبِ دیوان
بیٹھ سی بیٹھ لگی رہتی ہے کوہِ چین ترے
نقدِ دل لیتے ہو ہر ایک کالے بوسوں کنار
ہاتھ پکڑا ہے مرا دستِ جنوں نے جب
بالِ کھولے نہیں پھرتا ہو اگر وہ سفاک
بند اس شیشہِ نازک میں بری رہتی ہے
دانہ و دان اگتا ہے جیسا کہ تری رہتی ہے
بیخودی آگئی تھی اب بے خبری رہتی ہے
شاخ یہ وہ ہے جو پھر ہری رہتی ہے
دل بھرا رہتا ہے آنکھوں میں تری رہتی ہے
چمکیاں رہتی ہیں یاروں کی چری رہتی ہے
آج کل سامنے کو تہ نظری رہتی ہے
جنسِ الفت کی گردان پہ گہری رہتی ہے
آپکے دیوان میں کیا مفتِ بری رہتی ہے
ہر گھڑی مد نظر جامہ درری رہتی ہے
بھر کہو کیوں مجھے آشفہ سری رہتی ہے

رند و دان بسنی میں جیسا ہونم و نمانہ

نیر و دان رہتی ہیں جیسا کہ تری رہتی ہے

جگہ چین میں جو دی ہلکو آشتیان کے لیے
کمال بدر پہ ہر وقت آنکھ پڑتی ہے
بوقتِ نزع کھلا ہم کو یہ ہزار اُمسوس
اُسی حسین سے میں عشاقِ شہرِ آفاق
بڑا کے ہاتھ قدم پہننے باغبان کے لیے
تڑپ رہا ہوں میں اک یارِ نوجوان کے لیے
جانِ حاص لے تھانہ ہم جنکے لیے
فروغ ہو گیا یوسف سے کاروان کے لیے

نہ مضطرب ہو کہ گردش ہے آسمان کے لئے
 نہ میں پسند میں کرتا ہوں اک مکان کے لئے
 دہن کو کھول کے میں رہ گیا فغان کے لئے
 وہی ہے حال دہن میں مری زمانے کے لئے
 مکیں نہ ہوئے قور و فنی نہیں بکائے کے لئے
 ضرور چاہئے چلا دلا کمانے کے لئے

ولم خیالِ حجت پروردگار آتا ہے
 کہ کھینے بٹ می کا سٹا آتا ہے
 میرا نہیں مرا غمگار آتا ہے
 یہ کس حساب کو روز شمار آتا ہے
 کسی کا یاد جو بوس و کنار آتا ہے
 عدم سے آتا ہے جو شکبار آتا ہے
 جو پیک یا رہت بقرار آتا ہے
 کہاں کہاں تجھے عاشق پکا آتا ہے
 ہتھوڑے کے گھوڑے پہ ہر دم سوار آتا ہے
 جو دروہ و مرے ویرا دیا آتا ہے
 خیالِ نافہ مُشک تار آتا ہے
 پکا دل مرا اگر دون و تار آتا ہے

عذابِ نزع چھٹ جائے منتہی دم میں

کہو پکار کے وہ تیرا آتا ہے

قطع کس طرح مرا دستِ تماہور
 بند اس کو زری میں کس طرح سے دریا ہور

بلند رہتہ دلا بقرار رہتے ہیں
 کبھی چین میں کبھی انس گلی کا پھیرا ہے
 نکر کا میں زرا عجب حسین سے فریاد
 نفس میں حال ہے جو بیلِ خوش کامان کا
 فروغِ خانہ دلکو ہے داغِ الفت سر
 عصا ہے قد خمیدہ کے واسطے لازم

جانِ نظر مجھے ابر بہار آتا ہے
 چمن میں ساقی گلگون عذار آتا ہے
 وہ لیکے جامئے خوشگوار آتا ہے
 سوائے حکم ترے کب قدم ہلا کس کا
 لپٹ کے روتا ہوں کیا کیا کھدک بھلو
 خدا ہی جانے کہ کس پھر حق سے چھٹ کر
 اسی بھی برقِ نگاہِ صنم نے پھونکا ہر
 بچا کے دیر میں ناقوسِ دی حرمِ زبان
 بنگ بوئے گل اسکا مزاج ہر لیکن
 یھیں ہوتا ہے مجھ کو مقامِ عاشق کا
 جو دیکھتا ہوں ترا عقدہ شب گیسو
 اٹھایا سر کو افق سے جواہر لورے

دو کس طرح سے یہ خواہش دیا ہو
 کس طرح دل میں ہو اس بحرِ لطافت کا جوا

کو رہو جانے اگر دیدہ . دنیا ہو کے
جانبہ جسم گلی دامن صحرایہ ہو کے
مجھ کو معلوم نہیں باروہ کس کا ہو کے
سی سکے اُسکو نہ گرسوزن عیا ہو کے
یہ وہ قطرہ ہے جو بڑھ جاؤ تو دریا ہو کے
میں سے لبریز ابھی گنبد مینا ہو کے
بہر مرغانِ حین خوب تماشایہ ہو کے
پہر نہ خاموش کبھی شمع مینا ہو کے
وصل ممکن ہو تو پھر حالِ ترا کیا ہو کے
جانبہ گل نہ آئی کبھی سیلا ہو کے
عقدہ محرومِ محبت نہ دلاوا ہو کے

اُس سے ہو سکتی ہے تعریفِ بتِ پردہ بین
منتہی جس نے کبھی آنکھ سے دیکھا ہو کے

جاہ و شہ نہ ملکِ شہنشاہِ یلچلے
عاشق ہوں بارتک کوئی تلہ یلچلے
میں کو مریدِ میکدہ ہمراہ یلچلے
کعبے کو شیخ جائے کلیسا کو برہمن
ان بے نواؤں کا خطِ تقدیر دیکھنا
میں جانتا ہوں نذرِ مقصود سامنے
موقوفِ دیر پر نہ ہو کعبے پہ جذبِ دل
پوچھوں گا وقتِ نزع کسی خاکسار کو
کتمِ عدم سے کچھ کے لایا وجود میں
بازارِ دھرمین دمِ آخر کو نامحیا

جاہ و شہ نہ ملکِ شہنشاہِ یلچلے
عاشق ہوں بارتک کوئی تلہ یلچلے
میں کو مریدِ میکدہ ہمراہ یلچلے
کعبے کو شیخ جائے کلیسا کو برہمن
ان بے نواؤں کا خطِ تقدیر دیکھنا
میں جانتا ہوں نذرِ مقصود سامنے
موقوفِ دیر پر نہ ہو کعبے پہ جذبِ دل
پوچھوں گا وقتِ نزع کسی خاکسار کو
کتمِ عدم سے کچھ کے لایا وجود میں
بازارِ دھرمین دمِ آخر کو نامحیا

جاہ و شہ نہ ملکِ شہنشاہِ یلچلے
عاشق ہوں بارتک کوئی تلہ یلچلے
میں کو مریدِ میکدہ ہمراہ یلچلے
کعبے کو شیخ جائے کلیسا کو برہمن
ان بے نواؤں کا خطِ تقدیر دیکھنا
میں جانتا ہوں نذرِ مقصود سامنے
موقوفِ دیر پر نہ ہو کعبے پہ جذبِ دل
پوچھوں گا وقتِ نزع کسی خاکسار کو
کتمِ عدم سے کچھ کے لایا وجود میں
بازارِ دھرمین دمِ آخر کو نامحیا

صبح وصال یا رہمن بھی نصیب ہو تقدیر جانبِ کمرہ ماہ لے چلے

دل نابلد ہے راہ سے قاصد ہونا پڑے

کوئی بتان بن اب بھین اتد لیچلے

آج تقدیر اپنی لڑتی ہے	یا یہ واغیار سے بگڑتی ہے
ایک تلوار دل پہ پڑتی ہے	بیکہ قاتل سے آنکھ لڑتی ہے
میری قسمت زمین پکڑتی ہے	حاکساری پہ باندھا ہوں کمر
جبین دنیا کی چیر تڑتی ہے	یہ وہ میزان چشم ہے اپنے
کوہساروں سے آگ چھڑتی ہے	پھونکتے ہیں تبارِ گرہ گرم
چیز جو بنتے ہے بگڑتی ہے	کر نہ یاد شبابِ پیری میں
باتیں بیلِ عبث تو گھڑتی ہے	گوشت گل کر ہے چشمِ نابینا
روحِ قالب سے اب بچھڑتی ہے	میری آغوش سے وہ جاتا ہے
بھرکین آجکل بگڑتی ہے	آئین بھر صنم چڑھاتا ہے
کیسی بستی یسی او جڑتی ہے	طاف ہوتی ہے طاقت ہر عضو
محاسن سی اک جگر میں گرتی ہے	یاد آتی ہے جب وہ نوکِ مژہ
شگ ریزوں سے آگ چھڑتی ہو	گریبان کرتے ہیں بتِ کم سن
خاک آنکلی پڑی لٹھڑتی ہے	رعب سے خلبے کا نستی تھی زمین

منہی تری سخت جانی سے

سوت بھی اڑیاں رگڑتی ہے

تجھے دیرِ جب نامہ بر ہو گئی	میسبت مری جان پر ہو گئی
اجل مجھے تو بخیر ہو گئی	شبِ پیر اکثر ادھر ہو گئی
مگر خشک تھی سناخ تر ہو گئی	کسا آہ لئے میری پیدا اثر
فضا میری جھکو پیر ہو گئی	وہ کل کچھ کر تیج کو رہ گیا
خوش اپنی شمع سحر ہو گئی	مٹا حمدِ پیری کا داغِ دلی

مٹے دل سے چھالے تپ چہرے کے
 لے آیا پیام وصالِ صنم
 ہوا پیری میں پوشِ عہدِ شباب
 دکھاؤ لگنا نامحِ تجھے حالِ یار
 رُیا دیوِ فرقت کا وہ سامنا
 ہوا محکومِ نارِ نظر کا گمان
 بایضِ سحر ہوگی فردِ عمل
 کما دردِ فرقت تو نہسکر کہا
 خطِ شوق کھکھکے کے عاشقِ مولا
 کیا کامِ دل کا جگر کا کبھی
 پھر سے مردمِ دیدہ اس تکو کیا
 رنگِ گل کا مجھ کو یقین ہو گیا
 عدم سے ہوا مجھ کو ممکنِ وجود
 فغانِ کشِ ہر مخطرے عقلِ دلی

یہ شاخِ اجکل بے ثمر ہو گئی
 مری زندگی نامہ برس ہو گئی
 کھلی آنکھ جسمِ سحر ہو گئی
 کششِ دلیں پیدا اگر ہو گئی
 کہ اپنی طبیعتِ نڈر ہو گئی
 وہ نازکِ تنھاری کمر ہو گئی
 اگر دل سے یہ چشمِ تر ہو گئی
 تنھاری بھی یوہینِ لبس ہو گئی
 عبارتِ بڑی مختصر ہو گئی
 نگہِ تری تیغِ دوسر ہو گئی
 خدایِ ادھر سے ادھر ہو گئی
 یہ اس گل کی نازکِ کمر ہو گئی
 کہ ہر معنیِ طبیعتِ کدہ ہو گئی
 کسی بد نظر کی نظر ہو گئی

بچا شبِ مرے ہاتھ سے فتنہ جو
 بیانِ منتہیِ خیرِ شہر ہو گئی

عشق تو شایانِ دلِ ہر عشق کو دل چاہے
 بادشاہوں کو مبارک تخت و تاج و کلا مال
 دیر ہو دی یا حرم یا ہونِ خراباتِ منشا
 انتظامِ ملکِ وحشت کا عاقل کا نہیں
 دیکھتے ہوا کہ نظر سے عاشق و فاشق کو آیا
 منہ مری جانب کو کر کے آج کہتا ہر دہنم
 رکھے آنکھوں پر اس دلیں جگہ پھر دیکھے

می تو قابلِ منہ کے ہر منہ کی قابلِ چاہے
 ہوں گدا سے دہر محکومِ نفسِ عادلِ چاہے
 کوئی ہو بندیکو راہِ عشقِ کاملِ چاہے
 اس علاقہ کے لئے دیوانہِ عاملِ چاہے
 آدمی کو امتیازِ حق و باطلِ چاہے
 بارِ الفت کا ہین بھی ایک عاملِ چاہے
 آند اس محبوب کی منزلِ منزلِ چاہے

ایسے بے مغزون کو پیاری نہر قاتل چاہئے
حال سے ہو جائے ہر اک اپنے غافل چاہئے

بد مذاق تو کو نہ دنیا سا قیا جام شراب
جلوہ دیدار دکھلا نیکو گر اٹکے نقاب

ولہ

جفا کی بے گنا ہوں پر جفا کی
نصیحت بھوکو پیر پار سا کی
رہی سچاں فکر و صلت انتہا کی
ہر اک حالت میں دل کا با جگر کا
نوشہ فروست کا مٹی کتب
شا کر عاشق شیدا کو ظالم
اوڑا کر دشت و خشت سہ کیک ایک
لاٹک تک لگے دم بھرنے اُسکا
کروں گلشن میں جا کر آہ گر سرد
شب و صلت بڑھی پیاری عشق
لپٹ کر آئی ہے کاکل سے اُسکے
حریصِ خیم شاہنشاہ عالم

کہ جسے عشق بازی کی بنا کی
مفید اک موج ہے باد صبا کی
وہاں قنوت مری مجھ پر نہا کی
نگاہ یار کام اپنا کیا کی
سہر ممکن نہیں تیغِ قضا کی
جان میں اپنے اوپر خود جفا کی
صباح کچھ ہماری خاک کیا کی
مرے محبوب نے کل وہ ادا کی
بہت برباد ہو مٹی صبا کی
عجب تاثیر دیکھی اس دوا کی
بسی ہیں شک سے بغلیں صبا کی
مری نظروں میں کشتی ہر گدا کی

جہان کی بحر میں سو بار دیکھا
نظر آئی نہ صورت آشنا کی

عاشق یا ر جفا کا ہوا چاہتا ہے
دل کا ہر ایک خریدار ہوا چاہتا ہے
دل رہ عشق میں ہوشیار ہوا چاہتا ہے
دل کو وحشت سے سروکار ہوا چاہتا ہے
آئینہ کا وہ طلبگار ہوا چاہتا ہے
شیفتہ ہوتا ہے زلفِ بت ہر جا ہے

سر مرا تنکو مرے بار ہوا چاہتا ہے
گھر مرا مصر کا بازار ہوا چاہتا ہے
صفتِ دیدہ بیدار ہوا چاہتا ہے
یہ تماشا سیر بازار ہوا چاہتا ہے
حال سے اپنے خبردار ہوا چاہتا ہے
دل کو سودا سیر بازار ہوا چاہتا ہے

آئینہ رویوں کا رہتا ہے تصور مجھ کو
نغمہ لبیل گزار پسند دل ہے
دبدم تو لتا ہے تیغ نگہ کو اپنی
تاک جہانک اوسکی طبیعت کو لگی رہتی ہے
مُنکے احوال محبت مرا بولا وہ شوخ
تیفہ دستِ خائیکا وہ ہوتا ہے کبھی

اُسکی زلفوں کا تصور مجھے رہا ہوں

دل بلا وینِ گرفتار ہوا چاہتا ہے

اسیر عشق کی ایدل رہائی مشکل ہے
سکال عشق کی دل میں سمائی مشکل ہے
غبارِ خطِ کفل آیا ہے رُوئے روشن پر
مدام میں مٹی عشرت سے چور رہتا ہوں
جہان میں شاہ کو ہر ایک نشی پہ قدرت ہے
غور شاہ کو زیبا ہے جس قدر ہو
سرِ غرور تجھے عجز ہے مجھے زیبا
ذرا بھی تجھ میں محبت کی بونہیں پاتا
فغانِ سوال ہے جسکا صدا ہے آہ دلی
یقین ہے کہ چہرہ کا کل میں دل کا ہجانا

حرم میں دیر میں ہے سہل تر تجھے جانا

مگر مرے درِ دل کت رسائی مشکل ہے

نفسِ سب پلید کو گر اپنے مارے
اَس گل کو جو شگل میں یہ کھکھڑاتا ہے
پھر مریخِ د کو پچھانے پھر جال مارے
ماتند شیرِ دشتِ جہان میں ڈکارے
گلشن میں غنہ لب کو ہلکے پکارے
پھر ہرے کو آپ کے گیسو سنوارے

پیری میں کیف عشق سے توبہ تو کیجئے
گرداب بحر عشق کے چکر میں رات دن
دل دے کے جو روضہ ظلم کا شکوہ نہ کیجئے
اہل ہوس کی دہر میں مٹی خراب ہے
مانند زلف غیر کو کیوں سر چڑھائے
پیدا کرین اثر جو درِ اشک نا صحو نہ
حبز میرے دل آپ کی گلتی نہیں کہیں
نالہ جو زرب تیغ کیا مین نے جس گھڑی
توبہ شراب عشق سے کس طرح کیجئے
کیا کیا نہ دوست اپنے میان عدم گئے
اُس بُت کے بحرِ حسن میں دل کو ڈبوئے

منظور ہو جو راحت کو نین منہی
تا توں کو کھینچ لیجئے پاؤں پاؤں

میٹھی ہے ایسی بات اُسکی
سمجھانہ میں ایک بات اُسکی
عالم ہے بے ثبات ایدل
مہ اسکا ہے آفتاب اُسکا
کس نہ سے کروں میں وصف اُسکا
ممبر پر جو بک رہا ہے واعظ
ہے دولتِ حُسنِ پارس تیرے
ہے جو کہ شہیدِ تیغِ تسلیم
دم دیکے نہ نقد دل کو لیلی
جو دل کہ ہے غرقِ بحرِ دنیا

نونڈ ہی ہے اک نبات اُسکی
مجھ کہیں کائنات اُسکی
اک ذات کو ہے نبات اُسکی
دن اُسکا ہے اور رات اُسکی
ہے عقل سے دور ذات اُسکی
کب سنتا ہوں خیرات اُسکی
دینا نہیں کیوں دکات اُسکی
بے مثلِ خضر حیات اُسکی
چل جائے ہمیں نہ گھات اُسکی
کیونکر ہوگی نجات اُسکی

دل جاتا ہے سوئے کوئے قاتل خالق رکھے حیات اُسکی نہ
 دم سے کئے لے آیا یار کو دل کیا رہ گئی آج بات اُسکی
 تنہا نہیں منتہی کسی جا نہ
 تقدیر ہے اسکے ساتھ اسکے

دشمن و دوست کی تہ پیر سے کیا ہوتا ہے
 تو وہ خاک ہے انسان کا جسم خاک کی
 فرقت یار کا جو کچھ کہہ صدہ دل پر
 عاشقوں کو نہ ڈرا حشر کے دئے وعظ
 سر نوشتہ ازلی سے نہیں پھر سکتا ہونا
 دل جو رہتا ہے زمانے کی کدورت سو بری
 نقد دل دیتا ہوں بوسے کے عیوض میں پیار
 زور و زجھ کو زمانے میں میسر ہوئے
 صدہ جوت گذرتا ہے شب فرقت کا

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے
 ایک جھونکے سے ہلکی وہ ہوا ہوتا ہے
 لائے اسکو زبان پر تو گلا ہوتا ہے
 روز فرقت انین روزِ جزا ہوتا ہے
 پھر جو ہوتا ہے مرے حقین بجا ہوتا ہے
 آئینہ سے ہی زیادہ وہ صفا ہوتا ہے
 جو بھلا کرتا ہے اوسکا ہی بھلا ہوتا ہے
 عشق کا فن اُسے البتہ روا ہوتا ہے
 شب وہ ہوتی ہے میں ہوتا ہوں صاف ہوتا ہے

ولہ

کلی جو گل کی چنگ رہی ہے طبیعت اپنی کھٹک رہی ہو
 جان میں دشت بہشک رہی ہے ہزار سر کو ٹپک رہی ہے
 چمن میں ہو جو کہ شاخ سنبھل عروس گل کی وہ یا ہو کمال
 تجھے خبر ہے کچھ اسکی بلبل جا اسکے ننھ پر ٹپک رہی ہے
 وہاں مجھے شوقِ دل تو بجا جان نہ ساغر نہ ہوئے مینا
 بزمِ ساقی ہر اک بیٹھا شراب خالص ٹپک رہی ہے
 چمن میں بلبل ہی پکار رہی نو میکشون کی پھر آئی باری
 زبان پہ شیشی کے ہی یہ جاری شراب لویہاں ٹپک رہی ہے
 کہیں پہ مجمع ہے میکشون کا کہیں اکھاڑتے ان بتوں کا

کھین برستا ہے باد لون کا کھین پہ پھلی چپک رہی ہے
 مژہ کی الفت میں زار بنکر رہا ہوں مومی نگار بنکر
 یہ سانس سینے میں خار بنکر جگر کے اندر کھٹک رہی ہے
 نہ اسپین آئی ذرا کدورت گلون کی سیلی نہ سباحت
 صبا چمن میں بے لطافت گلون کے جامی ہشک رہی ہے
 نہیں بگولا سیانہ مون جو مجھ سے پوچھو تو صاف کہہ دوں
 تلاش میلی میں روح مجنون ہر ایک جانب ہشک رہی ہے
 غورِ حُسن اے نگار کب تک چمن کے اوپر بار کتبک
 رہو گے زیب کنار کب تک خزان ہر اک گل کو تک رہی ہے
 جہان نہ بھی نہ سیکدہ ہے عجب طرح کا مگر سا ہے
 خیمِ فلک میں یہ کیا بھرا ہے شرابِ صافی ٹپک رہی ہے
 کھون میں فقرہ وہ ہے ہنسی کا چراغِ محفل کا ہے فلتا
 چھٹا جو شملہ ہے جو شیخ جی کا یہ انکی شیخی لٹک رہی ہے
 بار لا یا ہے ساغرِ گل بھرے ہیں گویا پیالہ مل
 نہیں ہے محفل میں شورِ قفل چمن میں بیل چمک رہی ہے
 لڑائے کنسی ہے آنکھ اوپر نگاہ اسکی ہے مثلِ مخمر
 میں دیکھتا ہوں کہ چشمِ اخترِ فلک کے اوپر جھپک رہی ہے
 ہمارے دل میں نہیں ہر کئیہ کہ جیسے مجرم ہو گئے
 یہ بحرِ ہستی کا ہے سفینہ اسی پہ دنیا پہرک رہی ہے
 ہمارے دورِ میکشی کی گلون کی رنگت ابھی ہو پھلکی
 عجب حالت ہو منہی کی ابھی سے چھاتی دہرک رہی ہے
 نعل میں یا رہی جامِ آفتاب ہے عدد کا آتشِ حرمت ہو دل کباب ہے
 دہرا ہے جب سے قدم کو چہ محبت میں بہت تباہ رہے خانانِ خراب رہے

فروغ حسن کا رُخِ ترے حجاب ہے
جزا کے روز ہر اک شخص بے حساب ہے
کہو تو کیا ہوا اگر بار بے نقاب رہے
چمن میں جیسا کہ پھولا سدا گلاب رہے
نزار طرح کے دل پر مرے غلاب رہے
گھر کی طرح سے ڈوبے میانِ آب رہے
کہ جس سے یار مرے نورِ آفتاب رہے

و فورِ نور ہوا مانعِ نظارہ مہر
کھلے جو دفترِ طولِ گلِ مرا و اعظ
فروغ حسن ہے پر زمین پھٹک ہی رہی
رہیں شگفتہ مرے دلمیں داغِ عشقِ مدام
قدم پہ تا کی رہے کوئےِ محبت میں
ہوئی کبھی نہ زمانی میں آبر و زبری
فروغ حسن وہ جھکو دکھا دی پر دیے

ولہ

قابو میں دل ہے اپنے نہ پھلو میں یار ہے
مکن خدا کے فضل سے سیر و شکار ہے
سوسم میں گل کے دیکھنا میں ہوں نزار ہے
گو یا کہ آصحنِ باغین ابر بہار ہے
آئینہ وار ہے وہ اُس سے دو چار ہے
جو بن پہ اُس پر یکے عجائب بہار ہے
صدقے ہزارِ نائمہ نیک شتار ہے
غصہ ہے درد و غم ہے شبِ انتظار ہے
اُسجا پہ خار چاہے اجھا بہار ہے
جکا بگولہ نام ہے اپنا غبار ہے
ہر سمت اونکا شور ہے ہر سو پکار ہے

شب کو نہ چین ہے نہ تو دن کو فراخ ہے
نظارہ حسن کا ہر شب وصلِ یار ہے
سنتا ہوں اُسکی نغمہ سرائیکی دہوم دہا
آغازِ خطِ سبز ہے روئے شکار ہے
بس دل وہی کدورت دینا ہے دور ہے
مرتے ہیں اُسپہ عاشق و معشوق لڑا
اک ایک عقدِ کوئےِ مغرب پہ یار کے
وہ آشنائے حال ہیں وہیں شفیقِ حال
اخیار کا تو یار سے ایدل گلا نہ کر
اُسکے سمندرِ ناز سے اُٹھا تھا ابدن
آئی بہار پھرتے ہیں دیوانگانِ عشق

فرزندِ ارجمند سے ہے یارِ متقی

دنیا میں نام نیک شایا دکا رہے
نے جو شیر و خنکر پھر جدائی شکل ہے
در قبول تک اُسکی رسانی شکل ہے

اسیرِ عشقِ صنم کی رہائی شکل ہے
دعائے دولت و صلت تو میں کہوں لیکر

کلام یار سربزم سن کے آیا ہوں
چپ غنڈ لیب چمن خوش فوائی مشکل ہے
مرید پیر خرابات میں ہوا تو کھلا
اے شیخ شہر بہت بار سائی مشکل ہے
کھوٹکا بیل باغ جان سے میں چلے
خمشوٹے رہے بہت خوشنوائی مشکل ہے
خبر ہے تجھ کو اگر یار سخن اقرب کی
یہ وصل وہ ہے کہ جسکی جدائی مشکل ہے
کھلا یہ کوئے محبت کے رہنے والوں نے

تری گلی کی نہایت گدائی مشکل ہے

ہوا ثبوت جان میں بہار آتی ہے
کہ ہر طرف سے مجھے بوئے بہار آتی ہے
چمن میں آج می خوشگوار آتی ہے
مری امیں مری غمگسار آتی ہے
ہمارے پاس می خوشگوار آتی ہے
کون میں رحمت پروردگار آتی ہے
چمن میں جبکہ عروس بہار آتی ہے
ہزار طرح کا کر کے شکھار آتی ہے
کہ ہر موج نسیم بہار آتی ہے
عجب شان سے فصل بہار آتی ہے
ہزار جانے جو سینہ نگار آتی ہے
کمال خواہش دل ہکوار آتی ہے
دل و جگر کا عیان حال مجھ پر ہوتا ہے
کمال ضبط طبیعت پہ اپنی رہتا ہے
اٹھا کے ماتھ دعا مانگ تا کہ ہو مقبول
چلے ہی جاتے ہیں دنرات یار سو کو عدم
یہ سب نشان ہو نیزنگ ساز عالم کا
نکلتی آہ جو ہنہ وہ شہر افغان
جو شمع آتی ہے وہ اشکبار آتی ہے

عروس گل پہ پڑی اوس تھی شاید

جو شبنم آج بہت اشکبار آتی ہے

وہی جینو سے بیزار ہو گئے تھی سوا ب بھی ہے

وہی فرقت کی بیماری ہو آگے تھی سوا ب بھی

وہ مجبوری وہ نا چاری ہو آگے تھی سوا ب بھی ہے

وہی دل کی گرفتاری جو آگے تھی سوا ب بھی

وہ اُس مہ سے چھپی یاری جو آگے تھی سوا ب بھی ہے

خفی دہلی گرفتاری جو آگے تھی سوا ب بھی ہے

رہ الفت کا جو بان ہوں اُسی کو چیکا پو بان ہوں

وہی گردش وہی حواری جو آگے تھی سوا ب بھی ہے

گریبان چاک رکھا ہوں پریشان حال رہتا ہوں

جنون کی وہ جفاکاری جو آگے تھی سوا ب بھی ہے

وہی لپکا ہے ان آنکھوں کو اپنی دید بازی کا

نہایت سخت بیماری جو آگے تھی سوا ب بھی ہے

وہی ہے انتظار اُس بار پردہ پوش کا ہر دم

وہی آنکھوں کی بیداری جو آگے تھی سوا ب بھی ہے

وہی ہے روز و فرقت شکل غرائیل کے ہم کو

وہی شب موت سے بہاری جو آگے تھی سوا ب بھی ہے

پیام وصل ہے الٹا وہی انکی محبت سے

وہی راہ و فاجاری جو آگے تھی سوا ب بھی ہے

اس رشتہ حیات میں کیونکر نہ بل پڑے

شمیر ناز یار کی جہدم او گل پڑے

نوارہ خون کا دیکھ کے صاحبِ جہل پڑے

الہ دے خوشی تھیں عاشق کے قتل کی

ہر دم کے انتظار میں کس طرح کل پڑے

وعدہ خلاف یار دل بیقرار کو

بے اختیار آنکھ سے آنسو نکل پڑے

یا د آئے جس گھڑی دردندان تر ہی نم

پردہ نشین یار وہ باہر نکل پڑے

اس جذبہ دلی سے میں جو وقت کام لون

کیا کیا نہ اپنے رشتہ الفت میں بل پڑے

کیا کیا نہ پہنچ پانچ کئے ہم سے یار نے

کیا کیا نہ سامنے مرے دشتِ جہل پڑے

پست و بلند عشق کی منزل نہ پوچھے

انک تھے کہ آنکھ سے اک پل میں بل پڑے

نظارہ کرنے ہی میں گرے دلے یکے

کیون دل صفا عارض جان کو دیکھ کر
 بیخود مئے شباب سے رہتو ہو جان جان
 گزری ہیں انتظار میں گل بقرار بان
 کو سون کجی ہماری طبیعت سو دور ہے
 ہے اختیار آپ لیکانک بھل پڑے
 شمشیر نازا ایسا نہ ہو ڈاگل پڑے
 یارب کی طرح سے مجھے آج کل پڑے
 یہ تیغ وہ نہیں ہے کہ کچھ حسین بل پڑے

خالی رہے کبھی نہ شراب و کباب سے
 اوقات منتھی میں نہ یارب مثل پڑے

نقش حب کوئی دکھاتا ہے
 دردِ فرقت کا جب ستاتا ہے
 ہمنے دیکھا ہے رُوئے تابان کو
 شعلہ آتشِ غمِ فرقت
 دردِ دل انتظارِ جانان کا
 فرقتِ مہر و ششِ مین عاشق کو
 میرا جلو ہی مے سے بھر ساتی
 سن چکا ہوں مین گفتگوئے یار
 بھیجتا ہے نہ وہ پیامِ وصال
 بہرِ تسکین یہ دل سے کھتا سون
 اتنا کھیتو ہم بر آس سے
 آئینہ ہوں عمارِ دنیا کا
 سرہ چشمِ سیاہِ جانان کا
 نام تیرا ہی یاد آتا ہے
 وصل کا روز یاد آتا ہے
 مہرِ نظرونِ مین کب سنانا ہے
 آگِ دل مین مرے لگاتا ہے
 گم اٹھاتا ہے گم بٹھاتا ہے
 کس طرح سے قرار آتا ہے
 اور دنگو جام تو پلاتا ہے
 نغمہِ بلبلِ عبث سنانا ہے
 نہ لگی کو مری بجاتا ہے
 یار آتا ہے یار آتا ہے
 دیوِ فرقت ہمیں ستاتا ہے
 خاکِ مین کیون مجھے ملاتا ہے
 کیا مجھے دور کی بجاتا ہے
 دیوِ غمِ ہجرِ یارِ جانی کا
 منتھی کیا مجھے دکھاتا ہے

کہہ دیا ہے جو تونے ہوتا ہے
 وقتِ پیری ہوا تو رہتا ہے
 وہی اگتا ہے جو تو بوتا ہے
 آج فردِ عمل کو دہوتا ہے

موتی کا ٹٹون میں کیوں پروتا ہے
کانٹے دل میں کوئی جھوٹا ہے
چیت کس نیند یا رسوتا ہے
دولت لازوال کھوتا ہے
ایسی کشتی کو کیوں ڈبوتا ہے

دل کو دیتا ہے کیوں پئے دنیا
یاد آتی ہے کاوشِ مژگان
پیرمی آئی شباب چل نکلا
نقد دل دیتا ہے بے دنیا
دل کو کرتا ہے غرقِ بحرِ ہوس

ولہ

جمن میں رات کو جھوکے بہت ہوا کے چلے
غبارِ رستی ناشاد میں ملا کے چلے
برنگ سرو چراغان اسے بنا کے چلے
شالِ شمع ہر ایکِ ستخوان ہلا کے چلے
گلوں کے منہ یہ تماچے بہت صبا کے چلے
چلے تو آپ مگر خاک میں ملا کے چلے
کہ رتے اپنے بہت تہمتیں لگا کے چلے
سمندِ ناز سے دلوں مرے بچا کے چلے
ہزار بار اسی بار آزاں کے چلے
نہ ایسے جھوکے آلی کبھی ہوا کے چلے

وصالی یار میں فقرے بُرے ہلا کے چلے
عدم سے لائے تھے آئینہ دار اپنا تن
ہمارے دل پہ یہ داغِ فراق یار لگے
جہان کی بزم میں سوزِ غمِ محبت سے
برنگِ عارضِ دلدارِ رنگِ لائچہ میں
منشی نے آپ کی پامال کر دیا دل کو
تلاشِ یار کو آئے تھے ملکِ ہستی میں
صبا یہ کھیتو تو اس شہسوارِ عالم سے
عدم سے آئے تھے دنیا میں سیر کی خاطر
کدرتِ دلِ عشاق جسے اوڑ جاتی

مرے طرف سے فقط بھیج کر وہ منہ بٹھا

کبھی جو بزم میں شبنم کے جاکے چلے

رُک گئے سحر سے لعل و گرا آتے آتے
رُک گئے مجھ دل سے شہر آتے آتے
بند کیوں ہو گیا خونِ جگر آتے آتے
رہ گئے چشمِ صرف سے گرا آتے آتے
پھر گیا بارِ مرادِ ابداء پر آتے آتے

رہ گئے اشکوں میں سخت جگر آتے آتے
تیم گئے قطرہِ خونِ جگر آتے آتے
ہوتے ہوتے نہ ہوا معرہِ نگینِ ہزون
تم گئے اشکِ مرے آنکھ سے ڈپٹے ڈپٹے
رہ گیا کھنے پہ غمازِ دیکے سُکُن کے مری

دیدا نقد دل اُس تیکو بغیر از جائے
دیکھتے دیکھتے دیکھیں گے جو ہر طبع
کیا بھرا رنگ کدورت سے یہ آئینہ دل
گردش چشم نے کس کو نہ وبالا نہ کیا
ہو گیا راہ میں کیا ضرر آتے آتے
آئین گے آئین گے اہل نظر آتے آتے
جو نظر آئے نہ وہ پھر نظر آتے آتے
ہو گئے زیر و زبر راہ پر آتے آتے

اشک خونی نہیں آتے میں ہوا نکھون سوز
کیون رُکی منہی دل کی خبر آتے آتے

اوتار امارا اسنے سر آتے آتے
رہا آہ میں کیون اثر آتے آتے
ہوئے سدرہ تیرہ بختی جہا ری
بہان تک کہ ہے آمد و شد نفس کی
چلے راہ وہ پیچ کی اپنے گھر سے
کدھر گم ہوئے میرے ہمراہی یا رب
صفا کیا تھا آئینہ دل کا اپنا
جان فرد عصیان کی دھونیکے خاطر
ہوا غیر کا وہ مرا ہوتے ہوتے
گئی جان پیر غمی میں فرقت سے پہلے
طبیعت ٹھکی ٹھکر کھکھ کے شب کو
جدا وہ ہوا دل لگاتے لگاتے

ہوئے منہی راہ قاصد کی تھک کے
ہوئے بے خبر تم خبر آتے آتے

ہر جدا گانہ طبیعت کافرو دیندار کی
باغ عالم سے اڑے باد بھاری یا خدا
دور کی بجھو سجا تا ہے میثال دو بہین
ایک سے حالت نہیں ہو غافل و ہوشیار کی
جل بے دیوانگان رونق گئی گھڑا دگی
کیا کروں توفیق اپنے دیدہ بیدار کی

بحرِ حسنِ یار کے لاکھوں ہونے ہیں سنا
دھیان ہے اس میں بہت چشمانِ مستِ پاک
شہرہ تیغِ تبسم ہے جو اسکا اس قدر
اس قدر اس میں بھرا ہے نورِ حسنِ یار کا
یار ہر جا ہی سے نفرت ہوا ہے ہر ہر
ہے تب عشقِ صنمِ خورشید کو ثابت ہوا
رہتا ہے اس میں تصورِ آتشینِ حسرت کا
بورے غبارِ لبِ مین یار کے حبِ تنفا
جس کو راہِ راست کہتے ہیں جاہلینِ نامحو
جو شوق ہے جو شغلِ میکش پیکش کرتے ہیں

ابرو باقی نہیں اس چشمِ دریا بار کی
دل نہیں چلو میں بستی ہے کسی بخوار کی
ہے سراسر شکل میرے زخمِ دامنِ دار کی
صاف انجم کی ہے صورتِ روزِ دلوار کی
دل نہیں چلو میں اک کٹھری ہو ننگِ عاکی
زرد ہو جاتی ہے رنگِ مردمِ بیار کی
ہو جھائے دلہ بھتی مرغِ آشوار کی
چاہتا ہوں جلد تر محبتِ دلِ بیار کی
تیز تر میں جانا ہوں بائیسے تلوار کی
بن پڑی ہے آجکل کیا ساقی شکر کی

فردِ مست دیکھ کر کیوں رو رہا ہوں آج تو
منہ منہ یہ بات تھی روزِ ازلِ نکواری

جان میں تاکہ رہے آپ آج بوقتِ
یہاں بتوں سے رہی ہو گفتگو باقی
ہر اک گلی میں تری تیغِ جلِ علی قاتل
تلاشِ مبل و علم شاہ کو مبارک ہو
دل و جگر تو لبا سر بھی لو جو ہو منظور
بزرگ جائے گل ہے ہمارا پیرا، سن
ہمارے داغِ مگر ہے اس صحنِ کو فروغ
فسانہ و امل و منظور کا جو دنیا میں
بزرگ دانہ مر جان ہو خشک دل میرا

ترے کرم سے رہے میری آبرو باقی
کھونگا حشر کے دن تیرے روبرو باقی
رہا ہے ایک مرا کو چہ گلو باقی
جہاں میں مجھ پر ہے تیری جستجو باقی
کہ پھر تمہیں نہ رہے کوئی آرزو باقی
کہ اب نہیں وہ جنونِ لائقِ رنو باقی
مدد سے مھر کی ہے نورِ ماہِ تو باقی
جان کے باغ سے گل اوڑ گئے ہو باقی
نہیں ہے اس میں کہیں بوند بھر لو باقی

یہ عندلیبِ مہن گل تمام کہتے ہیں
کہ منہ منہ یہ بات تھی روزِ ازلِ نکواری

کام کچھ بھی نہ کہا اس مری دانائی نے
 تجکو برباد کیا تیری خود آرائی نے
 داغ اچھا نہ کیا لالہ محوئی نے
 یہ خبر جھوٹ اور ڈالی کسی سودائی نے
 شکو جھڑے پہ چڑیا یا تری رعنائی نے
 قدم یار ہر اس بری جین سائی نے
 وہ مدی می مجھے اس گنبد مینائی نے
 زندہ درگور کیا ہے شب تنھائی نے
 شاد رکھا ہے مجھے آمد بالائی نے
 آنکھیں دکھلائیں مگر آہوئی صحرائی نے
 کیا کیا کام سچا کی مسحائی نے
 سجدہ کام کیا ہے مری بینائی نے
 کام اچھا کیا دیوانیکے دانائی نے
 نہ مٹا منھتی تقدیر کا کھانا اپنا
 دشت دکھلایا سرے آبلہ فرسائی

کوئی انسان کو اپنی قضا معلوم ہے
 کوئی انسان کو اسرار خدا معلوم ہے
 کس کو تاثیرات عشق بوریہ معلوم ہے
 تمکو بیا رحمت کی دوا معلوم ہے
 خوب اثر تیرا مجھے حب شفا معلوم ہے
 اس دور ہے میں کسی راہ خدا معلوم ہے
 آشنا معلوم ہے نا آشنا معلوم ہے
 خوب حوال دل اہل صفا معلوم ہے

دے کے دم چھین لیا دل بت ہرجائی نے
 مجکو رسوا کیا میرے دل شیدائی نے
 خواہش وصل نہ کی قیس سے سودائی نے
 زلف پہنچ کے پھندے چھٹے مین دل ناز
 میرے نالوں سے ہوا بار ترے حس کا شور
 میرے تقدیر کے لکے کو مٹا یا شاید
 پردہ اٹھتا مری آنکھوں نے دیر کا حصے
 روزِ وصلت تو کہہ رہے مرے ادا کو آ
 رحمت حق مجھے ہر صبح ملا کرتی ہے
 قیس نے داغ دکھائے نہیں فرق کے مجھے
 تپ دوری نہ ہوئی دور ہماری اُسنے
 عالم عیب کو دیکھا کمر یار کو کیا
 ہو کے مجنون وہ کوئین کے جھگڑنے جھٹا
 نہ مٹا منھتی تقدیر کا کھانا اپنا
 دشت دکھلایا سرے آبلہ فرسائی

کس بشر کو عشق بُت کا مدعا معلوم ہے
 کس بشر کو راز عشق دلربا معلوم ہے
 کس کو احوال گدائے بے ریا معلوم ہے
 عیسیٰ مریم سے ایک دن چلے پوچھو گنا ضرور
 جو کہم پیشہ ہو دل وہ ہر مرض کی ہر دوا
 کون کیٹائے زمانہ کون ہر وحدت پرست
 بحر میں بستی کے کی مین برسوں ہی خواہیاں
 خاک بر سر ظاہر باطن میں مین آئینہ دَا

کیون ہو آیا پانی شبنم نے دہن میں کل کی راز
 زاپہ اہل نظر کے اہل بہت کے حضور
 آہ و گریہ باعث افشائے رازِ عشق ہے
 زاپہ برسوں ہی گزری ہیں دیا عشق میں
 آزمائش برسوں ہی کی ہر دیا عشق میں
 عاشق شوریدہ سر کا جسدِ تجھ کو دہریا
 دوڑتا ہے بے تامل کو چہ سفاک کو
 صورتِ برگِ خزانے مٹھتے عشقِ باز
 گل مہنا کیون عندلیبِ زار کیون نالان
 کیون گلوں پر روتی ہے شبنم ہنسیہ رات
 عاشق شوریدہ سر کا جسدِ رخصت ہو دہریا
 دوڑتا ہے بے تامل کو چہ سفاک کو
 رندی آشام ہوں آتی ہر سوچ بوئے گل
 سایہ بال گس کچھ میں سائے کو ترے
 با وفا معشوق پر کرتا ہے نقد جان نثار
 مستحق تیری تو مجھ کو انتہا معلوم ہے

حال کچھ اُسکا تجھے باد صبا معلوم ہے
 ہے گلی کا سہ ترا دستِ دعا معلوم ہے
 خوب مجھ کو کلفتِ آب و ہوا معلوم ہے
 جو کہ ہر معلوم مجھ کو تجھ کو کیا معلوم ہے
 بیوفا معلوم حالِ با وفا معلوم ہے
 جسدِ تیرے دل میں اُسکی جا معلوم ہے
 کیا دل شیدا تجھے اپنی قضا معلوم ہے
 جن دنوں میں تھی بند ہی تری ہوا معلوم
 کچھ خبر اُسکی تجھے باد صبا معلوم ہے
 باغبان کچھ اُسکا تجھ کو ماجرا معلوم ہے
 جسدِ تیرے دل میں اُسکی جا معلوم ہے
 کیا دل شیدا تجھے اپنے قضا معلوم ہے
 ساقیا میرا بھی تجھ کو دعا معلوم ہے
 جو قناعتِ ہنسیہ میں تجھ کو دعا معلوم ہے

تین کو کہنے ہوئے وہ آجکل جانا نہ ہے
 رخصتہ و اُسکا جو ہوشیار ہو دیوانہ ہے
 و لکھو نفرت ہے مٹے جا ملالِ انگیز سے
 توبہ کی مینائے سے ملے ہوا بنا بے ملال
 خالِ ظاہر زچہ ہے پوشیدہ غلطِ سیاہ
 جھوٹ حجابِ ہر دو عالم کے کھیلے کمال
 دہوئی ہے اُسکی کدورتِ آبِ عشقِ یار
 ہر چینِ ہنسی کی دہسہ نما نہ زور کا
 دل میں اپنے بھی خیالِ بہتِ مراد نہ ہے
 ساتی گردن نے کس سے بھر غما نہ ہے
 ہے لہکارِ خود بہت ہوشیار جو دیوانہ ہے
 شمع تو گل ہے سلامتِ آجکلِ دیوانہ ہے
 دام ہے زیرِ زمین او پر زمین کے دانہ
 جو بیانِ دیوانہ ہے ابدِ دامنِ فزائے
 دل نہیں چلو میں اپنے گوہرِ کدیانہ ہے
 میری پیشانی پہ نقشِ سجدہ ٹکرائے ہے

رندی سے آٹام کیا اس دور میں پیدا نہیں
 ساقی گردن کا ہوا ہٹا ہوا بیانا ہے
 نچہ شل سے بھی کار بستہ ہو جاتا ہے وا
 دیکھ دل عقدہ کشائے زلف حانان شانہ
 جانشین شیشہ ہے کیون گردن میں کیون
 جستجو دنیا کی اوسکو بھی ہو پابند و قار
 منہتی پیر معان نے یہ نصیب کی مجھے

یاد رکھنا سب سے بہتر مشرب زندانہ ہے

دل جگر صاف کئے میں نے بھی کب کے ایک
 دیکھ دل پیچہ رہوں اور میں جھگڑنے لگوں
 عشق سفاک ترے ہاتھ سے گرا کی بچوں
 طفلی و عہد جوانی کا کون کیا احوال
 پھر کسی شب و صلت جو میرے سوچے
 بند شیرینی سے گو ہو دے زبان خامہ
 غم غلط ہو دے اگر ہجر میں یاد کروں
 کچھ کر بھیجتا ہوں یار کے رنکے تصویر
 خوف غماز نے روکا آئین شاید ورنہ
 غم دنیا نہ رہو دہشت عقی سے جھٹوں
 جل تجھے نامہ مرا خون کو تر ہو سوخت
 میرے خالق نے مرے حال پہ کچھ رحم کیا
 چشم و رخ وہ لب لالین وہ ہلال ابرو
 کوہ غم جو کہ مری جان پہ گزرا گذرا

جنت و باغ اور مغلد برین راحت جان

منہتی و صف پہ لکھ انکے لقب کے ایک

دست جنوں سے جب جگر و دل بدل گئے
 دلوں جان کے دور سے باہر نکل گئے
 پیلے ملی نہ قیس نہ شیرین نہ کوہ کن
 دلوں و ارمائش و دشت و جیل گئے

مانند آفتابِ تنک مر کے بھل گئے
ہرگز اکیل تیغ کے ہم سے نہ بل گئے
اچھا ہوا مرے جگر و دل سنبل گئے
آنکھوں سے مادہِ اشک کی صورتیں نکل گئے
جنگل کو لیگیا جاگرو دل بھل گئے
لڑکے تھے دیکھ کر یہ کھلونہ بھل گئے
کتنے عدم کو آج گئے کتنے نکل گئے

جائے ادب ہر ملک عدم باری منتہی
جتنے گئے ادھر سے ادھر مر کے بھل

ہمارے حال کا کچھ اور حال ہوتا ہے
غورِ حسن کا یہ انفعال ہوتا ہے
جو مثل نقشِ قدم بائمال ہوتا ہے
جسے کمال سے اسکو زوال ہوتا ہے
نصیب در و گشتو نکوزال ہوتا ہے
جنون و خطِ مین ایسا خیال ہوتا ہے
غریب کند چھری سے حلال ہوتا ہے
لحمِ مین جیسے جواب و سوال ہوتا ہے
کبھی جو شمعِ مین وہ لال لال ہوتا ہے
جان مین جو کہ حسین بے مثال رہتا ہے
تمہارے زحکا مجھے احوال ہوتا ہے

لگائے دل کو وہی گیسوئے تنگن زو سے

کہ جبکو منتہی دنیا و بال ہوتا ہے

خاک پر سون ہی در عشق کے جب مچا ہے

اس مہم بین یار کے در پر ہزار بار
ترجہی لگا دیا رتھی سید ہی نہ ہو سکی
بادِ خزان چلی چینِ روزگار مین
جتنے جسے ہوئے مرے مانتا نوحال
بچر جنونِ عشق کا احسان کمال ہے
روئے حسین پر حضرتِ دل لوٹ پوٹ مین
جاتے ہن قافلے پہ چلے قافلے تمام

کھین جو ذکر ترا خوش حال ہوتا ہے
نمودِ خطِ سیہ کے نہیں ہے رنجہ تر سے
مزا و ہسی کچھ اٹھا تا ہے خاکسار کا
ہر انجانو پیری کو اسے دلِ نادان
ذلیل سے نہیں بھیتی شریف کی صحبت
تلاشِ یارِ وفا دارِ دل تو کرتا ہے
زوالِ حسن مین جاتا ہے دل بے جانان
گلی مین اس سے ہوئی سخت گفتگو ایسی
فلک پہ کانتپار رہتا ہے بچہ خورشید
دکھتا ہوں مین اسے صاف آئینہ دل کا
بہارِ خلد کا سنتا ہوں وصفِ مین جسم

راہ تب کوئے خرابات کی پہچانی ہے

خاند دل میں غم یا رکی مہانی ہے
 نینکے بولا کہ یہ عاشق نہیں بندانی ہے
 آئینہ دیکھتا ہے وہ مجھے حیرانی ہے
 میں بھی بے مثل ہوں گریہ وہ لانا ہے
 شاہد اس دم کا خدا ہے دم قربانی ہے
 دل ہے دیوانہ طبیعت نہیں دیوانی ہے
 شکر خالق کا طبیعت مری مردانی ہے
 میرزا جی نہ مان ہے نہ و مان خانی ہے
 دیکھ لو چشمِ حقیقت سے جان فانی ہے
 مولوی کھتے ہیں مجھ کو یہ بڑا زانی ہے
 شاہد اس حال کا اپنا خط پشانی ہے
 راحت افزا صفت محفل کا شانی ہے
 ہے زبانِ منہ میں کہ ترلقہ بریانی ہے
 اکدن دیو غم عشق کی مہانی ہے
 مفتی صدقہ فرقت نہ بیان گراوس کے

عمر کوتاہ ہے قصہ ترا طولانی ہے

پھرتے ہیں مارے مارے کیا کمال دا
 جاو نیگے مات خالے جتنے ہیں مال دا
 میں جاتا ہوں تجھ کو زلفوں کے جال دا
 اسدن ہمیں بچانا اولہنی ڈال دا
 اوگل سے گال والے سبیل سے بال دا
 جتنے ہیں اسچانہیں جاہ و حلال دا
 اسکا خیال رکھنا اولہنی بال دا

جمع ہیں نخت جگر جو شش پہ خون بگر
 جگر ہی بار محبت کا اٹھایا میں نے
 بجھو سکتا ہے وہ مصروفِ آرایش کا
 حسن کا ناز اسو عجز پہ ہر مجھ کو غرور
 جو دم و بچ تھا عالم مری ناچاری کا
 کوچہ یار کی جانب کو کھنچا جاتا ہے
 زن دنیا سے سرو کا رہیں رکھتا ہوں
 ناصح اس بزم میں مدت سے قدم پیرا
 بی ثباتی ہے نمائشِ جہن عالم کی
 دفترِ رز کو میں رکھتا ہوں ہر گل مز
 حرکتیں دیرِ مکافات میں جو جولی ہیں
 بسترِ خاک پئے اہلِ قناعت منعم
 اس قدر خانِ قناعت نے مرا بخشا ہر
 مرغِ جان تو قفسِ تن میں نہ گھبراتا

کرتے ہیں چین پھر حسن و جمال والے
 میری طرحے ایک دن بازار سے جان کے
 دم دیکے پھانتا ہے عشاق کے دلوں کو
 محشر کا موکہ ہو جدمِ جہان کے اندر
 بلبل میں تیرے ہم بھی باغِ جہان کے اندر
 تنہا بھگے اندر ہونگے گدا کے صورت
 زلفِ شبِ جدائی تیری بری بلا ہے

عاشق ہیں ہم بھی تیرے ابرو کے اور رخ کے
 ہوسلے ہیں دو جان کو سد بد نہیں کسی کے
 قبا دئے بچھا یا گلشن میں دام و دانہ
 میری طرح سے اکدن بازار سے جہاں کے
 ہکمو بھی یاد رکھنا بدرو ہلال والے
 جو جو ہیں اس جان میں تر و خیال والے
 سن گلخوار والے او خط و خال والے
 جا بنگے مٹھہ خالی جتنے ہیں مال والے

منصور و قیس و امین فرار و منتقمی سے
 کیا کما گئے جہان سے فضل و کمال والے

بے رُخ ماہ و شش جو آتی ہے
 جب صبا بوئے یار لاتی ہے
 سن چکا ہوں میں گفت گو کو منم
 یار ہے باغ میں نہ دور شراب
 پیش غم ہر استخوان کو مرے
 داغ دل پر بخین ہیں فرقت کے
 صبح کرتی ٹھیں گریبان کا
 شب فرقت میں یار جاتی کے
 شاخیں ہمتی ہیں نخل گل کی تمام
 آمد آمد نہیں ہے پیری کی
 ہے نہ سائے نہ قفل عینا
 آتش گل بغیر روئے منم
 اسکے تیر نگاہ کے آگے
 تیر ہجر منم کا حال نہ چھپے
 کھا چکی دل کو جان کھاتی ہے
 شب محتاب کس کو بھاتی ہے
 جانِ نازہ بین میں آتی ہے
 فتنے بلبس کسی سناتی ہے
 فصل گل یوں ہی آتی جاتی ہے
 شمع کی طرح سے گھلاتی ہے
 موت آنکھیں مجھے دکھاتی ہے
 یار جاتا ہے مان جاتی ہے
 زندگی کس شمع کو بھاتی ہے
 فصل گل یا پچھاڑیں کھاتی ہے
 موت آتی ہے موت آتی ہے
 کیون تو بلبس دماغ کھاتی ہے
 آگ دل میں مرے لگاتی ہے
 شمع سے جو وہ ہماری چھاتی ہے
 کھا چکی دل کو جان کھاتی ہے

صحبتِ غیر سے کرو پرہیز

کون صاحبِ برے کا ساتھی ہے

کس پریر و کا آہلی دل مراد یوانہ
 کچھ نہیں معلوم یکس شمع کا پروانہ

کیا کھون میں کس گلستان میں میرا کشادہ ہے
یہ کیا تعلیم کل پیر و بستان نے مجھے
مجھ گدا سے بے سرو سامان کا یہ سامان
کثرت زما دے یہ کعبہ دین کو فروغ
کو بکوب ہے جو پے دنیاے دون خاندان
حال دہلی شاہ دہلی کو کرون میں کیا فہم
عاشقی کہتے ہیں جسکو نقد جان ہوا کامول
سر کا دیدن تارِ عشق میں آسان نہیں
رات دن رخصتے ہیں حدتین یہ اسکی دوستیں
جو کہ مڑتا ہے فروغ ہستی گمراہ پر
ہر لباس فقر پہننے جو گدا دینا پرست
خاکسای میں ہے ایدل عشق کامل کاکمال
عیب بھی جاتے ہنرموت ہا ہر اپنے حال پر
جس قدر علمائے دین تھو لکھنؤ کے مشائخ
آہ سوزان سے مرا جس مرتبہ جلتا ہنول
کیا مقابل ہوگی افواجِ عجم دنیا و دون

وہ پری بولا بہا حسن اپنی دیکھ کر
منتحی سا اپنا کوئی اور بھی دیوانہ

خو امان وصل یا مرا بند بند ہے
اہلِ جان کے ہاتھ سے اسکو گزند ہے
حالِ عین ہے اور رخِ آتشین یا ر
میں بھی بن خاکسارِ دردِ وستِ افلاک
راضی ہم اس میں ہیں کہ جو ہمیں رعد و
ہر ایک عضو تن کو یہ راحت پسند ہے
منصور کی طرح جو بیان حق پسند ہے
حجر عجیب ہے یہ عجائب پسند ہے
تو سر بلند ہے مرا رتبہ بلند ہے
ہم کو ہے وہ پسند جو اسکو پسند ہے

خالِ جبین یا رے تشبیہ جیکہ دے
 شکوہ ہوا سہیں یا کہ نکایت جہانکے
 اس قالبِ تہی میں ہنسی روح ہے مری
 رنجِ شبِ فراق کو سن سن کے بہ کھسا
 دنیائے دون کے باس نہ چھٹیکا وہ کبھی
 منصورِ بنگو دار ملی کوہ کن کو کوہ
 عشقِ تباں ہند مرے دل میں ہر مقیم
 روزِ فراق اور شبِ وصل عاشقان
 چاہے ہما کو با ہم فلک پر کینچ لائے
 بعد از فنا کرینگے تجھے یاد منیتھے
 کس واسطے کہ خلق تو مردہ پسند ہے

گیسو ہوں جبکہ ترے زہر لگنے والے
 آڑ گئے خاکِ نشین جب تری در کے اوپر
 بار و غبار کا اس وقت کھٹکے گا احوال
 نرم میں شعلہ خسا ر نظر آتا ہے
 دل سے جب لکھو گنا مضمونِ قذریا کے
 مار گیسو کی مرے دل میں جگہ ہوتی ہے
 چشمہ چشم سے یہ اشک تجھے دیکھیں گے
 بند ہوتا ہی نہیں ملکِ عدم کا رستہ
 فصل گل آتی ہے جلدی کرو اصلاحِ ہر
 نو کہ ہر جاتا ہے لے جوشِ جوانی مبتلا
 خونِ عاشق کے لئے مئے میں مہدی ہو آج
 جو کہ آزاد ہیں اس باغِ جہان کے اندر

جگر و دل بینین ہم سے نکلنے والے
 صفتِ نقشِ قدم پھر نہیں ٹپنے والے
 جگہ جگہ ہو دینگے جو بن تر و ٹپنے والے
 شمعِ سان ہونگے جگر و دل یہ کچلنے والے
 شعر ہو دینگے مرے سانچے میں ڈھلنے والے
 آستین کے یہ ترے سانپ ہن پنے والے
 چہرِ سیاب کی صورت میں اوٹنے والے
 رات دن چلتے ہیں اس راہ کے چلنے والے
 پھر نکلے سے نہیں ہم میں نکلنے والے
 ٹھہر جا ٹھہر کر ہم بھی تو ہیں چلنے والے
 کفِ افسوس وہ کل ہو گئے ملنے والے
 صورتِ سروِ نین پھرنے پھرنے والے

عشق نیرنگ سے اس تپ کے خیر دار ابدل آسمان وار یہ تیرن رنگ بدلنے والے
صاحب طرف ہوا سیں کہ کوئی ہو مگر گور کے سانچے میں اگر ورہیں ٹہرنے والے

منہ حق کبوں کیا افسوس گئے یار و کلا
کس لئے ہم بھی ہیں اس لئے کہ پیوستے

سنا ہے یار وہ مجھے خفا ہے مرے قسمت کی کیا اس میں کیا ہے
اگر وہ بت عبث ہم سے خفا ہے نہیں کچھ غم ہمارا بھی خدا ہے
یہ دنیا ئے دنی دار فنا ہے کہ جسکا نام باقی ہے بقا ہے
مترے عذاب لب میرے میجا مریض عشق کی اچھی دوا ہے
سمجھ لے مسند شاہی سے بھتر جو تیرا بوریا ہے بے ریا ہے
نہ کر جسم گلی پر ناز نادان یہ منت خاک ہے اکدن ہوا ہے
نہیں ملتا لب شیریں کا بوسہ مزا کیسا دہن کا بد مزہ ہے
کھنچا جاتا ہے یہ دل سوئے قاتل خدا ہی جلنے اسکو کیا ہوا ہے
وہ بولانا لہ پردرد سنکر یہ عجب یہ نند ایب خوشنوا ہے
سما می روح ہے جسم گلی میں کہ منت خاک کے اندر ہوا ہے
اسے تو دولت و صلت سے کر شاد ترا عاشق ہے بے سکن گدا ہے
طا پنخون سے کیا ہے گل کا ننھ لال نقدی بر مگر دست جبا ہے
منان کے اٹھ سے اسے زیندار

مے گل رنگ پے پھلے شفا ہے

خایت تنگ آیا ہوں تیرن کی بے نیاز سے کرو گھا ایکدن تو بہ میں آفر عشقبار سے
بہت پرہیز کرتا ہوں جہان کی امتیاز سے خدا محفوظ رکھے مجھو دنیا کے ناز سے
گدا کو شاہ کرنا شاہ کو شیل گدا حسب یہ بندہ خوب قفسے تمھاری کا رہا ہے
پنہا نا طا ئر دل کو بنا کر حلقہ گیسو میں واقف ہو گیا ہوں ان شو کی جا رہا ہے
جسے عشق ملی ہو نہ اس محبوب کا راہ خدا راضی نہیں ہوگا کبھی ایسے غارت

سغارِ ابلق ایام رہتا ہونین روزِ شوب
 کبھی سر نہ لگاتا ہو کبھی مستی کبھی مہدی
 بٹھا کر پاس ہو کو غیر سے گرم سخن ہونا
 عبورِ زورق دل کس طرح ہو بگردنیا سے
 قناعت پیشہ کو انگار ہے دنیا کی حشمت سے
 غنی کر دو گدا گدا و نشا ہی دیکو دنیا کی

ہر اک حالت میں جو اصلاح پر رکھتا ہو عالم کو
 وہی اسے منتھی واقف ہے اپنی کارساز سے

تو بہ کی جب سے آشنائی کی
 کعبہ و دیر میں رسانی کی
 ہٹھ سے اوپر چرخِ ناہنجار
 ہم نے جو شش بہار میں اکثر
 اس شہ حسن کا ہے دل میں خیال
 مفلسی میں رہا ہوں ستفنہ
 رند کو ہے تلاشِ میخانہ
 جو ہیں بیمارِ عشق او عیسے
 اسکو مارا جلا دیا اسکو
 جھگو بتلا زما نہ غدار
 قاصد آج آ کے رکھیا در تک
 شبِ وصلت نہ تیکمے تیکدار
 ہو مبارک اسے بہارِ مہینہ
 عشق کے کو چہ تو کل میں

دہوم ہے اپنی پارسائی کی
 خوب ہی سیر کی خدائی کی
 کس کو امید ہے بھلائی کی
 خستہ رز سے آشنائی کی
 بونفل میں ہے بادشاہی کی
 کیا گدائی میں بادشاہی کی
 شہر کو فکر ہے خدائی کی
 آنکو حاجت معینِ روائی کی
 ان بتوں نے بھی اک خدائی کی
 تو نے کس نے یخین بُرائی کی
 میری قسمت نے نارسائی کی
 بات اچھی یخین جدائی کی
 جس کو امید ہو روائی کی
 دہوم ہے اپنی بے نوائی کی

حسرت دنیا ہی منتھی پیار سے

قدر کھوتی ہے سبزی کی

جو شخص مست بادۂ کبر و غرور ہے
مسجد میں خانقاہ میں منع کی دکان میں
وہ بیاہن رازِ عشق سے آگاہ کون ہے
مردہ دلون کے راز سے آگاہ کون ہے
سیرتِ نبویؐ پر چشمِ خاندازِ پست
بایںد کچھ وہ سبچہ و زنا رکاہین
نفسِ بگ پلید پہ جو اپنے شیر ہے
جکے ہے آنکھ چشمِ حقیقت سے چھٹنا
پاتا ہوں بہان ہراک کو گرفتارِ نادانوں
تھوڑا کفن زمین بھی تھوڑی سے بچا
یہ شیخ بے وقوف بہرہ پہ زہد کے
ہو ناں نعمتِ اسمیں کہ ناں جوین تر
ایسی بسی ہے گیسوے عنبرِ شمیم سے
ہوتا ہے بے نقاب جو وہ ماہِ بام بک
یارانِ زمستان کی جو ملتی بھین خبر
پیری میں ڈھونڈتا ہے عیشِ یارِ با وفا
اس منہقی سا آج کوئی ذیِ غور ہے
نامح ہے کون رند می آشام کے لئے
آئے ہیں لوگ چین نہ آرام کے لئے
رکھتا بھین ہے پردۂ ناموس کی خبر
خوشبو بزمِ غنیمت ہوا ہے دہن مرا
کبے گیا کبھی میں کبھی دیر کی طرف
اسکو کہاں مذاقِ شراب طوبہ ہے
جس جا پہ دیکھتا ہوں اسیکا ٹھور ہے
اس بھر موجِ خیر سے کس کو عبور ہے
کس شخص کو جہان میں کشفِ ثبور ہے
کس درجہ میرے بار کو مشقِ ثبور ہے
اسے تیج و بہمن وہ بہت سے دور ہے
میں جانتا ہوں اسکو ہا در ہے سور ہے
وہ یارِ پردہ دار نو اسکے حضور ہے
انسان ہیں کہ جمعِ وحش و طیور ہے
شاہ و گدا کو اور بیان کیا ضرور ہے
خواہ ان ارم کا اور طلبِ گار حور ہے
دن رات گرم یا زلفک کا تنور ہے
روحِ لطیف جسم میں ہو یا بخور ہے
کھتے سے اسکو خلق کہ وہ شمعِ طور ہے
شاید مقامِ آنکا بہت بھانے دور ہے
بجیہ بھین ہے جامہٴ احرام کے لئے
تقدیر لائی ہے فقط الزام کے لئے
مرتا ہے کیوں جہان میں پھر نام کے لئے
تو سے جب اسکے چہرہ گلِ فام کے لئے
پیدا ہوا ہوں گردشِ ایام کے لئے

نشد دل و جگر غمین بھلو میں آج کل
 فاصدا انا بیا نا انا نام کے لیے
 کیا کر چلے ہیں آپ تھے کس کا لیے
 کہے ہیں جس کو صبر جان خراب میں
 مام نکو بلند ہو دنیا میں منجھی
 او بجا نشان قبر نکر نام کے لیے

نفرت ہو اُسکو عاشق بے نام و سنگ سے
 چلتے ہے شمع نریم ہر اسرتنگ سے
 ساقی سے میکدہ میں اٹھا ماتھہ جنگ سے
 دریا میں رکے بیزکرنا نھنگ سے
 سنبھل ہے منت تری گیسو کے ڈھنگ سے
 ہوتا ہے زرد گل ترے چہرے کے رنگ سے
 اکا آپ ہیں کہ مرگ پہ عاشق کے شاد میں
 کیا شمع روئی رات کو سوز تنگ سے
 تر چھے نگاہ یارِ قہر خدا مگر ۴۴
 کچھ کم زبان سخت نہیں خشت و سنگ سے
 تھا گل میں رنگ و بو وہ ملک پر تھا نور راہ
 دکھلائے شکل یار نے ہر اید رنگ سے
 ممکن ہو پوریا بھی اگر بے ریا مجھے
 باز آؤں اس جہان کے میں نام و سنگ سے
 نکلا ہو خط سبز رخِ سُرخ یار پر
 آکو وہ تیغ ناز ہوئی ہے یہ رنگ سے
 جس روز سے ہے صحبت آوارگان
 نفرت ہو مجکو نام سے بہر تنگ سے
 جس روز سے ہے دل کو خط و خال کا خیال
 رغبت کمال رہتی ہے تریاک و تنگ سے
 مشہور و ہر میں قدر انداز ہو بہت
 طوطا نہ اوڑھکا کہیں تیر تنگ سے

بریسون بہادر و ن سے رابرط منجھی
 اُلفت دلی ہے اسلئے شمشیر جنگ سے

دکھلائی جب سے یار نے نازک کمر مجھے
 در پیش ہو رہا ہے عدم کا سف مجھے
 ملک عدم سے کچھ کے لایا اور مجھے
 یجانیکا گیان سے مقدس ہے مجھے
 البتہ ہو عزیز بہت مال و زر مجھے
 آنا اگر مودہ میں بار در مجھے
 کیوں کرتی ہو حقیر تبار کے پیش یار
 کبوا سٹے ڈوبتی ہے او چشم تر مجھے
 کیا دیکھتے ہیں شمشیں گاہوں سے نہ حسین
 کیے نظر لگاتے ہیں اہل نظر مجھے

آہ و فغان کو سنکر مری یار نے کہا
 بنیم صنم میں سر کو کٹا دوں میں شل شمع
 آنکھوں میں جب سے جلوہ جانان ہو اُنکا
 بڑے یلین گے کب دُرِ زندان یار کے
 دودن کی زندگی کے لئے اس جہان میں
 پیری میں داغِ عشقِ فردزان ہو کس قدر
 ہر شعر یادگار ہے میرا جہان میں
 بیارِ عشق ہوں نہ طیب و کُرو عسلج
 دیکھا جو اس دورا ہو میں ہستی کے غور سے
 اس دل نے راہِ عشق میں کیسا بھلایا
 بے شبہ قدر شاہ کی ہوئی ہے شاہ کو

بھاتا نہیں ہے آپکا یہ کردار مجھے
 سرکارِ عشق سے جو ملے اور سر مجھے
 ذری دکھلا دے دیتے ہیں شمع و مہر مجھے
 کب و کجا بحرِ حشر ہے ہل و گہر مجھے
 حرصِ ام ہو پھر تے ہے کیوں در بدر مجھے
 تقدیر نے بنایا ہے شمعِ سحر مجھے
 اللہ نے عطا نہ کیا گوہر مجھے
 مانو خدا کو چھوڑ دو اللہ پر مجھے
 ہر اک دکھائے دینے لگا رہ گزر مجھے
 مانند غولِ دشت ہوا راہر مجھے
 اہل ہنر سمجھتا ہے اہل ہنر مجھے

دلین ہے اُس نگار کے جاہر و منتھی

اللہ نے دیا ہے عجب گہر میں گہر مجھے

بد مغزول زبان سے مری شاہ کیا کرے
 دانا ہے یارِ عاشقِ ناشاد کیا کرے
 ناقدر دان کسی کا بھی دل شاہ کیا کرے
 دیوانگانِ عشق کا عالم ہی اور ہے
 نیزنگِ حسن کا جو طلبگار دید ہو
 گاہک ہو جانکا جگر دل تو لے چکا
 دنیا کا مال و زر بھی دیا اپنی جان بچا
 کہو تو کیفِ عشق نے مدِ ہوش کر دیا
 نقدِ دل و جگر تو وہ مدت سے لے چکا
 وصلِ جلالِ یار کی گرا منتھا نہیں

نامر دلیکے خنجرِ نولا د کیا کرے
 ہو صید ہوشیار تو متیا د کیا کرے
 نامر و مرد کی کوئی امداد کیا کرے
 کیا ہو سکے طیب سے فساد کیا کرے
 کھئے وہ سیرِ عالم ایجا د کیا کرے
 اتے زیادہ وہ ستم ایجا د کیا کرے
 قسمت میں ہونہ دید تو شاہ کیا کرے
 عاشقِ غریب مالہ و فرما د کیا کرے
 ہون منتظر کہ او روہ ارشاد کیا کرے
 پھر لیکے کوئی خانہ نولا د کیا کرے

کوین سے جدا ہے اگر مالک وصال
بھریکے مال و ذرا آنا دیکھا کرے
کھٹا ہوا ہے کاتبِ قدرت کے ہاتھ کا
اصلاح خط پہ یا رسد کے جدا دیکھا کرے

ہوتا ہے اہل زر کا ہر اک سچ ہر شے کی

مجھے غریب کی کوئی امداد کیا کرے

آفت ازل سے دمی نہیں سنِ شیر کی
بارانِ غم سے کیوں ٹٹی خمیر کی
سنتا نہیں وہ عاشقِ مفلسِ حقیر کی
چلتی نہیں ہے شاہ کے آگے فقیر کی
بلبل چھکرے ہیں گلستانِ بندوں
آواز آ رہی ہے مرے ہمسفر کی
چین جبین شاہِ مبارک ہوشاہ کو
مین جاتا ہوں موج ہے یہ جھیر کی
جدلِ دل کو میرے خدا جانے کیا ہوا
اب کے شب وصال نے کیوں دیر کی
پوچھنا چلے اہلِ فضا سے اکین
لذت ہو کیسی آپ کے نانِ شیر کی
کلمے تھی جب نصیبِ بند کے عاشق
اسمِ کمان تھی عقلِ مارو دیر کی
ماہِ نامِ یکے دل نے مرے کھا
تھی یہ تو ہے کسی دشمنِ خمیر کی
سکا ہے نفسِ مین ہے کبھی پندِ مینِ رام کے
مٹی خراب رہتی ہے ترے اسیر کی
دیر و حرمِ مین ڈھونڈتے ہیں شیخ و بہن
باری بڑی ہے عقلِ صغیر و کبیر کی

منہ بھر گیا ہے نعتِ دنیا سے نہ تھی

لذت ملی ہے جب سے کہ نانِ شیر کی

حالِ گلِ بلبل و صبا جانے
میرے دل کی لگی خدا جانے
وہ رہے کو چہ نہ توکلِ مین
نقشِ حبِ نقشِ بریا جانے
عاشق کی خب سے عاشق کو
مدعا اہل مدعا جانے
کو چہ زلف کا جو پوچھا حال
نیکے بولے مری بلا جانے
مرضِ عشق کی حقیقت کو
کوئی بیمار لاوا جانے
نغمِ عاشق سے کیا خبر اسکو
دردِ فرقتِ مسج کیا جانے
سکار دینا ہے و مون پرست ولا
کوئی بے تنگ و بے حیا جانے

عشق بازی میں وہ تیرم کو دہری
 اُردے بازیگر یہ عاشق
 مال و برا بھکانِ عشق منم
 پیو گدائے درِ محبت ہو
 دل سے آئینہ کا ہمارے حال
 رنج و راحت کی قدر عالم میں
 حال اہل جان کی طینت کا
 حال جان بازی کا تری فرما د
 اس خبر کی جو ابتدا جانے
 چشم جانے یہ ماجرا جانے
 چمن دہر کی ہوا جا سنے
 رنج کو اپنا پیشوا جانے
 ہے کوئی صاحب صفا جانے
 شاہ کیا جانے کیا گدا جانے
 جو کہ ہو صاحب دغا جانے
 جو کہ ہو صاحب وفا جانے

جکو ہو وے عبورِ بحرِ سخن

مشتقی کی وہ انتہا جانے

تعد دنیا میں جو صفا دل ہے
 مائل بے وفا اگر دل ہے
 اُس شہ حسن کا جو مائل ہے
 خوش ہے موج ہوا میانِ بہار
 جو کہ ہے فنِ شعر سے آگاہ
 بحرِ ہستی میں جو ہے دریا دل
 کیا دکھاتا ہے دیکھئے اُسکو
 ترکِ حبسے کیا ہے دنیا کو
 سہل تر ہے تمام کارِ جہان
 جیکے دل میں نہیں ہے جاؤ کرم
 دور ہے کلفتِ زمانہ سے
 موی سے کم نہیں ہے رخصتِ پار
 چاہِ نخب کا ماہِ کامل ہے
 نقشِ حب اسکا نقشِ باطل ہے
 شاہ اُسکے گدا کا سائل ہے
 بہر دیوانگانِ سلاسل ہے
 شخصِ فاضل ہے مردِ قابل ہے
 خشک و تر لبِ مثالِ ساحل ہے
 آئینہ یار کے مقابل ہے
 مردِ درانا ہے شخصِ عاقل ہے
 دل لگا کر ہنسا، مشکل ہے
 گویا بے آبِ چاہِ باطل ہے
 فضلِ حق جس کسی کے شامل ہے
 نزع کا دم کمالِ مشکل ہے

اُکے کو پے میں جمع ہیں عاشق
 باغ میں جمع غنا دل بہت
 یہ مریع جہان کا ایدل
 چشم بنیا میں نقش مابل ہے
 قتل کرتا نہیں وہ عاشق کو
 یارِ نازان اپنا قاتل ہے
 عشق کے فن میں ضبط رکھتا ہے
 منتہی کو کمال حاصل ہے

نہ مارا کس لئے عاشق کو او بیدار گر پھلے
 کیا تو نے نہ کیوں قاتل یہ قصدِ تضرع پھلے
 شکایت بعد کرنا کثرتِ عشاق کی غافل
 نوحسنِ خوبی پر اپنے تو کر جانی نظر پھلے
 نظارہ بعد کر اس تیغِ ابرو کا زان پھلے
 اگر عاشق بہادر تو کر سہا سہا پھلے
 بکرتا قصد جانے کا کبھی سوئے عدمِ شہت
 خبر لاتا جو وصلت کی اگر تو نامہ پھلے
 سنا ہے منزلِ جانانِ نہایت دور ہو غافل
 جو ہو دانا تو پیدا کر دلا زاد سفر پھلے
 اسی سے عاشق جانبا ز کو بیدل ہی کتنی میں
 نہ کر کے میر اسدل نے مجھے کیا کیا سوا
 کہی رکھتے ہیں قاصد بعد دنیا خطِ شوقیہ
 صفِ شریکانِ انک آلود کے آگے وہ جبے
 نہ اس بہت و بلند عشق کی یوں ٹھوکرین نکھتے
 دلِ نافرمان کو کرتے جو ہم زیرِ وزیر پھلے

نہ پھرتے منتہی در در نہ ہشتِ شکر کی موتی
 جو ہم اس منزلِ ہستی سے کر جاتے سفر پھلے

نمودِ خط یہ دکھاتے ہو تم جمال مجھے
 کرو گے کندھ پھر لیے مگر حلال مجھے
 میں تشنہ لب سی وحدت سے ہوں زخودِ شکر
 پکڑے ہاتھ مرا سا قیاسِ بحال مجھے
 زبانِ راست میری منہ میں دی ہو غالتی
 ہزار شکر دیا لقمہ حلال مجھے
 غمان و مالہ و دیوانگی و جامہ درسی
 یہ فنِ عشق میں حاصل ہوا کمال مجھے
 نڈالاسا نہ قد سروِ مازنے یہ چھر
 کیا نہ باغِ جہان میں کبھی نہال مجھے
 تپِ فراق کی جھیلی ہیں گرمیاں ہر سو
 دکھائے دیگا نہ اسدن رخِ حلال مجھے

دکھائے دیتا ہے شیرِ ثریاں نخلِ مجھ
ہوں بے ثبات فلکِ کرنے پا کمال مجھے
وہ نادہند ہے آنا نہیں سوال مجھے
کیا نہ ساقی گردون نے کیوں کھلا مجھے
شبابِ عود کرے پھر نہ ہوزوال مجھے
ہر اکب کتنا ہے اجاب باکمال مجھے
دکھانے اپنے صنم لینے لینے بال مجھے
بکھیرے سے حرم و دیر کے نکال مجھے
جو بد خصال ہیں کتنے ہیں بد خصال مجھے

خدا ہی جانے کہ میں حال اپنا کیا کرتا
دکھائے دیتا جو اسے منتھی مال مجھے

دیدہ انصاف میں ہر ایک بے تقصیر
دل ہے چلو میں وہ یا او جڑی ہوئی جاگیر
اکدنِ محشر میں بن ہوں کاتبِ تقدیر
ان دنوں میں برت اسکی کیا گیرباں گیر ہے
حشر کا میدان ہو میں بن وہ بت بے سیر
گردِ زج کے خطِ سنن قرآن کی تفسیر ہے
یا برابر مار کے لبریزِ قدحِ شیر ہے
آہ بے تاثیر اپنے گوہرِ اسے تیر ہے
کاتبِ تقدیر اس میں کیا مری تقصیر ہے
بھیجا تا صد نورِ مومن لگے مری تقدیر ہے
کیا صفت اسکی کروں میں شاہِ الکبر
بیچارہ پر خاک ایسا کو سنا دایر ہے

گدا نظر مجھے آتا ہے رشکِ دنیا
نمود خاک سے میری مثلِ نقشِ قدم
کسی کے دولت و صلت ہو کس طرح ممکن
دوکانِ پیرِ معان تک میں صرف کرتا
اتنی دکان مجھے قیدِ حیات میں کیوں
میں رندِ پیرِ خرابات کا ہوں دیوانہ
درازیاں شبِ فرقت کی بکھر چکی ہیں
سنو میں شیخ و برہمن کی تاکِ جایاں
مریدِ پیرِ خرابات رندِ مشرب ہوں

کاتبِ اعمالِ ناحق در پئے تعذیر ہے
ایک مدت سو نہیں اس میں خیالِ دو ڈیر ہے
لکھ لیا ہوا اپنی خاطر خواہ اسنے مجھ کو کیا
بیڈ ہرک دل دوڑتا ہو کوجہِ سفاک میں
کستہ را ندائے فرقت دی ہو مجھ کو عمر ہے
میرِ بسم اللہ ہے ابرو نہیں اسلیار کا
پاس ہے روئے صبحِ بار کے زلفِ سیاہ
ہو یقین اسکو نشانے مکتِ خدا پچھائیگا
نیک بد تو نے جو کھانا تھا وہی میں کھایا
دولت و صلت طلب کرتا ہوں اس سے کھو
کوئے دل میں نہیں ہو عشق کی جانا ہو
دل گرفتہ آئے ہیں زیرِ زمینِ عجب بھی کیوں

کون بچپائے گا اوسکو منزل مقصود
یہ دل شیدا بہت نادان ہر بے تدبیر ہے
ولہ

گر ہوس کو دل شیدا میں مگر جادوی ہے
منہ مضمون کا پکڑنا بڑی استادوی ہے
کیا کیا جھگڑنے ستایا ہوس دینا ہے
دست بستہ ہر جنون وحشتِ دل حاضر ہے
دور ہے خطِ سیفِ م تر ہو چہرے سے
ہو گیا آنکھوں سے معدوم جہان کے اکبا
کون مائل رہو کس کو کر دیوانہ بہار
حسن نیز نگ نے جلوہ وہ دکھایا ظالم
کو دنیا زندین تا بے فرمان اسکا
دیکھ کر جیتا تھا حسدِ حسین کی صورت
پکھنے ہے خاک کی تصویر جو اس خوبی

جھگو معلوم ہوا عاشقِ دنیا کے حضور
منہ مضمون کا پکڑنا بڑی استادوی ہے

تھاری جو عادت ہے جو روجھا کی
دیا ایک بوسہ نہ عتاب لب کا
مبتون نے لیا مفت میں دل کو مرے
کہوں کس طرح میں خرابات کو بد
مکر جاتا ہے کر کے اقرار و صلت
رہا کرتے ہو سر بزا نوشہ وصل
مرا جسم خاک کی بنا یا ہے صانع
میں لکھا کیا خطِ شوقیہ اسکو
سہاری بھی حسرت ہو مہرِ وفا کی
مریضِ محبت کی اچھی دوا کی
دو دوائے خدا کی دو دوائی خدا کی
یہ سستی بسانا ہوئی جو حسدِ اگی
مگر جاتی ہے بن کے صورتِ صفا کی
ہمارے لئے تم ہو گھڑی جا کی
کہ صنعت سے باندھی ہے گھڑی ہوئی
مگر میری تقدیر مجھ ہنس کی

وہ عطر گلاب آئے گلشن میں ملکہ بن آنگی بیل کی باد صبا کی

مجھے منتھے شاہ کو نہیں سمجھوں

اگر تو نے اس شوخ کے دلیں جانی

دل اگر طالب وصلِ بتِ ہر جانی ہے
شبیہ ہو گیا گریبے تحریرِ ازل
عشق بازی جسے کہتے ہیں جاکے اندر
حوصلہ چاہئے منہ چاہئے لینے کو اسے
ڈھونڈنا یا رونفا دارِ جانِ بنِ ایل
پاس ہے بروہ نشین یا رنری اوغل
جلوہ حسنِ مگر پھونک رہا ہے دلو
چشمِ وحشی گھڑی ڈھونڈ رہا ہو دلِ را
آئینہ بیکشِ نظر رکھتا ہے ہر دم شاید
جان تو بھول بھلیاں ہے دلا کوئے عشق
آہ اظہارِ محبت سببِ فرقت ہے
خوبی و ہر مکافات ہے زہرِ قاتل
نہ ڈرا شیخِ عذابِ لحدِ تیرہ سے
جو دکھانے کے لیے پڑتا ہے دنیا میں ناز
جب سے رکھا ہو قدمِ دشتِ جنوں کے اندر
سجِ نخل آئی ہے شاید چینِ عالم میں
خوبی حسن پہ اپنے اسے رشتے سے لگاؤ

منتھے جو کہ گدا ہے بے دیندے دنی

شر کے برتے میں گویا سنگِ سواری

یہ روحِ سکینش کے ملتی میں گھڑی ہے
کس دیو کے پھندے ہو گرقارِ سحری
بیانِ دم پہ بنی ہے میرے درِ دگر ہے
فعلتِ ہر دان اور بست بے خبری ہے

مسکن ہے وہاں شیر کا ججا کہ تری ہے
 اچھوٹے بڑی رتی ہے کھوٹے کھری ہے
 یا عاشق جانبار کی کوتہ نظری ہے
 ہر دبدہ دنیا میں چسپاں سحری ہے
 یہ لوح دل اپنی تری فرد نظری ہے
 کہتی مری تیار تھے ہر لون نے چری ہے
 قاید بط سے طاق بہ نسیان کے دہری ہے
 ہے تازہ نگہ یا تری نازک کمر ہے
 پیار سے دل نشیدان وہی جلوہ آگاہ ہے
 داغ جگر می عشق کا نادر سفری ہے
 ہر ایک مقامی ہے ہر اکہ بیان شہری ہے
 کیوں عاشق جانبار کو آشفٹہ سری ہے

کیوں زادہ ابدی سے نکل کا ہو جابا
 اسے ملے پیار سے یہ تری بے بصری ہے

وہ ہے خوش قسمت نصیب تیز ہے
 روز و وقت روز رستہ خیر ہے
 اہلن ابام سے بھی تیز ہے
 عمر کا تو سن نہایت تیز ہے
 خاک میں اپنی وہی آئینہ ہے
 اس قدر پھر کیوں یہ آتش تیز ہے
 کس قدر یہ شاخ بھی گلہ زہ ہے
 عمر کے بندیز کو ہمیز ہے
 معجزہ جڑتہ سفون خیر ہے

ہستی ہے نے ناب جہان رہا ہر دانہ
 دنیا کے بد انجام و بد اطوار کو دیکھو
 باریک سرسوسے سوا ہے کمر یار
 ہر پیر نو دسالہ کہ ہر مرد و جوان ل
 دیکھا بھینٹے نوئے نگہ مھر سے اسکو
 تو کا ہے ان آنکھوں نے مری فریاد کو
 فصل گل مل آئی ہو آتی نہیں آواز
 معدوم جو نظر دے مری بستی جو ٹہم
 بھر کا محتارے حسن کا جو طور پہ شعلہ
 محتاج نہیں منزل بستی سے عدم تک
 اس منزل بستی میں بہت آگ و گدہ بن
 گر و اہین وہاں زلف مسلسل ہے فنا

عشق بازی سے جیسے پرہیز ہے
 حق میں مجھ سے عاشق ناشاد کو
 گردن چشم تبار ہند بھی
 ٹھیرے اسکو نہ دیکھا ایک دم
 پھونک کا جس آتش نے کوہ طور کو
 آہ اپنی گرہیں شاخ چار
 بھول چھڑے ہیں زبا نے ہر گھری
 کاوش مزگان تری اسے تھسوار
 سرو قات کی یہ رکھا ہر شبیہ

تو سین دیوانگانِ عشق کو
جانتا ہوں میں دیمِ اخلاصِ یار
عشق کا صحر ا جسے کہتے ہیں یار
برسون کو نئی عشق میں چانی ہوگا
کیا عمل پوچھیں گے میرے روزِ حشر
نہیم میں اسکو لیا آغوش میں
مٹھی تو بھی نہایت تیز ہے

جو تعلق سے جہان کے دور ہے
حرصِ رفتِ جبکہ دل سے دور ہے
وہ بلائے دو جہان سے دور ہے
حائلِ بارِ زما نا نا صحا
جو کہ اُس دارِ فنا میں حق کے
سن کے وہ آہِ دل کھنے لگا
نمانِ لغت دے کہ دو نمانِ جوین
سنگِ راہِ عشقِ جانان سے گھر
جذبہٴ دل گر بغل میں ہے مرے
تعمہٴ بیلِ مسراقِ یار میں
کرتے ہیں مضمون تراوشِ دہم
جو کوئی ہے طالبِ دنیا تو دیون
ہے برابرِ عیب کے اسکا ہنر
بہرِ عاشقِ یار کا گیسو دراز
صدِ مہِ فرقت ہو یا عیشِ وصل
سکھ داغِ محبت گر نہیں

خارِ صحرا لے جنونِ مہمیز ہے
ہر سخنِ صاحبِ کا دل آویز ہے
اک بلائے بد ہے آفتِ خیر ہے
وہ امنِ دل اپنا آفتِ خیر ہے
پاسِ میرے اُنکے دستاویز ہے
نثار ہے آدابِ سرور ہے
زیرِ پاؤں کے سنیغفور ہے
جو شرابِ عشق سے مخمور ہے
جان لے بیکار کا مزدور ہے
وہ بھی اپنے وقت کا منصور ہے
خوشِ صدا ہے کاسہٴ تنہور ہے
ہر طرحِ بندِ تراشِ کور ہے
فیضِ دل اپنا چکنا چور ہے
پاس ہے وہ یار جو کہ دور ہے
باغبانِ محکو صدائے صویر ہے
شاعرِ می کا دل میں اک ناسور ہے
بکر کا پتلا سرا پا زور ہے
جو کہ اس دنیا میں بے تہ و پر ہے
مار ہے زلفِ شبِ دیو جو ہے
جو اُسے منظور ہے منظور ہے
نہیم میں زندون کے ہمقدور ہے

شہر گین ہے کیوں بچے روشن ترا
جھللا تا کیوں چہ اے طہر ہے
قہر ہے کم ظرف کو رفت کمال
سُخ پر پرواز بہر سو رہت
جلوہ جانان اگر ہر شے میں ہے
محکو ہر ذرہ چہ اے طہر ہے
ہر اُمید وصل حبلی سابقا
وہان میں غفلت سے وہ غمور ہے

قدر دان ادسکا زمانے میں نہیں

منہجی جس بات پر غور ہے

کیوں کھینچے ہو غیر یہ تلو ارکس لئے
حاضر ہے آکا یہ گنہگار کس لئے
اپنے مرتضیٰ عشق سنہنشیں کے یہا
فرمائے تو آپ میں کیا کس لئے
کا ہیکو دل کسی سے لگاؤ نہیں ماسو
بیٹھی بٹھا سے مول لون آزار کس لئے
موتے کمر کا آپ کے گناہیں پتا
ہر روز مول لیتے ہو تلو ارکس لئے
اُس یار کا ہے سایہ دیوار کس لئے
نفل ہما اگر نہ میسر ہوا نہ ہو
آباد ہے یہ دہر کا بازار کس لئے
کا کب نہیں جو تم مر و اسد کے مال کے
سے جان جان یہ رخصت دیوار کس لئے
گر تاگ جہانک کی نہیں عادت ہو اگو
آخر مینی ہے عشق کی سرکار کس لئے
فرایہ میری وہ نہیں سنتا نہیں سنو
سکرے تم آپ محکو گنہگار کس لئے
بہر وصل عجز جو میں نے کیا کہا
اے جید جو مینی ہے شب تار کس لئے
مانا کہ و نکو ہے تمہیں رسوائی کو کھاو
گر سر نہیں ہے دوش پہ دستار کس لئے
گردل ہے بے کرم تو شیخت ہوئے محل
گویا جو ہونے گیسوئے جانان تو چھتا

دنیا تو ڈونے کہ ہو گرفتار منہجی

یہ جنگ کس لئے تمہیں یہ عار کس لئے

کل شب وصل گراں سہو لڑائی ہوئی
ملک الموت کی کیا آج بن آئی ہوئی
صرخین ساتی بدست کے آئی ہوئی
رند میخوار کی گرنیک کمائی ہوئی
یار جو ہوئی محبت کبھی مجھ سے نکلو
اور حالت تری اتک نظر آئی ہوئی

راز منظور کا کھنڈ نہ کبھی تادم ریت
اکس عاشق کبھی زندہ نظر آتا نہ منم
اسے شب بھر مرے گھر تجھے آنا تھا اگر
اب رحمت ہو اسیر اب زمانہ تجھ سے
جنت و حور کا احوال عیان ہو جاتا
باپس سے میرے شب و صبح اگر اٹھ جائے
ریخ فرقت کا تجھے حال عیان ہو جاتا
کی فلک ہو عطا پنچا کے بیماری عشق
خمس لکا تھا طلب گار بغیر از وصلت
۶۰ میں بلبل بیدل کے جو ہوتی تاثیر
کو چہ یار میں بندھو جو کہیں اپنی ہوا
انتہا رسی سے ڈبوئی تھی یہ فرد عمل
یار سنتا کہ نہ سنتا یہ خراہی جاسنے

منہمقی راحت کو نین اگر تھی منظور
جھاؤنی کوئے خرابات میں جھائی ہوتی

ہمارا خون جگر بے شراب کے بدلے
دیا ہے درد فلک نے شراب کے بدلے
سوال گور میں حدم کریں گے لکے کیر
طلب جو تم سے کیا بوسہ دہن ہم نے
ہزار بار شب بھر میں ہوا بے ہوش
ہوا و حرص نے گھیرا ہے منہمقی اسکو
خراب ہون دل خانہ خراب کے بدلے

ہمارے دل سوزان کباب کے بدلے
عطا ہوئے ہمیں پیری شباب کے بدلے
دکھاؤ لگا خط قسمت جواب کے بدلے
ذرا سے بات پہ تیور خراب کے بدلے
ہزار بار غش آیا ہے خواب کے بدلے

جنسے بھیجا آئے لو لاک ہے
 دل جارا جو ہر ادراک ہے
 دو جہان کے محنت سے پاک ہے
 اک تماشا گردش افلاک ہے
 اک نگولہ گنبد افلاک ہے
 دل جو انان جہن کا چاک ہے
 سنبل اتر گل گریبان چاک ہے
 دولت دنیا خس خاشاک ہے
 جانتا ہوں میں طلسم خاک ہے
 یار کی آتری ہوئی پوشاک ہے
 دل بفل میں شعلہ ادراک ہے
 زیران اک توسن چالاک ہے
 توسن عمر روان چالاک ہے
 آگ جب تحلیل ہوگی خاک ہے
 یار کی اک بلکھی پوشاک ہے
 لائے ساقی جوش گل آئے کین

ک سے اس نبت العنب کی اک کر

آئے ہو تم کسی سے مقرر ہوئے
 بیٹھے ہیں ہم تو یار کے در پر ہوئے
 کاٹون میں جو ہری کے ہیں موئی پڑ ہوئے
 لوح زمر دی پہ ہیں ہیرے جڑ ہوئے
 بہن ملک عشق میں مرے سکے پڑے ہوئے

شیفتہ اسکا دل بے باک ہے
 آمینہ کیا جام سے پاک ہے
 جو ترا دیوانہ بے باک ہے
 گردش چشم صنم کے سامنے
 دیدہ انجام بہن کے روبرو
 مجھ کیا ما تو نئے تیرے اے جنون
 رشک سے رخسار و کا کل کے ترے
 زار اہل قناعت کے حضور
 عالم نیرنگ کہتے ہیں جسے
 علقہ کوائے خلد کہتے ہیں جسے
 عشق کی آتش کا اسکو وہ بیان ہے
 ابلق ایام کا ہوں شہسوار
 چاہئے نہلا رہے اسکا سوار
 پیری آئی گی جو انی جانیگی
 چادر متاب کہتے ہیں جسے

اولے ہو ستین بہن تو پڑھی ہوئے
 جاوے کوئی حرم کو کوئی دیر کی طرف
 نوکِ مژہ پہ عاشق نشید کے انک ہیں
 قطرے عرق کے روئے بتِ سنبل گہ
 مملو ہوا ہے دماغ محبت سے دل میرا

فقر وں پہ مد تو نے لگا یا ہر بار کو
 زبا نہ کچھ گھنڈ ہے خلد و بہشت کا
 بیج انگلی کا جب سے اس شوخ کو خیال
 احوال سن کے شیریں و فرباد کا کہا
 اللہ ری رعب حسن بت آتشین مزاج
 مجمع ہوا جو شیخ و برہمن کا روزِ حشر
 برسوں سے ہن وہ داؤن پہ اپنے چڑھو
 ہم بھی ہن اپنے بار کے دربار ڈھو
 کو چے تمام شہر کے مین کیا سڑے ہوئے
 مرد سے ادھار نے ہو برائے گڑے ہوئے
 دل موم ہو گیا جو ذرا وہ کڑے ہوئے
 بند سے پھٹک کے سب سے الگ کھڑے ہوئے

اس جنگِ حسنِ عیش کے میدان میں منتھی

یار وں کے مد تو نے مین جھنڈی گڑھو

جب مفضل بہاری مین زنجیر نظر آئی
 جو خواب عدم مدت آنکھوں مین رہا بکر
 دیوانہ گیسو کی ند بیر نظر آئی
 اُس خواب کی یہ دنیا تعبیر نظر آئی
 طفلی کی تری گویا تصویر نظر آئی
 جب فردِ مقدر کی سحرِ نظر آئی
 جو شکل نظر آئے تصویر نظر آئی
 اس آہ کی مدت مین تاخیر نظر آئی
 یہ مجکوشِ باطن کی ہمیشہ نظر آئی
 جسا پہ نظر آئی تقدیر نظر آئی
 ابرو کی کبھی عدمِ شمشیر نظر آئی
 یہ برقِ فلک کیسی اسدل سے گری میرے

اس فردِ مقدر کو امنتھے جب دیکھا

مجکو نہ کوئی اپنی تقصیر نظر آئی

ہنیں گبھی ہی اس مد سے سیجا سے لڑائی ہو
 مگر اسنے مگنی مین ایسی کیا تیغ آزمائی ہو
 شبِ فرقت مین آئی ہو اپنی موت آئی ہو
 جو دمانسے چارباہی پر نکلے چارباہی ہو
 دم گوشہ نشینی ہے یہ وقتِ پارسی کی ہو
 یہ نزلِ دل کی ہو کونین کی حسین سہائی ہو
 ادھر دنیا کا لالچ ہے اودھر عشق کا کھٹکا

روڑا لایا پریش کو مٹایا ہجر کا حد سے
 نہ وہاں خط رنجہ لکھا نہ عیساں کہیں کہیں
 کیا ہے اوٹھکے نے ہی پابند ہوس نکلو
 وہاں پر رند رہتے ہیں جہاں ہوتا ہر مینا نہ
 کیا ہے کن کے کہنے سے ہویدا ایک عالم کو
 مرعہ آہ دلی سن سگ وہ ہر دم یوں بولا
 سخاوت کے سبب سے آشنا ہو جو وصلت ہو
 کبھی دو دلی ہو گا ہر آہ شہر افشان

بھلا ہو جند بہ دل کا بری بگڑی بنائی ہو
 پہلے آئے نہیں صاحب فی پر صفائی ہو
 دیا ہے وہ مرض ممکن نہیں جسکی دوائی ہو
 ولا شہر ونگا مسکن ہے وہاں جسی ترائی ہو
 مگر صانع نے کیا سرسوں بتلی پر جانی ہو
 کسی ہے اتمانہ اسکا کہ ہر تیر ہوائی ہو
 مری دریا دلی نے ہا یہ کشتی لگائی ہو
 نہیں معلوم ہنسنے کس لئے دھونی رمانی ہو

جاکر رازِ آفت کو اٹھائے ہجر کے قد
 بہت تھانتھے دانا مگر کیا منہ کی کھائی

مرجائے فراق میں اسد رہے روئے
 اپنے کئے کو آپ دل زار روئے
 انکوں نے اپنا نامہ اعمال دھوئے
 تازگہ میں آج تو موتی پر دئے
 انکو نہ سونے دیکھے خود بھی نہ سوئے
 ہر وقت یاد کیجئے اور خوب روئے
 کس کس کو یاد کیجئے کس کس کو روئے
 اس مال بیقیاس کو کیوں مفت کہوئے
 اُسے کہو کہ زیت سر بھی ماتھہ دھوئے
 اس سے ہر اک پہاڑ کے پتھر نہ ڈھوئے
 یوں روئے کہ زورِ گردِ گردِ دلوئے

مر جائے فراق میں اسد رہے روئے
 اپنے کئے کو آپ دل زار روئے
 نظروں میں جانچئے دردندان بار کو
 ارمان دل نکالئے اب کی شبِ وصال
 چالاکیاں شباب کی طفلی کی شوخیان
 جرات کو دل کی طاقت و ہوش دھوا کر
 کیوں نقد دلو دیکھے بے وصل نامہا
 رکھتے ہیں جو کہ کو چہ سفاک میں قیام
 دل دی کی ان بتوں کو جو ایدائیں چھلے
 رونے سے ماتھہ آئے اگر دولت وصال

ماتھہ آئے ہکو کچ قناعت جو منہ تھی
 پھلائے باؤں میں سوزِ تاریکی

ہو ریشیون زور عدالت خراب ہو
حیران ہیں شریف شرافت خراب ہو
میں خود خراب ہوں مری محنت خراب ہو
اہل حیا و صاحب عزت خراب ہو
سنتا تھا مدتوں سے مصیبت خراب ہو
تو نے ناکسوں کے عبادت خراب ہو

خامن ہیں جمع ساری ریاست خراب ہو
جسدان سے دور ہے فلک دُور پرست
پابند وضع ہو کے ہوا ہون دلیل و خوار
بے ننگ و بے حجاب ہیں دنیا میں سرفراز
حصے میں اندون ہو شریف نجیب کے
دام بلا ہو حلقہ تسبیح شیخ و شاب

ولہ

فکر معاش ہو کبھی روزِ حساب ہے
کچھ لطف زندگی ہے تو عہدِ شباب ہے
جسکا مکن نہیں ہے وہ خانہ خراب ہے
تشنہ لبون کو پانی پلانا صواب ہے
دنیا تمام ساتھ ورق کی کتاب ہے
معلوم یہ ہوا کہ کسی سے حجاب ہے
وہ دن بھی رکھو یاد کہ روزِ حساب ہے
ساتھی کا اندون تو کرم بے حساب ہے
چشمِ حجاب صورتِ چشم پر آب ہے
دھوکا ہے نقشِ آب ہو موجِ سراپ ہے
پھلو میں دل نہیں ہو ہمارے کباب ہے
اسکا حساب آپ سے روزِ حساب ہے
اس منتھے سا کوئی بھی خانہ خراب ہے
اس دل کو میرے دیکھئے یہ تیر دیکھئے
کس اوج پر آخرِ تقدیر دیکھئے
اگر روزاؤں کی زلف گرہ گیر دیکھئے

اس ایک جان زار پہ کیا کیا عذاب ہے
پیری نہیں ہے جانِ بشر کو عذاب ہے
ویران دل ہے جو نہیں مسکن ہو یا رکا
رندون کو دے شراب جو ممکن ہو ساقیا
اک ہفتہ میں رقم ہوا احوال کائنات
تنے تو سات پردون میں منہ کو چھپا لیا
دم دیکھے آج نقد دل و دین تو لے لیا
دیتا ہے دہدم مجھے جامِ شرابِ ناب
کس بحرِ حسن کا لبِ دریا گد نہ ہوا
صورت تمام ہستی ناپائدار کے
آتشِ شرابِ شوق کی بھر کی ہو اسکھری
بازار میں جہان کے جو کچھ لیا دیا
تالو میں یہ نہ دل نہ جگر پر ہے خستیا
آہِ جگر خراش کی تاثیر دیکھئے
جاتی ہے وہ چاند سے تصویرِ دیکھو
سینے میں دل نہیں نظر آتا ہو اندون

ملک عدم کو کھپتی ہے وحشتِ دلی
کھتی ہے اب قدیم کی جاگیر دیکھتے

کھاتا ہے تیغِ اُلفتِ جانا نہ منٹے
رکھتا ہے دل میں اُلفتِ جانا نہ منٹے
وصلت میں گاہ گاہ ہر وقت میں مبتلا
کیا دیکھتا ہوں رات گزرم وصال میں
شکرِ پیام وصل یہ اس شوخ نے کہا
بے دیکھے جلوہ یار کا دل شیفہ ہو
آیا نہیں ہے خطِ رنجِ رنگین بار بار
نیرنگِ حسنِ یار کا اس میں خیال ہے
کیا میکدے میں دہر کے کٹتی ہے زندگی
اہلِ دول کو خیر سے نفرت کے اندون

رکھتا ہے پاسِ محبتِ دیوانہ منٹے
بھرتا ہے کیفِ عشق سے پیانہ منٹے
ہوشتِ بارِ کبھی کبھی دیوانہ منٹے
ہر شمعِ رونے یار کا پردانہ منٹے
کیا تو کیا ہے اندون دیوانہ منٹے
بے آگ کے جلا ہے مرا خانہ منٹے
پہنچا زوالِ حسن کا پردانہ منٹے
سینہ ہے دل کا یار پرینا نہ منٹے
بھرتا ہے اپنی عمر کا پیلا نہ منٹے
جس جا ہے گنجِ دہان پہ ہے دیوانہ منٹے

قبضے میں جس کے دل ہر آنسی کے فراق میں

بھرتا ہے صورتِ سگ دیوانہ منٹے

وہ نامہ پر مرا باغ و بہار آتا ہے
میں شہرِ پیشہ صدق و صفا سمجھتا ہوں
اذانِ وحی کعبہ میں ناقوس دہر میں بھونکا
غبارِ دشت بھجتا ہے دیدہ بیسنا
فروز ہے لحظہ بلحظ وہ حسنِ روز افزون

خوشیِ دل کہ کوئی دم میں یار آتا ہے
اُسے جسے کہ سگِ نفس مار آتا ہے
ہر ایک جانتھے عاشقِ پکار آتا ہے
بلند اسکو نظر جو مزار آتا ہے
دلا ہوش دکہ وقتِ شکار آتا ہے

عدم سے عالمِ امکان میں عشقی پاری

دہرا ہے کیا جو بیان بار مار آتا ہے

جان میں کون مجا خوش بیان ہے
چمن میں دیکھ کر ابر بھارے

سری گہٹی میں بیل کی زبان ہے
میں سمجھا اسکو ہٹی کا دہوان ہے

چھلکتا جو ہے اس دل میں شب و روز
نہ لاف نہ مزہ کر دیکھہ بلبل
برہمن دہر میں کعبہ میں ہو شیخ
مبارک شیخ تجھ کو جنت و حور
جہن میں دیکھ کر ابر بھارے
ہست سے خوبیاں ہیں مہر و شمش
سنبھل کر صحن دل میں یار جانا
کھلے ہن ہر طرف کو تنہا گل
عد و جو ہے اثر کرتے ہیں ہاں
جسے کہتے ہیں خورشید قیامت

آلھی منٹھے اہل توکل
ترے خوانِ کرم کا مہمان ہے

آج کل مال ایسا اتر ہے
کوئی غالب ہے کوئی ہے مغلوب
اک قطرہ ہے بحرِ الفت کا
نالہ دل کھول کر رو کیونکر
حور و جنت کو کیا کروں لیکر
تیرے یا قوت لب کے آگے ماہ
مفتش بازی میں ایک ہین دوون
آتشِ عشق سے بہت ہے شاد
دل اہل ہنر بھی دنیا میں
کوئی غالب ہے کوئی ہے مغلوب
زندگی موت کے برابر ہے
کوئی دارا کوئی سکندر ہے
میں سمجھتا ہوں اک سمندر ہے
کہنہ سقفِ فلک یہ سر پر ہے
دل میں بند ہو کے یار کا گھر ہے
لعل بھی ایک لعلِ تھر ہے
رحیمِ مفلس ہے یا ٹوٹکر ہے
دل بغل میں ہو یا سمندر ہے
میری جانب میں معدن زر ہے
کوئی دارا کوئی سکندر ہے
بعد مر نیکی منٹھے پیارے

حال شاہ و گدا برابر ہے
 مستی ہی کیفِ عشقِ جنابِ میر کی
 آہِ دلِ غریب نکلتی ہے جگمگی
 بیہوشی ہو مجھے مئےِ خمِ غدیر کی
 سوداغِ اسمین رہتے ہیں ہاتھوں پر
 آواز آتی ہے مجھے ناوک کے تیر کی
 عاشق کو باس سے نہ جدا کر تو شاہن
 بھلو میں دل ہے یا کہ ہو گداری فقیر کی
 قشقہ جو کھینچا ہے جبینِ نیاز پر
 ہوتی بادشاہ کو حاجت و زیر کی
 اقرار سے وصال کے دل شاد ہو گیا
 دنیا کے دون کے سینے پہ گویا لکھی
 ہر ایک آرزو کا یہ سکن ہے یا کریم
 کیا بات ہے صنم سخن و پذیر کی
 غافل ہے یارِ عاشقِ شیدا کے حال سے
 دلی ہے ہمارا یا کہ ہے بستی فقیر کی
 صیاد کو خبر نہیں مرغِ اسیر کی

اعلان

اس دیوانِ منتہی کا حق تصنیف و تالیف نواسیر خیرات علیہما انصافاً دہنے اس راقم کو عطا کیا ہے اور حسب ضابطہ حشری کرادی گئی ہے کہ کوئی مطالع و غیر مطالع قصہ طبع نہ فرمائیں جو من نفع نقصان نہ اٹھائیں جبکہ راجدین خریدنا منظور ہوں راقم سے طلب فرمائیں علاوہ اسکے ہر اک قسم کے کتب قلمی ہمیشہ خوش خط و چہا پہ و غیر کے موجود ہیں جسکی ہر دست آدہ آنے کے سبب بھی خریدنے سے روانہ ہو سکتی ہے اور کل کیفیت و قیمت وغیرہ کا حال معلوم ہو سکتا ہے ہر فقط راقم
 سید ستم علی تاجر کتب ساکن حیدرآباد دکن محلہ دارالافتار روپرے شہر غازی
 علاؤ اسکے یہ دیوان اور جلد انعام کے کتب تمام شہر و سہ محلہ بڑا بازار خلع مراد آباد و کانچس جس جگہ و اگر کے پاس سے مل سکتے ہیں۔

قصیدہ مدحیہ نواب مختار الملک بھادر مرحوم

چمنستان میں پھنکی لالہ و گل کی مشعل
شجر خشک سے کوپل پہ ہر پھولی کو پل
بوچھتے پھرتے ہیں دہقان کہاں تھا جنگل
وہیر مچھون کا ہے صحرائین ہر اک سینہ تل
جنہ مفصل نظر آنا نصین مجکو محصل
وا کیا دل پہ مرے عقدہ مالاخیل
گیسوے حور کے کھل جائیں ابھی سار و گل
شکل ادیس پیر بخدا جائے مجل
چشم معشوق کا جلیج کہ پھیلے کا جل
میں نجاؤں جو کہے کوئی بھگے خلد میں جل
بھیک جائے نہ کہیں باد صبا کا آ پجل
لگے ابر نے بانی سے بھری ہے چھاگل
حور آئی ہے کوئی اوڑھ کے کالاکس
گو یا آغوش میں مریخ کے بیٹھے نخل
میں یہ بھجا کہ کسی جھیل میں پھولا ہر کنول
نیشہ سبز پنہ نعلہ مارے منتقل
صورت آئینہ روشن ہے زمین کا پل
یون زمین سے ہے عیان صورت قارون کا
در در سرد و رہے پیکار پڑا ہے ضد
دہن غنچے سے آتی ہے صدا دیکھ سنبل
معین گلشن میں بھایا ہے صبا نے محل
حال کی طرح سے ہے پیش نظر مستقبل

قدم مہر سے روشن جو ہوا برج حل
گل پہ گل کھلتے ہیں ہر دم چین دیر انین
باغبان پھرتے ہیں ہر سمت کو آئندہ آئندہ
سُورَتِ لالہ و گل ایسی ہی ہر سمت کو ہے
کشتیاں کھل گئیں غنچوں کی جلی بادبار
محل کئے غنچہ گل خوب نسیم سحری
چھو کے اس باغ کا سنبل جھبا خلدیر
حور بھی آئے اگر سیر کو اس گلشن کے
گرد یوں نرگس شہلا کے ہے سوسن کی بہا
چھو کر آجکل ایسے چمنستان کی بہا
زور سے اب کی تراوت کا زانیہیں گل
آب پانی کے لئے ہر روش گلشن کے
یہ مجھے ابر بھاری پہ یقین ہوتا ہے
دانع پر لالہ حمرائے بہ شو بھی پھبتی
صمد جب گل غور شید فلک پر لکلا
سبز و خرم یہ ہوا ہے کہ اثر سے اوسکے
ہر ہوا بسکہ صفا خیز و کدورت رفتہ
ہو گس پر وہ فائوس سے جیسے ظاہر
نام بیار زمین بھا ہے خاموش طیب
لڑکھاتی ہوئی چلتی ہے نسیم سحری
استراحت ہو جو انان چمن کو حسین
پردہ غیب اٹھایا ہے صفائے اکے

قوت نامیہ گو یوہین رہے گی ایدل
یہ صدا عیب سے آئی مجھے کل وقت سحر
کیا ارادہ تھا ترا اور کہہ رہا ہوں
جب سین میں نے یہ انس کو سخاوت
مرح کر اسکی جو ہے مرج کے ثابان نادان
ابلا اکیلا مرا دل تری مدحت کیے
حوصلہ تنگ ہوا قصہ کیا جب میں نے
کیا ہی علم ہوا انسان کو نہ ہو مرج تری
جام جم سے ہے سوا صاف ترا بندہ دل
فہم بقراشیے اک نقطہ موہوم ترا
آفرین کھتے ہیں افلاک ملاک حسین
کار خلقت سے ترے دیدہ و لکھو شہرے
ناخن نکر سے اپنے چمن عالم میں
دہیان آیا جو ذرا عدل کج جانب ترا
دہن گرگ ہوا ہے دہن ساغر گل
یون زمانے سے ترے دور ہوا مشق و جود
عدل و انصاف سے معمور ہو یون دل ترا
سراوٹھا یا ہے ترے دست کرم کے جبے
ہر ہی ہمت عالی کا تقاضا ترے
تیرا نامی نہیں مگر نظر آتا ہے کہین
جائے شک اس میں نہیں کچھ کہ عیاں چہاں
عہد حاتم کا گیا دور فریدون گذرا

نخل نکلیں گے زمین سے لئے ترانہ میں بیل
جلد تو بھر خدا پر وہ غفلت سے نکل
مانتھی ہوش میں مان کہا دیکھ نخل
صورت مہر فلک جلد چلا سر کے بھل
بیخ راحت سے ترا آن میں تاجا جو بیل
گویا آمادہ تھا دعوت کو سلیمان کی نخل
دل نے اکیلا رکھا یہ بخداوند ازل
لاکھ پر نکلیں فلک پر کہاں اور جاو نخل
نور ایمان سے مگر اسکو کیا جو صیق
علم اشراق ہے ترا سخن مستعل
دیکھ کر دور زمانے میں ترا حسن علی
سج ستارہ کی صورت سے نہیں دم بھل
واکے سیکڑوں میں عقدہ ملا نخل
آشیان بگیا کھنک کا شاہین کی بیل
پہنچہ شیر ناب سے صفت بازو و نخل
اہل اسلام سے جیسے شرف لات مہل
جیسے خوشبو سے بھری رہتی نخل
آگیا حاتم طائی کی سخاوت میں نخل
اتھرتے مرید دولت تارون و نخل
اسکا کچھ ذکر نہیں جو کہ عمر و احوال
سیکڑوں مفلس و محتاج کئے اہل دول
نام ہے آج سخاوت میں ترا ضرب نخل

ڈال ہے نخل شجاعت کے وہ تیغ بران
 سامنے اسکے وہ ہو سیر ہو جو جینے سے
 جو ہر اس تیغ و دو دم میں جو نظر آتے ہیں
 دم بٹیش یہ صدا اسکی زبان سے آئی
 جب وہ کھتے ہیں کہیں رعب سے اسکے دم پر
 رعب ایسا ہی تری تیغ شجاعت کا ہوا
 کیا بیان ہو دوسرے اسپ کی چال کی
 شوخیان کرتا ہے وہ چال میں ایسی ایسی
 باگ لے اسکی اگر راکب فرخندہ خصال
 جست و خیر اپنی دکھا دی وہ اگر شوخ مزاج
 طور تماثل جو ہے قیل سوار کی کا تری
 چال وہ جلد کہ جیسے ہو شب عیش و ران
 نطق کہتے ہیں عمار کی میں ترا دیکھ کے حسن
 ہو وہ خرطوم دیا جا دہ کوہ ظلمات
 ہے وہ خرطوم سپہ گیسوے جاناسے دنا
 نصب تیرہ میں نہیں اسکو کسی شی کی ضرور
 عوض یہ کرتا ہے اسے خالق ہر جن و بشر
 تاکہ میں حاکم و محکوم جہان کے اندر
 تار ہے عابد و زاہد سے زمانا معمور
 تاکہ ہے کوئے خرابات میں رند و لکا ہجوم
 معرومہ کی رہی جیک کہ یہاں آمد و رفت
 پیچ میں اسکے ہے تاکہ دل عاشق زار

دانع خون پھول ہو جسا سرا عدا ہر چل
 منہ چڑ ہے اسکے وہی جسکے چڑ ہو سر پہ چل
 مرغ جان کے لئے اعدا کے وہ میں دام اجل
 ایک ہے سانے میرے خس و خاشاک و جبل
 ٹھہرے تر چھون کے زمانیکہ نکل جا ہن بل
 رستم گرد گیا موت کے حیلے سے گل
 ایک ہو ر و زمین اور اسی پشت چل
 جبے کم سن کوئی معشوق نہایت اجل
 دامن زمین سے نگہ اسکے کمان جاڑ نکل
 آسمان سر پہ ہو گہ زیر قدم ہو بادل
 کوہ ہے جسکے مقابل میں بجائے خرول
 دوڑوہ تیز کہ جسکے ہو چھپے چنچل
 وہ ہے خورشید خاک و در یہ عروج حل
 تنیق نور میں یا دانستہ پیر نہا نہیں حل
 ساق معشوق ہیں وہ دانت کہ دل پہنچل
 سونڈ ہے جلدے عصا دانت میں با مشعل
 پیر نقاد سلسلہ منتھے عبد اقل
 تاکہ ہے عاشق و معشوق کا دنیا میں عمل
 تا خلا و در جہان میں ہر نہات شکل
 تاکہ ہے مسجد عادیہ میں نیکو لکا عمل
 سقف اطلاق پہ جب تک کہ ہو رچ حل
 زلف مشکین میں حسینوں کے دامن جیک

صاحب عز و شرف آپ کا فخر الملک
 اسکا خورشید کے مانند رہے طول عل

قطعات تاریخ وفات جناب مرزا سیتا بیگ صاحب متخلص بہ منتہی

از نواب میر خیرات علی خان بہادر متخلص بہ سخی رئیس دارالریاست
حیدر آباد فرخندہ بنیاد دکن تلمیذ رشید منتہی مرحوم و مغفور
منتہی تیغ جفا سے نا حق ہو گئے جیف کی جا ہی بیدم
دہیان تاریخ کا ایسا جو سخی کبھی تاریخ تو تاریخ اہل
از لالہ انبیا پر شاد صاحب ہمت تلمیذ سخی
از جہاں صد جیف خون سوئے جان یک بیگ ان شاعر ملک برفت
سال تاریخش چہن گفت ہم ہنہر منتہی ایسے و ایسے از دنیا برفت
۱۲۸۸ھ

قطعات تاریخ طبع دیوان

از نواب میر خیرات علی خان بہادر سخی شاگرد منتہی مغفور
شعور کیا سخی بن رنگارنگ گل رنگین سے منتہی کی بیاض
طبع دیوان ہوایہ لکھہ تاریخ قابل دید ہے یہ فکر یا حسن
۱۲۸۸ھ

از حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنؤی
منتہی جو حضرت آتش کے ٹکا گرد و غم تھے منتہی اہل سخن ہیں تھے یہ ثابت ہے صریح
چہپ رہا ہے اونکا دیوان لکھہ سال اوں کا جلال یہ کلام منتہی ہے انتہا کچھ فصیح
از مرزا غلام علی صاحب جوش مندرسی

جان کلام منتحان منتحر الکلام
تاریخ طبع گشت چه طبع طبع خوش
برغیش ظریف و ظریف منتحی
دیوان منتحی بود از بحر منتحی
از مولوی افلاک حسین مرزا صاحب هجر لکنوی حال اردو حیدر دزد

تلمیذ رشید تدبیر الدوله منشی سید منظر علی خان اسپر لکنوی
ان منتحی شاعر برتر خیال و فکر
هر هفت طبع شاید نظم شریافته
از بهر سال هجر بگفته لذات عشق
از میرضا من علیصا من لکنوی کمال عشق

رافضال حق به بلبل صدره ست همصغیر
ذات انصاف که ز کم که نباشد مجال کس
بهرگز من رستم فصلی نمیشود
جوشد می لطیف نشاط سخن بام
بگر عروج مرتب شان منتحی
وصف کمال تر به شایان منتحی
پیوند جان نمیشد اگر جان منتحی
شاعر سپند از لب دیوان منتحی
از میرزا نواب علی صاحب کمال لکنوی حال ساکن حیدر آباد
به دیوان سید رستم علیصا من هجر
حکایت طبع کی تاریخ کرد و بس بهی تو
از سید علیصا فکر حیدر آبادی تلمیذ اشک لکنوی

لذتین اوان فروده زریب طبع
راست میگویم نیاید در جهان
فکر چون در خواستم تاریخ طبع
گفت هاقت سال لذت فوق منتحی
از میرمهدی صاحب ضیا لکنوی

شایع کیے ہیں خلیق میں کیا گوہر نہیں
 کیا پوچھنا ہے ہمت رستم علی کا وہ
 کہی ضیاء نے طبع کی تاریخ اس طرح
 دیوان خوب طبع ہوا مثنوی کا وہ

از لالہ شکر پر شاہ صاحب سرفراز
 افضل سرشتہ دار تو شکخانہ نظام و دکن خلد امتد ملکہ
 چہا کیا خوب دیوان منتھی کا دید کے قابل
 مضامین عاری رنگ و نثار ہی طبیعت کا
 نکیون ہو عقل حیران اپنی فکر سالین
 بیو کیا آسا شفا سے حسن فصاحت کا

از میرزا رحیم صاحب کیل متوطن سری تلیند جلال لکھنوی
 لوح دیناے مثل حرف کے جب
 جیف ای چرخ خضام اہل کمال
 کہہ و تاریخ طبع و آفرین
 سخن منتھی ہوا اب طبع
 اوں کا دیوان ہوتا ہے جہ طبع

از میرزا رحیم صاحب یاس لکھنوی شاگرد جلال لکھنوی
 طبع شد اکنون کلام بیثبات
 پدیسیتا بیک نام تالیفش
 یاس از دل بہر سال طبع او

از منشی دہشت راسی صاحب تحقیق لکھنوی
 بہت فیض عام از سعی سختی
 درد کن بد فون شد و بکھنوی
 گفت فکر نتیجہ منتھی

از میرزا فاضل علی صاحب اثر تلیند سخی
 اشک اکھونیر بین کیون کسلی ہے حال برا
 بجای شادی ہے کہ مدت کے کہیں بعد از آج
 ایمن کیون کر رہے ہو جیف یہ غم ہے کیا
 اسی اثر منتھی مقبول کا دیوان چہا

گشت دیوان منتھی مطبوع
 گوہر نادر ز معجمہ سالش
 ای محقق چہ نادر و مجتہد
 سخن عمدہ زبان اور

از حکیم میر بادشاہ علی صاحب ضیا لکھنوی نسیب میر علی وسط رشک

چھو ابا سنجی نے مہتی کا دیوان دینامین رہیگا نام اوستاد سنجی
وہ طبع ہوا صنیا نے تاریخ کھی لو اب دیکھو کلا اوستاد سنجی

از تیار شاد صاحب تتر تلکند سنجی

بین ہزاروں طرح کی گلکاریاں شرمین غور گریبی تو رشک جنت خون ہے یہ
فکر کی تاریخ کی جب بلبل نے ہنر کھدیا اک بوستان بخزان دیوان ہا یہ

از نواب مرزا احمدی حسین خاں ضیا رفعت تلکند جلال

نے احوال طبع گشت چو دیوان تھی خوش فکر و نکته سخن و سخن فہم خوش
رفت و نشست مصرع تاریخ طبع او دیوان بیتاں چہ مطبوع عاشقان

از اصحاب الدین صاحب رفیق تلکند سنجی

کہلا ہے عجب گلشن مہتی خزانہن ہی جسکو نہیں پڑو ل
ننا اسکی کیا مجھے ہوا ہی رفیق فضا جب غنک ظاہر ہے حال
جو کی فکر دل نے زندہ بھاد کہا یہ چہ نسخہ بیتاں

از میر اصغر حسین صاحب ناجی حیدر آباد

میرستم علی باک دل و خوش خوشے آج چھو ایا وہ دیوان کہ نہیں کا خوا
مٹھی کا ہے کلام اسمین نہیں شبہ شک ہے ہر اک مصرع تر ملک لالی خوش
کیا در لفظ میں کیا لعل جالی ہیں وا ہ نقد جانی ہے خندار ہر اک شیخ و شفا
ہو چکی طبع یہ نظم اب گل گلزار سخن چمن و بہرین مہکین گے بلطف و باب
عذیب چمن طبع نے فوراً ناجی نام تاریخی دیوان کہا باغ شاد آ

دیوان مٹھی فلک جاہ چہپ گیا بے مثل بے نظیر ہے گفتار مٹھی
ناجی کہو یہ مصرع تاریخ طبع اب زیبا چہی نتایج انکار مٹھی

تمام شد

اشتبہار و نام

حمید روماد و مکتبہ ہمدانی
ہماری دوکان واقع شہر آفریقا ملک الجزائر ضلع وادی الجبلین سوائے کتب مندرجہ فہرست مولہ
دیوان مثنوی ہر قسم کی کتب عربی و فارسی وارد و مطلوبہ ایران و مصر و ہندوستان وغیرہ کہ جسکی
فہرست کلان مع فہرست سامان دیگر چاپ ہو کر شائع ہوتی ہے موجود ہیں حسب فرمائش ضمیمہ
بقیمت نقد یا بذریعہ ویلو پوسٹیل روانہ ہو سکتی ہیں اور سوائے کتب ہر قسم کا سامان ساخت و طلا
و ہندوستان وغیرہ تجارتی بھی موجود ہے اور سکی قیمت بھی بطریق مذکور بجا می گئی اور نیز بطریق مذکور
روانہ خدمت طالب ہوگا۔ فہرست کلان مذکور اودہ ان کا مکمل پیچھے سے فرسل ہو سکتی ہے
اور جو سامان سامان مندرجہ فہرست کے علاوہ جو صاحب طلب فرمائیں گے وہ بھی بایں صورت فرسل ہو سکتا ہے
کہ فی صدی تین روپیہ حق کیشن لیا جائیگا۔ محصول نقد خریدار رہیگا۔
فہرست مختصر کتب منظومہ یعنی دواوین و نوا و قصائد و غیرہ

نام کتاب

کلیات سلمان ساد جی	۸	کلیات سودا	۸
کلیات ظفر در چار جلد	۸	کلیات قدر بلگرامی	۸
کلیات انشا اللہ خان	۲	کلیات مؤمن	۸
کلیات امیر اللہ تسلیم	۱۳	کلیات میر تقی	۹
کلیات صنعت	۱۰	کلیات نظام رعنا	۱۲
کلیات بیدل	۸	کلیات لوزی	۸
کلیات عرفی	۱۵	کلیات سعدی	۱۰
کلیات شمس تبریز		کلیات جامی	
دیوان غنی کشمیری	۸	دیوان رسوا	
دیوان شورش عشق		دیوان محمود بلخی	

دیوان سالک	۸	شرح رباعیات جامی	۸
دیوان نظم‌پریان جانان	۸	دیوان چمن	۸۰
اقاب و آرخ	۱۰	دیوان محمدالدین عربی	۵۱
دیوان ضامن	۳	دیوان رفعت	۱۰
دیوان حضرت امیر المومنین علی	۱۰	دیوان وقائی	۸
دیوان لطافت	۸	دیوان معجزیان	۳۴
دیوان فاخر	۳۴	دیوان شاد	۷
دیوان ریاض صابر دهلوی	۸	دیوان مہنتی طبع کلکتہ	۷
دیوان تسکین	۷	دیوان شاہ تراب	۱۲
دیوان قلق	۸	دیوان سخن	۴
دیوان غالب دہلوی	۳	دیوان رند	۷
دیوان ذوق	۵	دیوان جبرأت	۸
چمن بے قطر	۱۳	مجمع الماشعار	۵
دیوان تسحر	۴	دیوان شائستہ	۱۰
دیوان عاشق	۲	دیوان واسطی	۱۰
ترجمہ تصاید عربی	۷	بہارستان سخن	۸
دیوان جزائر	۴	دیوان نیاز	۳
دیوان امیر مسمیٰ حر العقیب	۱۱	دیوان لطف	۳
دیوان خواجہ میر درد	۳	دیوان جلد اول میان رشک	۷
دیوان ظہور می	۵۱	دیوان رطب العزیزی سید محمد عباسی	۵۱
دیوان حافظ چاب نمایی	۲	دیوان نعمت خان عالی	۱۲
دیوان امانت	۱۰	دیوان گلزار خلیل	۱۲
دیوان اشک جلد دوم	۸	دیوان مہنتی مرحوم ننداش طبع تازہ	۸
		بر کاغذ قسم دیگر	۳۴

۲۳۸
مثنویات

شماره	نام کتاب	شماره	نام کتاب
۷۰	مثنوی نیرنگ تقدیر	۱۲	مثنوی نایان و علو و شبر و شکر
۱۲	مثنوی زلخرا العجا یضیف حمیر	۱۲	مثنوی گل باغ ارم
۸	مثنوی تخمه الاصرار جامی	۸	مثنوی مهر و مشتری
۴۴	مثنوی عبرت افزا	۸	مثنوی خسرو شیرین آکنفی
۳	مثنوی تخمه جعفری	۳	مثنوی یقینت
۵	مثنوی طلسم جهان	۸	مثنوی شمس فیض
۱	مثنوی گلزار نسیم	۴	مثنوی امیر حسن دهلوی
۲	مثنوی رموز عاشقین	۶	مثنوی فرحت افزا
۲	مثنوی دریا و عشق	۱	مثنوی اندر سبها امانت

قصائد

شماره	نام کتاب	شماره	نام کتاب
۶	قصیده امالی	۱۰	قصیده نظم الوداع
۱	گلستانه محمدی	۲	گلستانه دکن
۳	قصیده بنجم الضیاء	۲	گلستانه نعت
۱	قصیده در شرح علی	۱۰	قصیده نمر الدین خان